مجلسی افادات

فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب مسعودی کشمیریؒ

ضبط ترتیب و تخریج

مولانا عبد الرشید صاحب بستوی

مدرس حدیث شریف جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

ناشر

جامعہ امام محمد انور شاہ، علامہ انور شاہ روڈ، دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خیر المجالس

مجلسی افادات

فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب مسعودی کشمیریؒ

ضبط، ترتیب و تخریج

مولانا عبد الرشید صاحب بستوی

مدرس حدیث شریف جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

ناشر

جامعہ امام محمد انور شاہ، علامہ انور شاہ روڈ، دیوبند (یوپی)

تفصیلات

نام کتاب	:	خیر المجالس
مجلسی افادات	:	حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب مسعودی کشمیریؒ
ضبط، ترتیب وتخریج	:	مولانا عبدالرشید بستوی
صفحات	:	۲۳۷
قیمت	:	
سن اشاعت باردوم	:	اکتوبر۲۰۱۳ء
ناشر	:	جامعہ امام محمد انور، علامہ انور شاہ روڈ، دیوبند (یوپی)
کمپیوٹر کتابت	:	عبدالہادی قاسمی بستوی 08864838989
ملنے کا پتہ	:	بیت الحکمت نزد چھتہ مسجد دیوبند 08006075484

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل الخير وإلا فاسكت

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

کلام بلاغت التیام کا تقاضہ ہے کہ خیر کی تقسیم، زندگی بخیر، مجالس باخیر، علم سراپا خیر لیجئے تیار ہوا یہ مجموعہ "دلائل الخیرات" نیک نام بنانا یا بدنام کرنا اس کے نسخے بہت، ادویہ تیر بہ ہدف، تدبیر چاق وچوبند، پرواز تخیل سر بلند! میں کیا اور کیا میرے ملفوظات لیکن ایک قلم نے رسوا کرنے کی ٹھان لی اب روکے تو کون؟ بند لگائے تو کہاں؟

اسلام کی پندرہ سو سالہ تاریخ میں اہل علم کے کشکول، ارباب معرفت کی عارفانہ مجالس، اہل دل وولایت کے طلائی وسیمیں ہار، زندگی کو بنانے والے بند دروازے کھولنے والے، روح کو مزکی کرنے والے گفتار کو مٹھاس دینے والے، کہیں ملفوظات غوث اعظم، تو کہیں شیخ نظام الدین اولیاء کے فوائد الفوائد، سیدی عبدالعزیز دباغ کی دباغت، مجدد الف ثانی کی شہامت، مجدد تھانویؒ کی حذاقت، ایک انبار علم وآگاہی کا سر بفلک پہاڑ، کسی کے ملفوظات کہکشاں، تو کسی کے نوادرات آفتاب وقمر، امیر خسروؒ کی افضل الفوائد، شاہ عبدالعزیز الدہلوی کا گنجینہ علم ومعرفت سب پر غالب ومستولی، مولائے رومؒ کی مثنوی معنوی، نتیجہ میں

یہ اعتراف خاتمہ پر یہ اعلان ؏

جیتا رومی ہارا رازی

یہ سب کچھ اس وقت وردِ زباں جب شبہائے دراز فلسفہ وتصوف کی اس کشمکش میں گزریں ۔

میری زندگی کی راتیں اسی کشمکش میں گزریں

کبھی سوز وساز رومی کبھی پیچ وتاب رازی

مردہ سانپ پیچ وتاب کھاتا ہے، زندگی سوز وساز کے سبق دیتی ہے ایک کامیابی کی تصویر، ایک ناکامی کا مرقع، محی الدین ابن عربیؒ کی فتوحات مکیہ لا نجل، عبدالوہاب شعرانیؒ کی خار خشک کوگل ولالہ بنانے کی سعی، گلاب نہ ہوتو کم از کم سرو سہی، جس کی خصوصیت دراز قامتی، تہی دستی وتہی دامنی، کہ ”دامن از کجا آرم کہ جامہ نہ دارم“ ذکر رہا جاتا ہے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اعظمیؒ کا، چاہے تو انہیں ”دودِ چراغ محفل“ کہہ لیجئے کہ صوفیائے صافیہ نے جو مجالس قائم کی تھیں یا عرفانِ رب کی شمعیں روشن کی تھیں اب بجھ گئیں بلکہ شہر خموشاں میں منتقل ہوگئیں۔

مولانا مرحوم آخری وہ شخصیت تھی کہ ان کے خاتمہ پر یہ ہی کہا جاسکتا ہے ؏

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

عجیب انداز تھا، نہ مشیخت کا کوئی نشان نہ شیخوخت کا طمطراق، نہ تسبیح بدست، نہ عصا در بغل بلکہ دیکھ کر محسوس ہوتا کہ ابھی ہل بیل چھوڑ کر دلوں کے کھیت میں تخم کاری کے لئے آدھمکے جو کچھ فرماتے پھدک کر جاتے جیسے ممولا ایک شاخ سے دوسری شاخ پر، جسم وجثہ کے اعتبار سے نحیف وضعیف لیکن کام اقبال کے شاہین کا، کتاب کا حوالہ دیتے دکھاتے اور سناتے، کبھی جوش کا غلبہ ہوتا یا جذبہ وسلوک کا اتار چڑھاؤ تو مخاطب کی سر کی مالش مفت، وہ باہر نکلتا اور کوئی پوچھتا تو اس کا جواب

باصواب یہ ہوتا بابا خانقاہ شیخ عجب است طعمہ شب وروز مفت، فوج مریداں مفت، ڈنڈا مفت، مالش سر مفت، مگر دل کی دیگچی کو نہ صرف آتش سوار کرتے بلکہ خوش ذائقہ کھچڑی فوراً پکا دیتے، حاصل یہ کہ اگر کوئی سلوک وتصوف کو بصورت دین ودانش دیکھنا چاہتا ہے تو مرحوم کے ملفوظات بڑے کارآمد، زرّین وسیمیں!

اہل علم کی مجالس میں علم وعرفاں کی بارش دانش وبینش کی تقسیم کوہِ پیکر شخصیتوں کے حوالے، نوادرات کا سیل رواں جس کا ہر تموج جہالت کے کھنڈروں کو توڑتا پھوڑتا نکلتا۔ اس دعویٰ کی دلیل ''ملفوظات محدثِ کشمیریؒ، و''فرمودات علامہ عثمانیؒ'' ہرگز توقع نہ کیجئے کہ خیر المجالس نامی اس مجموعہ میں آپ کو سب کچھ مل جائے گا، یہ ساری کوشش وکاوش ''فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ'' کے لئے ہے۔ اس کی اساس وہ وعدہ اصدق القائلین وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ۔ افتتاحیہ کا یہ خاتمہ خدا کرے بالخیر ہو، وَخِتَامُهٗ مِسْكٌ کا علمبردار، اس سے زائد کی نہ تمنا نہ آرزو، نہ حق، نہ استحقاق، لیکن جامع جنہوں نے چہرے پر نقاب قلمی عنوان کا ڈالا انہی سے عرض ہے کہ نام آپ کا کھلا بشرطیکہ کام آپ کا اچھلا۔ اور رہی ہماری بات تو ''کمائیں خانِ خاناں اڑائیں میاں فہیم'' پورے مجموعہ کا خطاب بھی اہل فہم سے ہے نہ کہ کج فہم سے اللہ، اللہ خیر سلاّ، خدا تعالیٰ جامع خیر کو خیر سے سرفراز فرمادے کہ اشاعت خیر بھی کار خیر ہے۔

وانا الاحقر الافقر

محمد انظر شاہ المسعودی الکشمیری

۲۰/۷/۱۴۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا ریاست علی صاحب ظفر بجنوری زید مجدہم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی!

''خیر المجالس'' حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب دامت برکاتہم کی زبان میں انہی کی مجلس میں آئے ہوئے وہ مضامین ہیں جنہیں محترم مولانا عبد الرشید صاحب بستوی زید مجدہم نے مرتب کیا ہے۔

احقر راقم الحروف بھی اجلاس صد سالہ سے پہلے، جب حضرت شاہ صاحب غیر منقسم دار العلوم میں ناظم تعلیمات تھے اور راقم درجۂ ابتدائی کا مدرس تھا۔ قبلہ حضرت شاہ صاحب بالقابہ العالیہ کی مجلس میں حاضری کی سعادت سے بہرہ ور بلکہ ان کے الطاف کریمانہ سے فیض یاب رہا ہے۔

حضرت شاہ صاحب عنفوانِ شباب سے مطالعہ کے عادی ہیں، حافظہ قابل اعتماد اور ذہانت قابل رشک ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ کسی موضوع پر کلام کرتے ہیں تو اس سے متعلق تمام معلومات مستحضر ہو جاتی ہیں اور اس سے زیادہ قابل تعجب بات یہ تمام معلومات بے ساختہ مرتب ہوتی چلی جاتی ہیں، قارئین کو مطالعہ کے دوران محسوس ہوگا کہ وہ مرتب تحریر پڑھ رہے ہیں۔

البتہ جو ملفوظات مشاہدات پر مبنی ہیں ان سے کہیں کہیں اختلاف کیا جا سکتا

ہے اس لئے کہ اس طرح کی چیزوں میں واقعات کی تعبیر میں مشاہد کے رجحانات بھی دخل انداز ہو سکتے ہیں۔

نہایت مسرت کی بات ہے کہ یہ علمی، تاریخی اور ادبی شہ پارے جامعہ امام انور سے شائع ہو رہے ہیں۔ راقم الحروف مرتب محترم اور ناشر کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کی نسبت سے اوساط علمیہ میں ان کو قبول عام حاصل ہوگا۔ والحمد للہ اولاً وآخراً۔

ریاست علی بجنوری غفرلہٗ
خادم تدریس دارالعلوم دیوبند
۲۵ ؍رجب ۱۴۲۸ھ

حرفِ مرتب

راقم الحروف کو محسن و مشفق حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب مدظلہ سے، نہ شرف تلمذ حاصل، نہ ہی بیعت وارشاد کا تعلق، ہاں وہ ان کا عقیدت کیش ضرور ہے۔

وہ اپنی گوناگوں خصوصیات وامتیازات کے باعث، خود بھی عظیم المرتبت اور تاریخ دیوبند، بلکہ ماضی قریب کی تاریخ ہند میں نہایت عظیم القدر باپ کے فرزند ہیں، میری مراد ہے امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری تغمد اللّٰہ بغفرانہ سے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے ان بڑوں کو دیکھا، برتا، ان کے ساتھ رہے، ان سے پڑھا اور ان سے اکتساب فیض کیا ہے، جو واقعتاً بڑے تھے اور بڑے کہلائے جانے کے بہ ہمہ وجوہ حق دار وسزاوار ع

اب ان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

عمر کے خاص مرحلے پر توفیق الٰہی نے رہ نمائی کی اور اس شاہ راہ پر لا کھڑا کیا جو علم وفضل، عمل وفعل، معرفت ومحبت اور اعتدال وتوازن کی صراطِ مستقیم ہے۔ زندگی کے آئندہ تمام اہم مرحلوں میں، فضل ایزدی نے دست گیری کی اُدھر حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی لگن، جذبہ، ولولہ، شوق، محنت وجاں فشانی، کوہ کنی، واولوالعزمی نے انہیں کسی ایک منزل پر تھک ہار کر بیٹھنے نہ دیا، وہ برابر بڑھتے اور ترقی کرتے رہے، حالات نامساعد، فضا زہر آلود، عداوت وعناد کی تیز وتند آندھیاں اور مخالفت ومخاصمت کے جھکڑ، ان کی عقاب پردازی میں حائل نہ ہوسکے۔

آج حضرت شاہ صاحب مدظلہ نہ صرف ہندوستان، برصغیر بلکہ پوری دنیا میں طبقہ علماء کے درمیان اپنی ایک انفرادیت، جداگانہ امتیاز ومقام اور الگ عظمت وحیثیت کے مالک ہیں۔

جب کسی موضوع پر گفتگو کرتے ہیں تو معلومات خود بہ خود سمٹتی ہوئی چلی آتی ہیں۔ شاہ صاحب کی رات کی مجلس میں دین ودیانت، علم وعمل، سیاست ومعاشرت کے ہر پہلو سے گفتگو ہوتی ہے اور پُر مغز بھرپور۔

احقر نے ان مجلسوں میں شرکت کی تو از خود دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ مجلسی گفتگو کے ان آب دار موتیوں کو، خوب صورت لڑی میں پروکر، قرطاس وقلم کے سپرد کردیا جائے، تاکہ ان کی افادیت ہمہ گیر اور قدر وحیثیت دوچند ہوسکے۔

اس کے لئے نہ کسی طرف سے تحریک نہ ترغیب، ''محدث عصر'' کے صفحات میں بالاقساط مجلسی افادات شائع ہوتے رہے۔ یہ سلسلہ تقریباً چار سالوں تک جاری رہا، پھر شومیٔ قسمت کہ خود بہ خود رک بھی گیا۔

زیر نظر مجموعہ ان ہی مجلسی افادات پر مشتمل ہے، کوشش کی گئی ہے کہ کوئی بات بلاوجہ مکرر نہ آئے اور وہی باتیں شامل اشاعت ہوں، جن میں اہل علم واہل اسلام کے لئے کوئی افادیت ہو۔

کتابت کی اغلاط سے پاک رکھنے کی بھی حتی الوسع کوشش کی ہے، مگر ظاہر ہے کہ انسانی کاوش، اغلاط سے مبرا نہیں ہوسکتی، اس لئے قارئین اگر اس قسم کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو معذور سمجھیں اور کرم گستری کرتے ہوئے احقر کو اس سے مطلع کریں۔

اس مجموعہ ''خیر المجالس'' کی اشاعت کے موقع پر احقر حضرت شاہ صاحب مدظلہ، ان کے صاحبزادے برادر محترم مولانا سید احمد خضر شاہ صاحب کا مشکور

ہے، جن کی توجہات سے یہ مجموعہ افادۂ عام کی راہ پا رہا ہے۔ اسی طرح حضرت الاستاد گرامی قدر حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری زید مجدہم کا ممنون ہے، جنھوں نے ذرّہ نوازی کی اور اس مجموعہ کے تعلق سے احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ حق تعالیٰ ان حضرات کو اپنی شایانِ شان صلہ عطا فرمائے، آمین!

آیات واحادیث کی تخریج اور ان کے ترجمہ میں برادران: مولانا محمد صغیر پرتاب گڑھی اور مولانا مفتی وصی احمد بستوی سلمہما اللہ وزادہما علما وصلاحا نے اپنا گراں قدر تعاون دیا۔ حق تعالیٰ ان دونوں کو دارین کی سعادت سے مالا مال کرے اور کتاب کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین یارب العالمین۔

محتاجِ دعا

عبدالرشید بستوی

مدرس حدیث شریف جامعہ امام انور، دیوبند

۲۵ رجب ۱۴۲۸ھ - ۱۱ اگست ۲۰۰۷ء

دقیقۂ تقویٰ اور علم راسخ

فرمایا یاد رکھو کہ سیاسی عروج کی کوئی حقیقت اور استحکام نہیں، اصل عروج تقویٰ اور علم سے حاصل ہوتا ہے اور اسی سے آدمی زندہ بھی رہتا ہے، لیکن محض تقویٰ برائے نام نہیں اور نہ ہی سرسری علم، بلکہ دقیقۂ تقویٰ اور علم راسخ ہونا چاہئے۔ مثلاً حضرت حکیم الأمت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور ابا جی امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ۔ حضرت تھانویؒ کمال تقویٰ میں بے مثال اور ابا جیؒ رسوخ علم میں یکتا ہونے کے سبب اب تک زندہ ہیں اور ان شاء اللہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

فرمایا دقیقۂ تقویٰ ایک مثال سے سمجھو۔ ایک شخص حضرت تھانویؒ کے یہاں نہایت قیمتی اور خوب صورت جانماز لے کر آیا اور یہ کہہ کر ہدیۃً پیش کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے خواب میں حکم دیا تھا کہ میں اس طرح کی قیمتی جانماز آپ کو ہدیہ دوں، لیکن حضرت تھانویؒ نے قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ وہ شخص بہت مضطرب ہوا۔ دو تین روز تک جب یہی حالت رہی تو خواجہ عزیز الحسنؒ مجذوب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! اس کا ہدیہ قبول فرمالیں؛ کہ اس کی حالت بہت خراب ہے اور پھر نسبت ہی کو دیکھیں کہ کس شخصیت کی جانب منسوب کر رہا ہے۔ فرمایا مجذوب صاحب! یہ شخص معتوہ ہے اور معتوہ نیم پاگل کا کوئی تصرف قابل قبول نہیں ہوا کرتا۔

امام بخاریؒ کا دقیقۂ تقویٰ

دقیقۂ تقویٰ ہی کی بابت فرمایا کہ علامہ ابن القیمؒ نے ''بدائع الفوائد'' میں

دقائق تقویٰ پر بہت عمدہ بحث کی ہے۔ دقیقۂ تقویٰ کی ایک اور مثال دی کہ آخری زندگی میں امام بخاریؒ کے یہاں بہ کثرت ہدایا آنے لگے تھے، ان کے گھر کے باہر دو تین ہوشیار قسم کے تاجر بیٹھے رہتے، جب کوئی شخص اندر جاتا اور امام ہمام کو ہدیہ پیش کر کے جیسے ہی گھر سے نکلتا، یہ اندر چلے جاتے اور اونے پونے دام میں قیمتی قیمتی اشیاء خرید لیتے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی بیش قیمت اونی شال لے کر گیا، جب وہ باہر نکلا تو تینوں اندر گئے اور شال کی قیمت لگائی۔ ایک نے دس ہزار دینار کہے، دوسرے نے اس سے زیادہ، تیسرے نے اس سے بھی زیادہ۔ الغرض چند دنوں میں قیمت بہت لگ گئی، لیکن جب دیا تو پہلے ہی شخص کو اور دس ہزار دینار میں ہی اور فرمایا کہ میں نے نیت کی تھی کہ اگر فروخت کروں گا تو اسی کے ہاتھ اور دس ہزار دینار ہی میں۔

مولانا رومؒ کی معنی خیز تمثیلات

فرمایا مولانا رومؒ جہاں اسرار ورموزِ معرفت کے بیان میں منفرد ہیں، وہیں ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ تمثیل بہت معنی خیز اور برمحل لاتے ہیں، اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب نے تواضع سے متعلق مثنوی کا ایک شعر سنایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ متواضع ہمیشہ کامیاب وسرخ رو رہتا ہے۔ جب کہ متکبر رسوا اور ناکام۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب تیز ہوا اور طوفان آتا ہے تو بڑے اور اونچے درخت تو گر جاتے ہیں، مگر سبزہ اور گھاس جو لوگوں کے پیروں سے روندا جاتا ہے، پہلے سے بھی زیادہ صاف ہو کر نکھرتا ہے۔

''اللہ'' اسم اعظم اور اعرف المعارف ہے

فرمایا شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ ''اللہ'' ہی اسم اعظم

ہے اور یہی اعرف المعارف بھی ہے، حالاں کہ بعض نحاۃ نے ضمیر مخاطب ''انت'' کو اور بعض نے ضمیر متکلم ''انا'' کو اعرف المعارف بتایا ہے، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے ان دونوں اقوال کی وجوہ تغلیط مختصراً ذکر کیں اور فرمایا کہ ''اللہ'' ہی اعرف المعارف ہے اور شیخ اکبر کی بات بالکل درست ہے۔

لفظ اللہ کا اعجاز

اس پر احقر مرتب نے عرض کیا۔ حضرت! امام النحو سیبویہ ''اللہ'' ہی کو اعرف المعارف کہتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا معاملہ ہوا؟ سیبویہ نے کہا کہ بخش دیا گیا۔ پوچھا کس عمل پر؟ جواب دیا کہ ''اللہ'' کو اعرف المعارف اور نا قابل اشتراک واحتمال قرار دینے پر۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم بالکل درست کہتے ہو، نیز فرمایا کہ شیخ اکبر نے بہت عجیب بات لکھی ہے کہ اگر لفظ ''اللہ'' مکمل ہو تو ''اَللّٰـهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ الْاَرْض (۱)'' کی شان ہوتی ہے۔ اگر شروع سے الف کم کر دی جائے تو ''لِلّٰـهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

---

(۱) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكَاةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ ط فِيْ زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ ط كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (النور: ۳۵)

ترجمہ: اللہ کی روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی، مثال اس کی روشنی کی جیسے ایک طاق ہو، اس میں ایک چراغ وہ چراغ دھرا ہوا ایک شیشہ میں وہ شیشہ ہے جیسے ایک تارہ چمکتا ہوا، تیل جلتا ہے اس میں ایک برکت کے درخت کا وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف، قریب ہے اس کا تیل کہ روشن ہو جائے اگر چہ نہ لگی ہو اس میں آگ روشنی پر روشنی اللہ راہ دکھلا دیتا ہے اپنی روشنی کی جس کو چاہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے اور اللہ سب چیز کو جانتا ہے۔

الْاَرْض (۱)" باقی رہتا ہے۔ اگر پہلی لام بھی کم کردی جائے تو "لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر (۲)" کی شان نظر آتی ہے۔

پاس انفاس کی اصل

اگر دونوں لام مع الف کم کردی جائیں تو "ہ" باقی رہتی ہے اور یہی پاس انفاس کی اصل ہے۔ فرمایا شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ مدعیان الوہیت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے خود کو "اللہ" کہا ہو، فرعون نے دعوائے خدائی کیا تو خود کو "اللہ" نہیں بلکہ "ربکم الاعلیٰ" کہا۔ الغرض کسی نے بھی اپنے لئے اللہ کا لفظ نہیں چنا۔ کیوں کہ حق جل مجدہ نے اسے صرف اپنے لئے خاص کررکھا ہے۔ اس لئے بھی یہ اعرف المعارف ہے اور دوسرے تمام معارف اس سے فروتر اور کمتر ہیں۔

قرآن عام مشاہدات پر گفتگو کرتا ہے

ایک شریک مجلس مولوی صاحب نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! قرآن میں صراحت ہے کہ سورج ڈوبتا ہے اور طلوع ہوتا ہے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ سورج تو ڈوبتا ہی نہیں، ہمیشہ طلوع ہی رہتا ہے، ہندوستان میں نہیں تو

(۱) لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ○ (البقرہ: ۲۸۴)
ترجمہ: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اگر ظاہر کرو گے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے اس کو حساب لے گا اس کا تم سے اللہ پھر بخشے گا جس کو چاہے اور عذاب کرے گا جس کو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۲) يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ○ (تغابن: ۱) ترجمہ: پاکی بول رہا ہے اللہ کی جو کچھ ہے زمین ہے اسی کا راج ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہی ہر چیز کرسکتا ہے۔

انگلستان میں، یا کہیں اور، پھر قرآن میں ڈوبنے کی تعبیر کیوں اختیار کی گئی؟

اس کے جواب میں فرمایا کہ مولانا! ایک بات ذہن نشین کر لیجئے کہ قرآن عام مشاہدات کے مطابق چلتا اور گفتگو کرتا ہے، اشیاء کے حقائق سے بحث نہیں کرتا، اگر وہ واقعاتی حقائق سے اعتناء کرتا تو قرآن کا سمجھنا ناممکن ہو جاتا۔ اس لئے وہ عام مشاہدات و تجربات سے اعتناء کرتا ہے اور عام مشاہدہ یہی ہے کہ سورج ڈوبتا اور طلوع ہوتا ہے۔

ہر مخلوق اپنے اپنے انداز میں محوِ تسبیح

مولانا موصوف نے عرض کیا کہ حدیث میں آتا ہے کہ سورج روزانہ عرش الٰہی کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، جب کہ سورج ہمہ وقت گردش میں رہتا ہے، کبھی رکتا نہیں تو سجدہ کب کرتا ہے؟ پھر سورج آسمان دنیا پر ہے اور عرش الٰہی سات آسمانوں کے بعد تو سورج عرش کے سامنے کس طرح پہنچتا ہے؟

اس پر بھائی احمد خضر صاحب (صاحبزادہ حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ) نے مولانا محترم سے معلوم کیا کہ عرش کہاں ہے؟ تو مولانا نے کہا کائنات کو محیط ہے۔ اس پر کہنے لگے کہ پھر آپ کا اشکال ہی ختم ہو گیا، اس لئے کہ جب عرش تمام کائنات کو محیط ہے تو جہاں بھی سورج سجدہ کرے وہ عرش کے سامنے ہی ہوگا۔ رہی بات گردش مسلسل کی تو ہر ایک کی عبادت، تسبیح اور سجدہ کا انداز الگ ہے، کیا ضروری ہے کہ سورج بھی ہم انسانوں کی طرح سجدہ کرے اور اس کے لئے اسے رکنا پڑے۔

حضرت شاہ صاحب اس جواب پر خاموش رہے، گویا اس کی تصویب فرمائی۔

اگر حضرت مدنیؒ سیاست ملکی میں نہ پڑتے

فرمایا حضرت مدنیؒ اگر سیاسیات ملکی میں نہ پڑتے اور اپنی توجہ ارشاد و تربیت پر ہی مرکوز رکھتے تو بہت سے لوگوں کے چراغ بجھ جاتے اور بہت سوں پر بھاری پڑجاتے، کیوں کہ حضرت میں وہ جملہ اوصاف موجود تھے جن سے ایک شخص کو شہرت و عظمت حاصل ہوتی اور دوسروں کے دلوں میں گھر کرلیتا ہے۔ چناں چہ حضرتؒ کا سیم وزر سے استغنار، تواضع، مہمان نوازی، جرأت و بے باکی اور عبادت و بندگی، کسی بیان کی محتاج نہیں۔

بہت سی خانقاہوں کے چراغ بجھ جاتے

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک آوارہ مزاج شخص، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں بہ غرض اصلاح حاضر ہوا تو انہوں نے اس کی سیہ کاری کے سبب اسے ڈانٹ ڈپٹ کر بھگادیا۔ یہ شیخ رفاعی کے یہاں حاضر ہوا، انہوں نے اس کی تربیت شروع کردی اور جب اس کی اصلاح ہوگئی تب اسے شیخ عبدالقادرؒ کے پاس بھیجا۔ وہ گیا تو شیخ نے دیکھ کر فرمایا کہ جو کام ہم نہیں کرسکتے، رفاعی ہی کے بس میں ہے کہ وہ اسے باحسن وجوہ انجام دیں۔ فرمایا کہ شیخ رفاعی نے ایسے ہی ایک موقع پر فرمایا کہ اگر میں دوسروں کی طرح ارشاد و تربیت کی جانب متوجہ ہوجاتا تو بہت سی خانقاہوں کے چراغ گل ہوجاتے۔

الناس علی دین ملوکھم

گفتگو ملک میں پائی جانے والی بدعنوانی، رشوت ستانی اور اہل یورپ کی ملکی قانون کے تئیں انصاف پسندی اور احساس ذمہ داری پر ہورہی تھی۔ فرمانے لگے کہ ہمارے برصغیر میں لوگ ملازمت کے لئے پریشان رہتے ہیں، جب کہ برطانیہ میں

جس کی ملازمت ہے وہ اسے ختم کرانا چاہتا ہے کہ اس طرح بیگاری کا بھتہ حکومت کی جانب سے گھر کے جملہ افراد کے لئے ملے گا، جو بسا اوقات تنخواہ سے زیادہ ہوا کرتا ہے، پھر دوا علاج وغیرہ تمام کام حکومت کے ذمے ہو جاتے ہیں۔ ایک غیر مسلم صاحب جو ایک کثیر الاشاعت ہندی اخبار کے دیوبند میں نامہ نگار ہیں، نے کہا کہ ہر دھرم اور مذہب بدعنوانی، جھوٹ، رشوت وغیرہ کی سخت مذمت کرتا ہے اور انہیں گھور پاپ (سنگین گناہ) مانتا ہے، اسی طرح ہر شخص مجلس میں بدعنوانی سے نفرت کا اظہار کرتا ہے، قانون بھی بنائے جاتے رہتے ہیں، لیکن کیا وجہ ہے کہ بدعنوانی میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے؟ شاہ صاحب نے اس کا جواب دیا کہ نوشیرواں عادل ایک بار انار کے باغ میں گیا۔ باغ والے سے ایک انار لے کر چکھا تو بہت میٹھا اور شیریں نکلا۔ معاً نوشیرواں کے ذہن میں خیال آیا کہ اس باغ کی تو اچھی خاصی آمدنی ہوگی، لہٰذا اس پر ٹیکس لگانا چاہیے۔

اس نے دوسرا انار بھی لیا، مگر وہ کھٹا نکلا، تب نوشیرواں نے کہا کہ پہلا انار تو بہت اچھا تھا لیکن یہ کھٹا ہے، کہیں تم نے منتخب کر کے تو پہلا نہیں دیا تھا؟ باغ کے مالک نے کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ لگتا ہے کہ بادشاہ وقت کی نیت کچھ خراب ہوگئی ہے، جب کہ باغ والا نوشیرواں کو بالکل نہیں پہچانتا تھا۔ اس سے شاہ صاحب کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ بدعنوانی اور دیانت داری اوپر سے چلتی ہے اور لوگ "الناس علی دین ملوکھم" حکمراں کے نقش قدم پر ہی چلا کرتے ہیں۔

محمود غزنوی کی حقیقی زندگی سامنے لانے کی ضرورت

فرمایا ہمارے ملک کی یہ بدقسمتی ہے کہ ارباب سیاست، محض وقتی اقتدار کے حصول یا اس کی بقا کی خاطر، ملک کی تباہی کی طرف دیدہ و دانستہ لے جا رہے ہیں۔ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے

بیج بو رہے ہیں اور نہ صرف سابقہ مغل دور کے بادشاہوں کی نسبت، غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں، بلکہ آزادیٔ ملک کے صفِ اول کے قائدین کے خلاف بھی زہر اُگلتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ محمود غزنوی، جسے ظالم وجابر، ہندوکش اور ستم شعار حکمراں کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے، اس کی حقیقی زندگی سامنے نہیں لائی جاتی۔ ایک دفعہ محمود بستر پر سونے گیا، مگر نیند نہ آرہی تھی۔ اِدھر اُدھر کروٹ بدلتا رہا۔ جب خاصی دیر ہوگئی اور طبیعت کی بے چینی بڑھتی رہی تو بستر سے اٹھا اور قیام گاہ سے باہر آکر گھومنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اس کے پاس گیا اور وجہ معلوم کی، لیکن یہ نہیں بتایا کہ میں محمود غزنوی ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ بادشاہ کا بھانجہ میرے گھر آتا ہے، مجھے گھر سے بھگا دیتا ہے اور میری بیوی کے ساتھ بدکاری کرتا ہے۔ میں ایک مجبور شخص اس کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔ فریاد لے کر بادشاہ کے یہاں آیا تھا، مگر دربار میں حاضر نہ ہوسکا۔ محمود نے اب بھی اپنے بارے میں کچھ ظاہر نہ کیا۔ البتہ یہ کہا کہ اب جس روز وہ تمہارے گھر جائے، یہ زنجیر لٹک رہی ہے، اسے ہلا دینا تو میں تمہاری مدد کو پہنچوں گا۔ چناں چہ ایک روز اس نے زنجیر ہلائی، محمود غزنوی گیا۔ گھر میں جل رہا چراغ بجھوا دیا۔ دیکھا تو واقعی کوئی مرد ایک عورت کے ساتھ مبتلا ہے۔ فوراً ہی تلوار سے وار کرکے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس آدمی سے جانماز مانگ کر دو رکعت شکرانہ کی پڑھی اور کھانے کے لئے کچھ مانگا۔ اس کے بعد کہا کہ چراغ اس لئے بجھوا دیا تھا کہ کہیں صورت دیکھ کر جذبۂ محبت انصاف کی راہ میں آڑے نہ آجائے۔ نماز شکرانے کی پڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مظلوم کی مدد کی توفیق بخشی اور کھانا اس لئے مانگا کہ جس روز تم نے یہ بات بتائی تھی، اسی وقت سے میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا کہ جب تک انصاف نہ کردوں گا، کچھ نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا۔ سن لو میں ہی محمود غزنوی ہوں۔ اس پر وہ شخص بہت ہی ممنون ہوا۔

یہ دنیا آتش جہنم کا داغ ہے

فرمایا متقدمین علماء نے حصول علم کی خاطر کیا کیا صحرا نوردی کی، کیسی کیسی دشت پیمائی کی، آبلہ پائی کی، مصیبتوں سے دوچار ہوئے، فقر وفاقہ، بھوک پیاس، تنگ حالی اور پریشان حالی کا سامنا کیا اور انہوں نے علم دین کے تعلق سے کس درجہ غیرت وحمیت کا مظاہرہ کیا، یہ ہماری دینی مذہبی تاریخ کی ایک زرّیں کڑی اور سنہرا باب ہے۔ کوئی اندازہ کرسکتا ہے ان کے زہد وورع، تقشف وجاں فشانی اور حطام دنیا سے بے زاری وبے رغبتی کا؟ اور کیوں نہ ہوتی کہ عہد نبوت میں کسی غریب الدیار طالب علم کی موت ہوتی ہے، اس کے پاس سے ایک دینار برآمد ہوا تو پیغمبر ''الفقر فخری'' نے فرمایا ''کیّ من النار'' کہ یہ دینار آتش جہنم کا داغ ہے حالاں کہ ایک دینار کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔

فرمایا حافظ ہیثمی نے ''الزواجر'' کے نام سے عربی زبان میں ایک کتاب تحریر کی ہے جس کا اردو ترجمہ بہ عنوان ''تازیانے'' پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں حافظ ہیثمی لکھتے ہیں کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر نار جہنم کی وعید ہو، ورنہ وہ صغیرہ ہے، لیکن علمائے محققین کو اس سے اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کوئی کبیرہ گناہ ایسا نہیں جو ہر حال میں کبیرہ ہی رہے، وہ صغیرہ بھی ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس کے مرتکب کو ندامت دامن گیر ہو اور وہ بارگاہ ایزدی میں توبہ استغفار کرے۔ اسی طرح اصرار وتکرار اور جرأت وجسارت کے ساتھ ہر صغیرہ گناہ کبیرہ کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔

طالب علم کی شان

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس طالب علم کے پاس سے ایک دینار برآمد ہونے پر ''کیّ من النار'' اس لئے ارشاد فرمایا کہ طالب علم کی شان تو یہ ہے کہ وہ توکل

زہد، قناعت، دنیا بے زاری اور یکسوئی کا نمونہ ہو، اس کے پاس ذخیرۂ مالی کا ہونا طالب علمانہ کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت شیخ الادبؒ کی تنگ دستی

اسی ذیل میں فرمایا کہ میرے مخدوم اور مشفق استاذ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب امروہویؒ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے اپنی طالب علمی کے دنوں کی یہ بات خود مجھ سے بیان فرمائی کہ دیوبند میں اس وقت بجلی نہیں تھی اور نہ میرے پاس اتنی گنجائش کہ اپنے طور پر لیمپ یا لالٹین کا نظم کرتا، مدرسے کا دربان آخر شب میں تہجد کے لئے بیدار ہوتا، عبادت، ذکر واذکار اور قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک عرصے تک میں نے اس کی اجازت سے اس کے چراغ کی روشنی میں پڑھا۔ یہ بھی سنایا کہ ایک بار کئی وقت کا فاقہ ہوگیا۔ کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا، غیرت اپنی حالت کسی پر ظاہر کرنے کے لئے روادار نہ تھی اور نہ دست سوال دراز کرنے پر آمادہ، مگر تا بکے؟ بے قراری میں ایک جلیبی والے کی دکان کے سامنے سے گزرتے ہوئے خود بخود ہاتھ اس کی طرف اٹھ گئے، اس نے ترس کھا کر جلیبی دے دی، اس طرح کچھ جان میں جان آئی۔

دینی مدارس کی روایات واقدار

فرمایا ہمارے دینی مدارس کی کچھ خصوصیات، شان دار اور قابل قدر اقدار ہوا کرتی تھیں۔ اساتذہ کے دلوں میں طلبہ کے تئیں اپنی اولاد جیسی محبت، ہمدردی ودل سوزی، شفقت ورافت اور جذبہ صالح ہوا کرتا تھا، جب کہ طلبہ اساتذہ کے حق میں سراپا نیاز، عقیدت کیش اور اطاعت شعار وفرماں بردار ہوا کرتے تھے۔

فرمایا قصبہ گنگوہ کا ایک واقعہ آج کے اساتذۂ مدارس کے لئے درس عبرت

ہے۔ ایک حافظ صاحب کو دو بچے ملے، وہ انہیں پکڑ کر مسجد میں لے آئے اور قاعدہ بغدادی پڑھانا شروع کر دیا۔ کچھ دنوں بعد ان میں سے ایک بچہ پڑھنے سے جی چرانے کی خاطر کھیت میں جا کر چھپ گیا، حافظ صاحب تلاش میں نکلے اور کھیت میں ہی جا کر اسے پڑھا دیا۔ دوسرے روز وہ درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا، مگر حافظ صاحب کا جنون بھی ''سودائے خام'' نہ تھا، وہ بھی ڈھونڈتے، جستجو کرتے اس درخت تک جا پہنچے اور درخت پر ہی اسے سبق پڑھا دیا۔ اب اس بچے کو یقین ہو گیا کہ پڑھائی سے جان چرانا بے سود ہے، چناں چہ خود ہی پابندی سے مسجد میں حافظ صاحب کے پاس آنے لگا۔

یہ لوگ تو عیش کے عادی ہو چکے ہیں

فرمایا اباجی (حضرت علامہ کشمیریؒ) جب حصول علم کے لئے کشمیر سے چلے ہیں تو ان کی جیب میں صرف چھ آنے تھے، پھر جب دارالعلوم کے صدر المدرسین بن گئے، میرا بچپن کا زمانہ تھا، اس وقت جوتے کی قیمت آٹھ آنے ہوا کرتی تھی۔ میں نے ایک روز جوتوں کے لئے الکشمیریؒ سے اصرار کیا تو مولانا محمد ادریس صاحب سکروڈوی (خادم حضرت علامہ کشمیریؒ) سے فرمایا کہ اسے آٹھ آنے دے دو اور ساتھ ہی کہا کہ مولوی صاحب! انہیں روٹیاں لگ گئی ہیں، ہم دیوبند میں کئی مہینے بغیر جوتے چپل کے رہے، پاؤں چھل گئے اور زمین پر ننگے پاؤں چلنے کے سبب، ایڑی اور تلوے خشک ہو گئے تھے، مگر یہ لوگ تو عیش کے عادی ہو چکے ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ اور استاذ کی خدمت

فرمایا طلبہ نہ صرف اپنے اساتذہ پر جان چھڑکتے، بلکہ ان کے عزیز و قریب کا بھی احترام کرتے اور ان کی خدمت بجالانا اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے والد شیخ محمد اسد صدیقی آخر عمر میں بہت بیمار ہو گئے تھے، نقاہت کی انتہا نہ رہی تھی، بار بار قضائے حاجت کی ضرورت پڑتی تھی۔ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کے جانشین اور فخر روزگار شاگرد حضرت شیخ الہندؒ ان کی خدمت کے لئے ہمیشہ موجود رہتے اور اپنے ہاتھ سے اجابت صاف کیا کرتے تھے۔

علامہ کشمیریؒ اور استاذ کا احترام

اسی حوالے سے فرمایا کہ اباجی کے اساتذہ کے ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ استاذ تھے اور الکشمیریؒ ان کے شاگرد، لیکن حضرت شیخ الہندؒ مجلس میں بھی اباجی سے فرماتے کہ شاہ صاحب! میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے، آپ کی نظر سے بھی کہیں گزری؟ اباجی عموماً بتادیا کرتے تو فرماتے کہ اب تو میں اسے پورے وثوق واطمینان کے ساتھ بیان کروں گا۔ پھر بھی الکشمیریؒ کے غایت ادب کا یہ عالم تھا کہ جب بھی حضرت شیخ الہندؒ کے سامنے پڑتے، سر جھکالیا کرتے تھے۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ اباجی نے اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ کا اس حد تک پاس ادب ملحوظ رکھا کہ کبھی حضرت شیخ الہند کے مکان کی طرف پاؤں کر کے نہ سوئے۔

اولئك آبائي فجئني بمثلهم إذا جمعتنا يا جرير! المجامع

ہم علم کے بڑے ذخیرے سے محروم ہو جائیں گے

ہندوستان کے مدارس کے نصاب تعلیم کی تجدید وترمیم اور منطق وفلسفہ کو درس سے نکال دینے کی تجاویز اور ان کی بابت اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مغل شہنشاہ اکبر کے دور حکومت میں شاہ نور اللہ شوستری ہندوستان آئے اور انہوں نے یہاں منطق کا بھرپور دور دورہ کر دیا۔ ان کی جدوجہد اور کوشش کے نتیجے میں

پورے ہندوستان میں منطق وفلسفہ کا غلغلہ بلند ہوا، جیسا کہ ملا عبدالقادر بدایونیؒ نے ''منتخب التواریخ'' میں اس کی تفصیل دی ہے۔ اب حال یہ ہے کہ ہر طرف سے منطق کو مکمل طور پر نکال باہر کردینے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں، خدانخواستہ اگر ایسا ہوگیا تو ہم علم کے ایک بڑے ذخیرے سے محروم ہوجائیں گے۔

مسلمانوں کو اسلام سے بیزار کرنے کی سازش

فرمایا الجزائر میں مسلح جہاد حریت برسوں تک فرانس کے جبر واستبداد کے خلاف برسر پیکار رہا۔ وہ علماء ہی تھے جو فرانسیسی قوت وشوکت سے زبردست ٹکر لے رہے تھے۔ استعماری طاقتوں نے میدان حرب وضرب میں اپنی کامیابی مشکوک دیکھ کر مشورے سے طے کیا کہ مسلمانوں کو بے وزن، بدعمل اور مذہب سے بیزار بنانا ہے، تو ان میں شراب عام کردی جائے اور انہیں دینی علوم سے ہٹا کر عصری علوم کی طرف متوجہ کردیا جائے اور ان کی اہمیت وافادیت ان کے ذہن نشین کرادی جائے۔

مقاصد اور وسائل کا فرق

فرمایا ہر دور کے تقاضے جداگانہ ہوتے ہیں اور ان تقاضوں کو سمجھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اس ذیل میں دو باتیں بنیادی حیثیت کی حامل ہیں:

۱۔ وسائل ۲۔ مقاصد

فرمایا وسائل کی اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہوتی، اصل تو مقاصد ہوا کرتے ہیں۔ نصاب کی کتابیں پوشاک کے درجے میں ہیں، اس لئے کتابوں کو بدلنے میں کوئی حرج نہیں، علاوہ کتب حدیث وتفسیر کے، چناں چہ فقہ واصول فقہ، نحو وصرف، منطق وفلسفہ اور علم کلام وغیرہ کی ایک کتاب کی جگہ بدل کر دوسری کتاب نصاب میں شامل کی جاسکتی ہے، لیکن یہاں یہ امر پیش نظر رہے کہ مقصد

متأثر اور ضائع نہ ہو جائے۔

فرمایا نصاب تعلیم کی تجدید میں یہ پہلو بہ طور خاص قابل توجہ ہے کہ تعلیم بے شک بہت اہم ہے، لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ تعلیم کی تجدید سے دین ہی رخصت ہو جائے، جب کہ بہر حال دین مقدم ہے۔

جدید سائنس اسلام کی خادم ہے

فرمایا ایک دفعہ اباجی (علامہ کشمیریؒ) بھوپال تشریف لے گئے، وہاں جدید تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ مختلف مسائل پر استفادہ واستفسار کی غرض سے خدمت میں حاضر ہوا، بالخصوص یہ بات معلوم کی کہ فلسفہ قدیم اور سائنس جدید میں سے کون سا اقرب الی الاسلام ہے؟ تو فرمایا کہ اگر کسی شخص کی نظر کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازیوں اور جدید سائنس کی تحقیقات اور انکشافات پر یکساں ہو اور اس کا سینہ علوم کتاب وسنت سے بھی منور ہو تو اس کے لئے یہ بات سمجھنا دشوار نہ ہوگی کہ جدید سائنس نہ صرف یہ کہ اسلام کے مخالف نہیں بلکہ اس کی خادم اور اس کی بہت سی حقیقتوں کی حامی اور مؤید ہے۔

نزول وحی کی کیفیت

وحی اور اس کی حقیقت و کیفیت کی بابت بھی انہوں نے سوال کیا تو فرمایا کہ اس کی کیفیت یوں سمجھئے جیسے پتھر پر زنجیر کھینچی جا رہی ہو یا جیسے ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے، مگر یہ ظاہری کیفیت ہے، اس کی حقیقت صرف اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

امام حلیمی نے لکھا ہے کہ وحی کے چھیالیس طریقے ہیں، اسی وجہ سے الکشمیریؒ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے علم واطلاع اور ذرائع ابلاغ کے چھیالیس طریقے ضرور ایجاد ہو جائیں گے۔

مدارس دینیہ اخلاقی تعلیم کی درسگاہ ہیں

فرمایا مدرسوں کی اہمیت وافادیت ہم سب کو تسلیم ہے اور جو حضرات اس حوالے سے کسی شش و پنج میں مبتلا ہیں، انہیں بھی اس دلدل سے نکل کر مدارس کی خدمات اوران کے کارناموں کا برملا اعتراف واظہار کرنا چاہئے لیکن مدرسوں کی بابت یہ پروپیگنڈہ ہورہاہے کہ وہ دہشت گردی کے اڈے ہیں، اسے بھی ختم کیا جانا چاہئے، اس میں جدید تعلیم یافتہ مسلمان اور ذرائع ابلاغ کے مختلف شعبوں سے وابستہ ہمارے دینی بھائی مؤثر کردارادا کرسکتے ہیں، ان کی بات باشعور طبقے تک بہ سہولت پہنچ سکتی ہے، اس میں انہیں ہماری مدد کرنی چاہئے اور یہ بتانا چاہئے کہ مدرسے اخلاقی تعلیم کی درسگاہیں ہیں، نہ کہ دہشت گردی کے مراکز۔

حلف الفضول کے تحت ضرور کام کروں گا

فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی تعلیم اور پیغام امن وشانتی ہے، چناں چہ حضور اکرم ﷺ ’’حلف الفضول‘‘ کے نام سے بننے والی کمیٹی میں خود شامل ہوئے۔ جو امن قائم کرنے کے لئے مکہ مکرمہ میں آپ کی بعثت سے پہلے قائم ہوئی تھی۔ بعثت کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر آج بھی ’’حلف الفضول‘‘ کے تحت کام کرنے کے لئے مجھے بلایا جائے تو میں اپنی جملہ مصروفیات کے باوجود ضرور اس میں شامل ہوں گا اور مل کر کام کروں گا۔

قرآن کریم کا نرالا اسلوب

گزشتہ ۱۱/اپریل ۲۰۰۳ کو بغداد پر امریکی افواج کے قبضہ کے بعد سے لوٹ مار، انارکی، طوائف الملوکی اور لاقانونیت کا ایسا بھیانک منظر دیکھنے میں آیا کہ

امریکی ویورپی ذرائع ابلاغ کے مطابق عراقی عوام نے نہ سرکاری دفاتر چھوڑے، نہ سفارت خانوں کو، نہ دوکانوں مکانوں کو چھوڑا، نہ اسپتالوں کو، سب کولوٹا اور کرسی وفرنیچر تک اٹھا کر لے گئے، نہ کوئی روکنے والا، نہ باز پرس کرنے والا اس کی بابت فرمایا کہ جب ایک نظام حکومت کا خاتمہ ہوتا ہے اور اس کی جگہ ایک دوسری حملہ آور حکومت لیتی ہے تو عموماً اسی قسم کی طوائف الملو کی ہوا کرتی ہے اور ہر شخص جو اس کے ہاتھ لگے، اسے لے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے ''غلول'' مال غنیمت میں خیانت کو سنگین جرم قرار دیا ہے اور اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، فرمایا۔ ''مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ'' (۱) یادرہے کہ قرآن کریم جب کسی کام کا انتساب نبی کی جانب کر کے اس کی نفی کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ بتانا ہوتا ہے کہ یہ عمل انتہائی برا اور گناہ عظیم ہے۔ اس کی شناعت وقباحت کو مزید سنگین بناتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا گیا۔ ''وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''۔

علامہ کشمیریؒ کے درس کی ایک خصوصیت

فرمایا ابا جی کا ایک خاص انداز تنقیح رجال وتعارف شخصیات تھا، سبق کے دوران جب کسی شخصیت کا حوالہ دیتے تو اس سے متعلق جامع اور بصیرت افروز گفتگو فرماتے، اس کے محاسن، محامد، کارناموں کا تذکرہ فرماتے، اس کے مقام ومرتبے کو اُجاگر کرتے تھے، لیکن کوئی علمی فروگزاشت صادر ہوتی تو اس کی جانب

---

(۱) وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ط وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۶۱)

ترجمہ: اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے اور جو کوئی چھپاوے گا وہ لائے گا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے پھر پورا پاوے گا ہر کوئی جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

بھی متوجہ کرتے، یہ ساری گفتگو کتابوں کے حوالے کے ساتھ ہوتی۔ ایک روز کسی مناسبت سے دوران درس خواجہ ابوطالب کے ایک طویل قصیدے کا ایک شعر سنایا اور فرمایا کہ یہ قصیدہ کل ۸۴ اشعار پر مشتمل ہے۔ طلبہ کے اصرار پر پورا قصیدہ زبانی سنادیا، اسی دوران بعض طلبہ کے استفسار پر فرمایا کہ مولانا روم کے یہاں آورد ہے جب کہ شیخ سعدیؒ کے یہاں آمد ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اباجی شیخ سعدیؒ کے شعر وسخن کے معترف تھے، مگر مولانا روم کے کچھ زیادہ قائل نہ تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کا ہشت پہلو حلقۂ درس

فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حلقۂ درس اصحاب کمال کی انجمن ہوا کرتا تھا، ہر ذوق کے حاملین اور ہر علم کے شوقین موجود ہوتے تھے اور آپ ہر ایک کی بھرپور تسکین کا سامان بہم پہنچاتے، شعراء وادباء بھی ہوتے، محدثین وعلماء بھی، مفسرین ومؤرخین بھی، انساب کے ماہرین بھی۔ آپ کے حلقۂ درس میں ہر ایک کو اپنی مراد ملتی۔ ایک روز حلقہ میں ایک شاعر آیا اور اس نے ایک سو اشعار پر مشتمل اپنا قصیدہ پڑھ کر سنایا، اس کے جانے کے بعد حاضرین حلقہ کے درمیان ایک مصرعہ کی بابت اختلاف ہوگیا، کچھ لوگ یہ مصرعہ کچھ الفاظ کے ساتھ پڑھتے جب کہ حضرت ابن عباسؓ دوسرے الفاظ کے ساتھ، جب فریق ثانی نے اپنے موقف پر اصرار کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس طرح میں کہہ رہا ہوں، مصرعہ اسی طرح ہے اور اسی وقت وہ سارے سو کے سو اشعار زبانی سنادیے، جس سے تمام شرکائے حلقہ دنگ رہ گئے۔

قیامت سے متعلق پیشین گوئیاں غیروں کے لئے نہایت مؤثر

احقر مرتب سے خطاب کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ احادیث میں حضور اکرم ﷺ نے مستقبل کی بابت جو پیشین گوئیاں فرمائیں اور جو علامات قیامت بیان کیں، انہیں سلسلہ وار مرتب انداز میں ترقی یافتہ زبانوں میں ترجمہ کر کے زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے کہ یہ غیروں کے لئے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی صداقت کی سب سے مؤثر اور ناقابل تردید دلیل ہوگی۔

شوکانیؒ ہر جگہ ٹانگ اڑاتے ہیں

فرمایا علامہ کشمیری ابن تیمیہ اور ابن قیم کا بکثرت نام لیتے اور ان کے علم وفضل کا کھل کر اعتراف کرتے تھے، لیکن جہاں شوکانی کا نام آتا، جوش میں آجاتے اور فرماتے کہ شوکانی اس جگہ بھی دخل اندازی کرتے ہیں جہاں انہیں کچھ پتہ نہیں، زبردستی ہر جگہ ٹانگ اڑائے پھرتے ہیں، مزید فرماتے شوکانی کو قبر سے نکال کر لاؤ ایک کمرے میں اسے بند کر دو اور ایک میں مجھے، کسی کے پاس کوئی کتاب نہ ہو اور دونوں سے کہا جائے کہ فلاں موضوع پر کتاب لکھو، پھر دونوں کی تحریریں ارباب علم کو پیش کی جائیں کہ وہ فیصلہ کریں کس کے یہاں علم ہے اور کس کے یہاں صرف دعوے؟

عدی! اگر تم میرے بعد زندہ رہے....

فرمایا کہ حضرت عدیؓ بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ ''حیرہ'' سے دو آدمی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے ''حیرہ'' کے حالات دریافت کیے، پھر مجھ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا عدی! تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا دیکھا تو نہیں ہے، مگر سنا ضرور ہے۔ فرمایا عدی! اگر تم میرے بعد زندہ رہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ ایک عورت ''حیرہ'' سے تنہا حج کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر

کرے گی، مگر اس پورے طویل سفر میں اسے خدا تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ عدی! تم زندہ رہے تو یہ بھی دیکھ لوگے کہ فرماں روائے فارس: کسریٰ کے خزانہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا اور عدی! تمہاری زندگی نے وفا کی تو یہ بھی دیکھوگے کہ مال و دولت کی اتنی فراوانی ہوگی کہ ایک شخص زکوٰۃ کا مال لے کر مستحق کو تلاش کرے گا، مگر اسے کوئی لینے والا نہ ملے گا۔

حضرت عدیؓ کا بیان ہے کہ ''حیرہ'' سے ایک عورت کے تنہا حج کرنے اور بخیر و عافیت واپس جانے کی پیشین گوئی تو میری آنکھوں کے سامنے پوری ہوگئی۔ جہاں تک کسریٰ کے خزانہ پر قبضہ کی بات ہے تو اس فوج میں خود میں بھی شامل تھا جس نے فارس فتح کیا، البتہ تیسری پیشین گوئی میری زندگی میں پوری نہ ہوئی۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ تیسری پیشین گوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دورِ حکومت میں پوری ہوگئی، جب ان کے عدل وانصاف کی برکت سے ہر شخص خوش حال اور فارغ البال ہو گیا تھا اور کوئی مستحق زکوٰۃ نہ رہ گیا تھا۔

فقہ حنفی حدیث کے عین مطابق ہے

فرمایا علامہ کشمیریؒ نے ایک بار فرمایا کہ میں نے اپنی زندگی کے پینتیس سال اس پر خرچ کر دیے کہ دیکھوں فقہ حنفی حدیث کے مطابق ہے یا نہیں، چناں چہ الحمد للہ اب مطمئن ہوں کہ فقہ حنفی حدیث کے عین مطابق ہے اور جس مسئلہ میں دوسرے ائمہ کے پاس جس درجہ کی حدیث ہے، احناف کی تائید میں بھی کم از کم اسی درجہ کی یا اس سے اونچے درجہ کی حدیث موجود ہے۔ ہاں تین مسائل ایسے ہیں جن میں احناف کا مسلک دوسرے ائمہ سے باعتبار دلیل کمزور معلوم ہوتا

ہے۔ان میں سے ایک ''خمر'' کا مسئلہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف ''خمر عنب'' انگوری شراب ہی حرام ہے، ہر نشہ آور چیز خمر کے حکم میں نہیں۔ جب کہ امام شافعیؒ ہر مسکر کو حرام قرار دیتے ہیں۔ان کی دلیل ہے حدیث شریف ''كل مسكر حرام''(۱) نیز ''ما أسكر كثيره فقليله حرام ''(۲) لیکن علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے ''خمر'' سے اس کا مصداق ثانوی مراد لیا ہے، یعنی ''ماخامر العقل'' اور وہ انگوری شراب ہی ہے، جب کہ امام شافعیؒ نے مصداق اولی مراد لیا ہے، یعنی ''الخمر ما أسكر الرجل'' جب کہ ''اسکار'' نتیجہ مخامرۂ عقل ہی ہے اور اس کی نظیر کے طور پر جامی کا یہ شعر پیش فرمایا:

چشم بکشا، زلف بشکن جان من   بہرِ تسکین دلِ بریانِ من

کہ بظاہر تو محبوب سے مخاطب ہیں جو مراد اولی ہے۔ثانیاً ان دونوں مصرعوں میں حضرت علیؓ کا نام لیا ہے۔ وہ اس طرح کہ عربی میں چشم کے لئے عین ہے اور کشود کے لئے فتح ہے یعنی عین مفتوح۔ زلف سے لام لیا بشکن عربی میں تکسیر ہے یعنی لام کو کسرہ دو ''بہر تسکین'' سے مراد سکون دے دو، بریاں سے یا اس طرح عین کو فتح، لام کو کسرہ، یا سکون مجموعہ علی ہوگا یہ مراد ثانوی ہے۔

(۱) عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل مسكر خمر وكل مسكر حرام ومن مات وهو يشرب الخمر ويد منها لم يشربها في الأخرة. (ابوداؤد، في الاشربة، باب ماجاء في السكر: ۲/ ۲۱۸)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے اور جس شخص کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ شراب کا عادی تھا تو ایسا شخص آخرت میں شراب پینے کو نہیں نہیں پائے گا۔

(۲) عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أسكر كثيره فقليله حرام

ترجمہ: حضرت جابر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

مزید وضاحت اس سے ہوگی کہ ایک بزرگ سبزی فروش کی دکان سے گزر رہے تھے۔ ایک خریدار نے سویا (ترکاری) کا بھاؤ معلوم کیا دکاندار نے بتادیا۔ اس نے پھر پوچھا چوکا (ترکاری) کا کیا ہے سبزی فروش بولا ”جو سویا وہی چوکا“ بزرگ یہ سن کر وجد میں آگئے۔ حالاں کہ سبزی فروش کا مطلب یہ تھا کہ دونوں کا بھاؤ ایک ہے اور یہ مراد اولی ہے، لیکن بزرگ نے یہ سمجھا کہ جو پڑ کر سو گیا، وہ چوک گیا یہ مراد ثانوی ہے۔

مراد اولی اور مراد ثانوی

فرمایا ایسے ہی میں سمجھتا ہوں کہ آیت ”لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ“(۱) الخ کی دو مرادیں ہیں: ایک وہ جو حضرت ابن عباسؓ نے بیان کی۔ دوسری یہ کہ مشرکین قیامت کا مذاق اڑاتے تھے۔ ادھر قرآن قیامت پر زور دیتا تو کفار بطور استہزاء پوچھتے کہ یہ بتلاؤ قیامت کب آئے گی؟ مثلاً: أیان یوم الدین؟ أیان یوم القیامة“ وغیرہ رسول ان سوالات کا جواب بعجلت دینا چاہتے تھے جس سے آپ کو روکا گیا کہ آپ جواب میں عجلت نہ کیجئے، ان کا جواب ہم دیں گے، یہ آیت کی مراد اولی ہے اور سورۂ قیامہ کے مضامین کے مناسب اور مربوط اور ابن عباس کی روایت آیت کی مراد ثانوی ہے۔ اس کے پیش نظر ربط ضروری نہ رہا۔ ایسے ہی میں کہتا ہوں کہ خمر کے دو مصداق ہیں: صرف شراب انگوری اور دوسری ہر نشہ آور چیز جس کے استعمال سے عقل جاتی رہے۔ ایک مصداق ابوحنیفہ الامام نے لیا، دوسرا امام شافعی نے، پھر جھگڑا کیا رہا؟

(۱) لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (القیمة:۱۶) ترجمہ: نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان تا کہ جلدی اس کو سیکھ لے۔

قرآن کریم میں ربط آیات

فرمایا حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ قرآن مجید میں ربط آیات کے پیچھے پڑے ہیں، حالاں کہ قرآن مجید کے مضامین کی مثال ایسی ہے جیسے شملہ، کشمیر وغیرہ کے فطری مناظر کہ وہاں کوئی خاص ترتیب نہیں ہے۔

علامہ عثمانی نے مزید لکھا ہے کہ قرآن مجید میں کسی مناسبت معہودہ سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال ہو جاتا ہے، پھر مضمون اول کی طرف عود ہوتا ہے۔ پس اس درمیانی مضمون کو ہم ربط نہیں کہتے۔ کیوں کہ ہم اس مناسبت سے واقف نہیں ہیں جو متکلم کے ذہن میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ بھی مناسبت وقت سے احکام میں جمع کرتے تھے۔ مثلاً کہیں عقائد کے ساتھ نماز کا ذکر ہے، کہیں زکوٰۃ اور حج وغیرہ کا۔

فرمایا امام رازیؒ نے بھی ربط آیات پر بہت زور دیا ہے اور دلائل کا انبار لگا دیا ہے۔ انہوں نے ''نہایۃ العقول'' ایک کتاب لکھی جو طبع نہیں ہوئی، اس میں تمام مسائل فلسفہ وشرع پر بڑا مفصل کلام کیا ہے، مگر خود ایک جگہ اعتراف کیا ہے کہ ہمارے دلائل سب بے کار ہیں، ان سے زیادہ صحیح اور بہتر علم یقین کا ذریعہ وہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے یعنی مناظر قدرت سے استدلال۔

صرف کلمۂ توحید پر اکتفا کی حکمت

فرمایا ایک مرتبہ حضرت علامہ کشمیریؒ نے علامہ عثمانیؒ سے فرمایا مولوی صاحب! کہیں آپ کی نظر سے یہ گزرا کہ حضور اکرم ﷺ جب بھی کبھی ایمان وتوحید کا ذکر فرماتے ہیں تو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ محمد رسول اللّٰہ بھی فرماتے ہیں۔ اسی طرح سے عموماً احادیث میں وارد ہوا ہے۔ خواہ لفظ شہادت

کے ساتھ ہو"أشهد أن لا إله الاّ الله وأشهدُ أن محمداً رسول الله"اور خواہ لفظ شہادت کے بغیر۔ یہی التحیات میں بھی ہے اور اذان میں بھی، نیز دیگر تمام مواقع پر بھی، مگر وفات سے ذرا پہلے رسول اکرم ﷺ نے صرف کلمہ طیبہ کا ذکر فرمایا۔"من کان آخر کلامه لا إله الا الله وجبت له الجنة"(۱) اس موقع پر"محمد رسول الله" کا ذکر نہ فرمایا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

علامہ کشمیریؒ نے فرمایا اس کی دو وجہیں ہیں: پہلی یہ کہ شہادتین کا جزء اول یعنی"أشهد أن لا إله إلاّ الله" یا محض"لا إله إلاّ الله" یہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں میں مشترک رہا ہے، البتہ جزء دوم "أشهدُ أن محمداً رسول الله" یا "محمداً رسول الله" صرف اسی امت کے لئے ہے، سابقہ امتوں پر اپنے انبیاء کی رسالتوں اور نبوتوں کا اقرار ضروری تھا۔

کلمہ طیبہ سید الاذکار ہے جزء اول غیر متبدّل ہے اور دوسرا جزء یعنی محمد الخ متبدّل لیکن اب یہ جزء بھی قیامت تک نہ بدلے گا کہ آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک مستمر ہے۔

فرمایا یہی وجہ ہے کہ زمانہ فترت نبوت یا ایسے علاقے کے لوگوں کے لئے جنہیں دعوت نہ پہنچ سکی اور ان کے پاس کوئی رسول یا نبی نہ آئے، صرف وحدانیت باری پر ایمان لانا ضروری ہے اور وہی باعث نجات۔

تاکہ ذاکرین میں شمار ہو

دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ"لا إله إلاّ الله" افضل

---

(۱) عن معاذ قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم "من کان آخر کلامه لا إله إلا الله وجبت له الجنة".
(مسند احمد: ۵/۲۴۷) ترجمہ: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کی آخری بات کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہو اس کے لئے جنت لازم ہوگئی۔

الذکر اور سید الاذکار ہے تو وفات کے وقت صرف کلمہ طیبہ پر اکتفا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی خواہش ہے کہ میرا امتی جب دنیا سے رخصت ہو رہا ہو تو اس حال میں کہ کلمہ طیبہ اس کی زبان پر ہو، تا کہ اس کا شمار ذاکرین میں کیا جائے۔

شیخ سہروردیؒ سراپا سنت ہیں

فرمایا شیخ اکبر محی الدین ابن العربی نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو دور سے دیکھا اور انہوں نے شیخ اکبر کو۔ بعد میں کسی نے شیخ سہروردی سے پوچھا آپ نے شیخ ابن العربی کو کیسا پایا؟ فرمایا "بحر الحقائق لا ساحل له" حقائق ومعارف کے بحر ناپیدا کنار ہیں۔ شیخ سہروردی کی بابت شیخ اکبر سے پوچھا گیا تو فرمایا "السنة من الرأس إلى القدم" وہ سر سے پیر تک سنت ہیں یعنی سراپا سنت ہیں۔ دونوں نے یہ دور سے ہی دیکھ کر رائے قائم کی، مگر بالکل درست تھی۔

ایمانیات، طاعات ومعاصی میں مراتب

اس موقع پر فرمایا کہ جس طرح عبادات وطاعات اور معاصی ومنہیات میں مراتب ہیں، اسی طرح ایمانیات میں بھی مراتب ملحوظ ہیں۔ چناں چہ وحدانیت باری کا اقرار جزء اول واعظم ہے۔ اس کے بعد ملائکہ، کتب سماویہ، انبیاء ورسل اور جنت ودوزخ کا اقرار، یہی وجہ ہے کہ حضرات صوفیائے کرام نے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ذاکر کو چاہئے کہ ننانوے مرتبہ "لا إله إلا الله" کا ورد کرے تو ایک مرتبہ آہستہ سے "محمد رسول الله" کا۔ یہ اس لیے کہ کہیں وحدانیت میں اس قدر مشغول نہ ہو جائے کہ رسالت ونبوت سے توجہ ہٹ جائے۔

فرمایا اسی لئے مسئلہ یہ ہے کہ نزع کے وقت لوگ حلقہ بنا کر جاں بلب شخص کے ارد گرد اتنی بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کریں کہ وہ سن سکے، مگر اسے تلقین نہ کریں اور

نہ پڑھنے کے لئے کہیں کہ کہیں خدانہ خواستہ شدت تکلیف کی وجہ سے وہ انکار کر دے اور اگر اس نے ایک بار کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو اب توقف کریں کہ ایک بار پڑھ لینا کافی ہے، الا یہ کہ وہ اس کے بعد امور دنیا میں مشغول ہو جائے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ

فرمایا حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نانوتوی اولین صدر المدرسین دار العلوم دیوبند مجذوب صفت تھے۔ بعض دفعہ جذب میں آکر ڈنڈا لے کر نکلتے اور کہتے کہ مجھ کو یہاں درس میں پھنسا دیا۔ حاجی محمد عابد صاحب کو فرماتے کہ یہ تو دکان لے کر بیٹھ گیا (تعویذ وغیرہ کرنے کی وجہ سے) مولانا نانوتویؒ کے متعلق فرماتے کہ یہ پیر بن کر بیٹھ گیا۔ غرض جب جلال میں کمرے سے باہر نکلتے تو کوئی سامنے نہ آتا تھا، یہ دونوں حضرات بھی حجروں میں بند ہو جایا کرتے تھے۔

مردہ کی زبان سے کلمہ طیبہ جاری

اس تعلق سے حضرت شاہ صاحبؒ نے متعدد واقعات سنائے۔ ایک واقعہ یہ سنایا کہ حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی فرنگی محلیؒ نے لکھا ہے کہ لکھنؤ میں ان کے ماموں تھے، مولانا ضیاء الحق صاحب۔ ان کی شخصیت حد درجہ متنازع تھی۔ لکھنؤ کے کچھ لوگ ان کے معتقد اور کچھ انتہائی متنفر اور مخالف۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ان کے پاس دونوں ہی قسم کے لوگ جمع تھے۔ جو معتقد تھے، حلقہ بنائے کلمہ طیبہ کا ورد قدرے بلند آواز سے کر رہے تھے، مگر ہوا یہ کہ ان کی زبان پر ایک بار بھی کلمہ طیبہ جاری نہ ہوا اور روح پرواز کر گئی، بس پھر کیا تھا مخالفین اسے لے اڑے کہ دیکھو کیسا بدبخت شخص تھا کہ آخری وقت میں زبان پر کلمہ طیبہ بھی جاری نہ ہو سکا اور بھی طرح طرح کے طعنے کسنے لگے، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں

کہ اچانک نعش میں حرکت ہوئی اور زبان سے بہ آواز بلند کلمہ طیبہ جاری ہوگیا۔ یہ منظر دیکھ کر موافق ومخالف، معتقد ومتنفر سبھی حیرت زدہ رہ گئے اور ساتھ ہی مخالفین کی زبان طعن بھی بند ہوگئی۔

کلمہ طیبہ کی تاثیر

کلمہ طیبہ کی برکت کے تعلق سے فرمایا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو شخص خودکشی کرتا ہے اس کی سزا یہ ہوگی کہ وہ اسی آلے سے اپنے آپ کو قتل کرتا رہے گا اور یہ سلسلہ جہنم میں بھی باقی رہے گا، مگر علامہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ کلمہ طیبہ ایک نہ ایک روز اسے بھی جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچادے گا۔ کیوں کہ خودکشی بہرحال ایک گناہِ کبیرہ ہے، شرک وکفر نہیں ہے۔

اب یہ قیامت سے پہلے نہ اٹھ سکے گا

فرمایا مولانا عبدالغنی صاحب ''پھلاوُدہ'' ضلع میرٹھ کے تھے، یہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتویؒ کے شاگرد تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ مولانا نانوتویؒ ایک بار کسی گاؤں سے گزرے، وہاں کے لوگوں نے مولانا کو روک لیا، وہاں سنی بھی تھے اور شیعہ بھی کافی تھے اور ان ہی کا زور تھا۔

سنیوں نے مولانا کا وعظ کرایا۔ مولانا نے مذہب شیعہ کی خوب دھجیاں بکھیریں۔ شیعہ بھی جلسہ میں موجود تھے، ان کو یہ بات ناگوار ہوئی، لیکن تدبیر سے کام لیا، مولانا سے کہا کہ ہم بھی اپنے یہاں وعظ کرانا چاہتے ہیں۔ مولانا نے قبول کرلیا، شیعوں نے تار دے کر اپنے یہاں لکھنؤ کے بڑے مجتہد کو بلالیا، وہ جب آیا اور تفصیل معلوم ہوئی تو کہا کہ میں مناظرہ تو مولانا سے کروں گا نہیں، بلکہ تقریر کے دوران کچھ سوالات کروں گا تاکہ عوام پر اچھا اثر ہو۔

شیعوں نے مولانا کے لئے بڑا وسیع پنڈال بنایا۔ مولانا نے تقریر فرمائی اور اس میں ان تمام اعتراضات کا خود ہی جواب بھی دے دیا جو مجتہد نے کاغذ پر لکھے تھے۔ اس پر وہ شیعہ عالم بہت خفیف ہوا، پھر شیعوں نے یہ حرکت کی کہ ایک شیعہ شخص کو آمادہ کر کے اس کا جنازہ تیار کیا اور مولانا کے پاس گئے کہ ہمیں آپ سے عقیدت ہو گئی ہے اور ایک شخص نے مرتے وقت یہ وصیت کی ہے کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ مولانا نے معذرت کی، جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو مولانا نے فرمایا کہ اچھا تو اس میت کی نماز مجھ سے ہی پڑھوانا چاہتے ہو؟ یہ بات دو بار کہی، پھر مسجد میں گئے، وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے مناجات کی۔ شیعوں نے اس سے کہہ رکھا تھا کہ جیسے ہی مولانا پہلی تکبیر کہیں، تم اٹھ کھڑے ہو جانا۔ مولانا نے نماز شروع کر دی اور ختم بھی کر دی لیکن وہ نہ اٹھا، اس کی روح قبض ہو چکی تھی، ایک شیعہ نے قہقہہ مارا، گویا اس پر کہ مولانا دھوکہ میں آ گئے اور نماز پڑھا دی۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ میں نے نماز مردہ کی پڑھائی ہے اور اب یہ قیامت سے پہلے نہیں اٹھ سکتا۔

امام مالکؒ کے فرمودات ضائع ہو گئے

فرمایا امام مالک علیہ الرحمہ کے بیش تر ملفوظات ضائع ہو گئے، حالاں کہ یہ بہت قیمتی تھے، فرمایا اس کی ایک بڑی وجہ غالباً یہ رہی کہ اس وقت امت کی تمام تر توجہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی حفاظت و تدوین پر مرکوز رہی، لہٰذا حضرت امام مالکؒ اور دوسرے بہت سے تابعین و تبع تابعین کے فرمودات سے لوگوں نے اعتنا نہ کیا، فرمایا کہ یہ حضرات چوں کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ سے بہت قریب تھے، اس لئے ان کے ملفوظات کی بنیاد ارشادات نبوی اور آثار صحابہ ہوا کرتے تھے اور یہ

ملفوظات درحقیقت ان احادیث وآثار کی تشریح کی حیثیت رکھتے تھے۔

علم سے پہلے ادب سیکھو

فرمایا امام مالکؒ کے یہاں جب کوئی پڑھنے کے لئے آتا تو اس سے فرماتے پہلے انسان بنو، پھر علم حدیث حاصل کرو۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پہلے ادب سیکھو، تہذیب وشائستگی اختیار کرو، اس کے بعد ہی تم علم حاصل کرنے کے لائق ہوسکتے ہو اور اسی وقت علم سے خود بھی مستفید ہوسکو گے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاسکو گے۔ چناں چہ شیخ سعدی نے فرمایا:

بے ادب محروم شد از فضل رب

فرمایا امام مالکؒ کے اس ارشاد کی بنیاد وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی تخریج امام بخاری نے بخاری شریف میں کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ثلاثة لهم أجران" تین اشخاص ایسے ہیں جنہیں دو اجر ملیں گے: ان میں سے ایک وہ آقا ہے جس کے پاس کوئی باندی ہو اور وہ "أدبها فأحسن تأديبها، وعلّمها فأحسن تعليمها" (۱) آقا باندی کو ادب سکھائے اور اچھی طرح، پھر اسے علم

---

(۱) قال عامر الشعبی حدثني أبوبردة عن أبيه قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم ثلثة لهم أجران رجل من أهل الكتاب امن بنبيّه وامَنَ بمحمد والعبد المملوك إذا أدّى حق الله وحق مَولاه ورجل كانت عنده أمة يطأها فأدّبها فأحسن تأديبها وعلّمها فأحسن تعليمها ثم أعتقها فتزوجها فله أجران (بخاري، كتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته: ۱/ ۲۰)

ترجمہ: عامر شعبیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا حضرت ابوبردہؓ نے اپنے والد کے واسطے سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین آدمیوں کو دگنا ثواب ملے گا، ایک اہل کتاب میں کا وہ آدمی جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور مجھ پر بھی۔ دوسرا وہ غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے آقا کا بھی اور تیسرا وہ آدمی ہے جس کے پاس کوئی باندی ہے جس سے وہ صحبت کرتا ہے اس نے اس باندی کی اچھی تربیت کی اور عمدہ تعلیم دی اور پھر اسے آزاد کر کے اپنی بیوی بنالیا۔

سے آراستہ کرے اور بہ خوبی، اس حدیث میں تلقین ادب کو تعلیم پر مقدم فرمایا گیا۔

ہم اللہ سے تمہاری رپورٹ کریں گے

فرمایا حضرت مولانا نانوتویؒ نے ایک دفعہ دیوبند کے مسلمانوں سے محضر تیار کرا کے حکومت سے اجازت چاہی کہ ہم خود قاضی مقرر کریں گے، جو ہمارے مقدمات کا فیصلہ کیا کرے۔ چنان چہ مولانا یعقوب صاحبؒ قاضی مقرر ہوئے، چند ماہ تک ایک مقدمہ بھی سرکاری عدالت میں نہیں گیا۔ اس وقت دیوبند کا تھانہ دار مسلمان تھا، مگر شریر طبیعت، حضرت نانوتویؒ سے آکر کہنے لگا کہ آپ نے بغاوت کا ارادہ کیا ہے۔ فرمایا نہیں! بلکہ یہ تو حکومت کی مدد ہے۔ کہا نہیں، میں آپ کی رپورٹ کروں گا، فرمایا! اچھا جاؤ رپورٹ کرو، ہم اللہ سے تمہاری رپورٹ کریں گے، چنان چہ وہ چلا گیا۔

ٹھیک عید الفطر کے روز جب وہ تھانہ دار بن سنور رہا تھا اور سب گھر والے بے حد خوش تھے اور بیسیوں گھڑے دودھ کے گاؤں سے ہدیے تحفے میں آرہے تھے، عیدگاہ جانے کا وقت تھا کہ سہارنپور پولیس کپتان ایک گارڈ کے ساتھ تھانہ دار کے مکان پر آیا اور ہتھکڑیاں ڈال کر بازار کے راستہ سہارنپور لے گیا۔ بازار کے ہندو دیکھ کر کہتے تھے کہ بہت اچھا ہوا، اس نے ہم کو پریشان کر رکھا تھا۔

جاتے وقت اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ سب کچھ مولانا کے غصہ کی وجہ سے ہوا ہے، تم مولانا کے پاس جا کر میرا قصور معاف کرانا، وہ مسجد چھتہ میں آیا، جہاں اتفاق سے اس وقت حضرت مولانا نانوتویؒ موجود نہ تھے، البتہ مولانا یعقوب صاحبؒ مل گئے، لڑکے سے کہا کہ اب کیوں ہمارے پاس آئے ہو۔ جاؤ! رپورٹ کرو، ہم نے بھی رپورٹ کر دی ہے۔

داراشکوہ کی ماں کی خطرناک سازش

حضرت اورنگ زیبؒ عالم گیر کا ذکر چل نکلا تو فرمایا، عالم گیرؒ کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ شاہ جہاں کی دیگر بیگمات زندہ تھیں، ان میں سے داراشکوہ کی والدہ کی جانب شاہ جہاں کا زیادہ التفات تھا۔ داراشکوہ کی ماں کی بڑی خواہش یہ تھی کہ شاہ جہاں کے بعد تاج وتخت کا مالک میرا بیٹا بنے۔ چوں کہ عالم گیر میں بچپن سے فضل وکمال، نیکی وراست بازی اور شجاعت وبہادری کے آثار نمایاں تھے، اس لئے داراشکوہ کی ماں یہ چاہتی تھی کہ ایسا کچھ ہوجائے کہ ''نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری'' عالم گیر ہی نمٹ جائے۔

فرمایا قرآن کریم نے کتنی عمدہ بات کہی ہے۔ ''إِنَّ كَيْدَهُنَّ عَظِيمٌ'' ہمارے معاشرے میں بھی ''گھوڑے کا چکر اور عورت کا مکر'' مشہور ہے۔ یہاں بھی عورت نے مکر کیا اور کتنا عظیم، کیسا خطرناک؟ عالم گیر قریب البلوغ، کوئی بارہ تیرہ برس کی عمر، اپنے اتالیق کے پاس سے پڑھ کر واپس آرہے تھے، ایک طرف بستہ حمائل کئے اور دوسری طرف تلوار، جب قلعہ کے دروازے کے قریب پہنچے، اچانک مست ہاتھی ان کی طرف بڑھا، یہ منظر جھروکے سے خود شاہ جہاں اور برابر میں اس کی چہیتی بیوی داراشکوہ کی ماں دیکھ رہی تھی۔ یہ خوش کہ ابھی چشم زدن میں عالم گیر کا کام تمام اور میرے لاڈلے کی ولی عہدی کا راستہ صاف، مگر سچ کہا کسی نے ''تدبیر کند بندہ، تقدیر زند خندہ''

عالم گیر سمجھ گئے فوراً تلوار میان سے نکالی اور مست ہاتھی پر ایسا زور کا وار کیا کہ آن واحد میں اس کی سونڈ کٹ کر زمین پر گرگئی، ہاتھی بلبلایا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

عالم گیر ہی نظام مملکت سنبھالنے کا اہل ہے

اسی ذیل میں فرمایا کہ خود شاہ جہاں بھی داراشکوہ کو زیادہ چاہتا تھا اور اس کی بھی خواہش یہی تھی کہ میرے بعد تخت وتاج کا مالک یہی بنے۔ شاہ جہاں نے مختلف علاقوں میں اپنے صاحب زادوں کو گورنر نامزد کر رکھا تھا۔ عالم گیر کو بھی دکن کا گورنر بنایا۔ داراشکوہ کو آئے دن ہدایات جاری کی جاتیں تاکہ وہ کاروبار حکومت تمام بھائیوں سے زیادہ بہتر اور مستحکم انداز میں انجام دے، پھر ایک مرتبہ ایسا کیا کہ اپنے وزیراعظم مفتی سعدالدین رام پوری کو ان تمام علاقوں میں بھیجا کہ وہ جاکر بہ چشم خود تمام حالات کا جائزہ لیں اور پھر آکر بادشاہ کو رپورٹ دیں کہ کاروبار مملکت سنبھالنے کا زیادہ اہل کون ہے؟ ان کی آمد سے دیگر صاحب زادوں کو پیشگی اطلاع کردی گئی، بہ طور خاص داراشکوہ کو خصوصی ہدایات بھیجی گئیں کہ ان کی خوب خاطر مدارات کرو، ان کے سامنے عدالت میں اس طرح بیٹھو وغیرہ وغیرہ، مگر عالم گیر کو مطلق خبر نہ ہونے دی۔

مفتی سعدالدین تمام صاحب زادگان کے یہاں گئے، کاروبار حکومت دیکھا، نظم ونسق کا جائزہ لیا، علاقے کا دورہ کرکے عوام کے حالات وخیالات معلوم کیے۔ وہ سب سے زیادہ عالم گیر سے متاثر ہوئے اور واپس آکر شاہ جہاں کو رپوٹ دی کہ جملہ شہ زادوں میں عالم گیر کے اندر صلاحیت کہیں زیادہ ہے اور وہی کاروبار مملکت سنبھالنے کا اہل ہے۔

شہ زادہ پابہ جولاں دہلی لایا گیا

حضرت شاہ صاحبؒ نے عالم گیرؒ ہی کی بابت فرمایا کہ جب وہ سریرآرائے

سلطنت ہوئے اور ان کے صاحب زادے کاروبار حکومت میں ہاتھ بٹانے کے قابل تو انہیں بعض علاقوں میں تعینات کیا، مگران کی بھرپور خبر رکھتے تھے۔ ایک بار عالم گیر کو اطلاع ملی کہ گلبرکہ میں خواجہ گیسو درازؒ کے مزار پر عوام الناس جمع ہوئے، وہاں بعض شرابی بھی آگئے، انہوں نے بڑا اودھم مچایا، شہزادہ بھی وہاں تھا، مگر اس نے ان اوباشوں کے خلاف کوئی بھی کارروائی نہ کی۔ عالم گیر نے قاصد بھیجا اور اس کے ساتھ نہایت سخت تحریر بھیجی کہ تمہارے بارے میں اس طرح کی شکایت ملی ہے، اس لئے تمہیں گرفتار کرنے کے لئے فلاں آدمی کے ساتھ ایک نفری بھیج رہا ہوں، خبردار جو تم نے ذرا بھی مزاحمت کی، پابہ جولاں دہلی حاضر ہو جاؤ کہ قانون وانصاف کی نظر میں رعیت زادہ اور شہزادہ دونوں برابر ہیں۔

حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ

فرمایا سید احمد شہید رائے بریلویؒ نے آخر میں ایک شادی اور کرلی تھی۔ پہلے روز صبح کو آنکھ دیر میں کھلی۔ فجر کی پہلی رکعت تو مل گئی، مگر تکبیر تحریمہ نہ ملی۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب بڈھانوی امامت کررہے تھے، انہوں نے سب لوگوں کو روک لیا اور نماز کے بعد وعظ کہا، جس میں نماز کی فضیلت کا ذکر کیا اور یہ بھی فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو پیر بنے ہوئے ہیں، دوسروں کو تلقین کرتے پھرتے ہیں اور خود اپنی جوروؤں کی بغل میں سو کر صبح کی نماز میں تکبیر اولیٰ ترک کردیتے ہیں۔ سید صاحب بھی وعظ میں موجود تھے، یہ سن کر آب دیدہ ہوگئے اور فوراً کھڑے ہوکر دست بستہ فرمایا کہ مولانا! مجھ سے غلطی ہوگئی، آئندہ ایسا کبھی نہیں ہوگا، آپ سب دعا کریں کہ خدا میری غلطی معاف کردے۔

شکار کارِ جاہلاں است

فرمایا ایک بار عالم گیر کو اطلاع ملی کہ شہزادہ شکار کے لئے گیا ہوا ہے اور کافی دن ہو گئے واپس نہ آیا۔ فوراً خط بھیجا اور لکھا۔ ''شکار کار جاہلاں است'' فی الفور شکار چھوڑ کر دہلی پہنچو۔

سادات کی بابت عالم گیر کا خیال

فرمایا عالم گیر سیدزادوں سے خوش گماں نہ تھے چناں چہ ان کے بارے میں لکھا۔ ''سادات مانند چوب مسجد اند نہ سوختنی، نہ فروختنی'' سادات مسجد میں لگی ہوئی لکڑی کی طرح ہیں، نہ اسے بیچ سکتے ہیں، نہ جلانے کے کام میں لا سکتے ہیں۔

علم و تحقیق کا وہ دورِ بہار

موجودہ دور کی علم بیزاری پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا۔ ایک زمانہ وہ تھا جب مسرت و ماتم اور خوشی و غم ہر موقع پر لوگ علمی باتیں کیا کرتے تھے، علمی مباحثے، مکالمے اور علمی موشگافیاں اور ایک اب دور آیا ہے غیبت، چغل خوری، سازش، گپ شپ، مجلس بازی، نہ علم سے دل چسپی، نہ علمی گفتگو، فرمایا ایک دفعہ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے امام قدوری اور علامہ محمد اسحاق شیرازی شافعی تشریف لائے، ابھی نماز جنازہ میں دیر تھی، اس لئے حاضرین نے موقع غنیمت جانا کہ وہ فقہی مسالک کے دو جید علماء جمع ہیں کیوں نہ ہم ان سے علمی استفادہ کریں، چناں چہ لوگوں نے معلوم کیا کہ حدود زواجر ہیں یا کفارات؟ اس کی بابت آپ کی کیا آراء ہیں؟ ہمیں مستفید فرمائیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا ان دونوں کے ساتھ ان کے تلامذہ بھی تھے۔ دونوں نے اپنے ایک ایک شاگرد سے کہا تم اس مسئلے میں گفتگو کرو، چناں چہ دونوں شاگردوں نے مسلسل دو گھنٹے تک اس پر مباحثہ کیا۔ فرمایا ابا جی نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی کہ بغیر سابقہ تیاری کے برجستہ ایک فقہی اختلافی مسئلے پر علماء نے نہیں، بلکہ ان کے زیر تربیت تلامذہ نے دو گھنٹے مدلل مباحثہ کیا۔

نواب قطب الدینؒ اور شاہ اسحاق دہلویؒ

فرمایا نواب قطب الدین صاحب دہلویؒ دنیوی امور میں پھنس گئے تھے۔ ایک روز دہلی کے چاندنی چوک سے گزر رہے تھے، اوپر سے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کی نظر ان پر پڑی اور ان کی ایک نظر شاہ صاحب پر، بس کیا تھا بے چین ہوگئے اور فوراً اپنے نوکروں سے کہا مجھے ہاتھ پاؤں باندھ کر شاہ صاحب کے پاس لے چلو، ہر چند نوکروں نے کہا کہ ایسا نہ کیجیے، مگر نہ مانے، اسی طرح شاہ صاحب کے پاس پہنچے اور فرمایا حضرت! سراپا تقصیر غلام کو اپنی غلامی میں قبول کر لیجیے اور اسی وقت توبہ کر کے بیعت کی۔

دعا میں طلب علم کا واسطہ

ذکر چل نکلا آج کل طلبہ مدارس کی دلچسپیوں، مطالبات اور حقوق کا، حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا متقدمین کے شوق علم کو دیکھو! راہ علم میں انہوں نے کیسی کیسی پریشانیاں برداشت کیں، کتنے کتنے دنوں تک فاقے کیے، کتنے دور دراز علاقوں کے دشوار گزار راستوں سے سفر کیے، انہیں پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی

ہے۔ فرمایا ہم اپنی قبولیت دعا کے لئے قرآن کریم، خدا تعالیٰ کی ذات وصفات، انبیاء کرام، صحابہ عظام اور اولیاء اللہ کا واسطہ دیتے ہیں، مگر اس امت پر ایک طویل دور ایسا بھی گزرا ہے، جب ان واسطوں کے علاوہ امت، طلب علم اور اخذ حدیث کے لئے طالبان علم وحدیث، علماء ومحدثین کے اسفار کا بھی واسطہ دیا کرتی تھی اور دعائیں قبول ہوا کرتی تھیں۔ آج اس کا تصور بھی نہیں رہ گیا۔ فیا للأسف!

بادشاہ وقت کے سامنے شاہ شہیدؒ کی حق گوئی

فرمایا حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلویؒ ایک روز جامع مسجد دہلی کے حوض پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی وقت تبرکات قلعہ کو جارہے تھے۔ یہ تبرکات ہر سال ایک بار بادشاہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ حکم یہ تھا کہ اس وقت کوئی شخص بیٹھا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کو تعظیماً کھڑا ہونا ضروری تھا، لیکن حضرت مولانا بیٹھے رہے، بادشاہ سے شکایت کی گئی کہ اسماعیل ایسا گستاخ ہوگیا ہے کہ اب حضور اکرم ﷺ کے تبرکات کی بھی زیارت نہیں کرتا اور نہ ان کی تعظیم کرتا ہے، بادشاہ چوں کہ اس خاندان کی عزت کرتا تھا، اس لئے مولانا کی دعوت کی اور کھانے کے وقت کہا کہ بعض لوگ آپ کی بدخواہی کرتے ہیں اور مجھ کو غلط خبریں پہنچاتے ہیں اور دوران گفتگو کہا کہ سنا ہے آپ تبرکات کی بھی تعظیم نہیں کرتے؟

حضرت مولانا نے فرمایا نہیں، جس نے شکایت کی ہے وہ میرا بدخواہ نہیں، بلکہ خیر خواہ ہے، اس نے سچی بات آپ تک پہنچائی ہے۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ آپ کو یہ بات پہنچ جائے۔ بادشاہ کو اس پر غصہ آگیا اور کہا کہ آپ ایسے جری ہوگئے ہیں کہ اب تبرکات کی بھی تعظیم نہیں کرتے؟ مولانا نے فرمایا بے شک جو حضور اکرم ﷺ کا تبرک ہو، وہ ہزار جان سے تعظیم کے لائق ہے، لیکن جو تبرک

ہی نہ ہو، ہم اس کی تعظیم نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے کہا کیا آپ ان کو تبرک نہیں سمجھتے؟ فرمایا جی نہیں! اور میں کیا خود آپ بھی نہیں سمجھتے کہ اگر یہ واقعی تبرک ہوتے تو آپ ان کی زیارت کو جاتے یا وہ خود آپ کے پاس آتے؟

اس پر بادشاہ نے کہا کہ آپ نے سچ کہا اور اس نے مولانا کی تعظیم کی، پھر مولانا نے بادشاہ سے فرمایا کہ آپ سونے کا کنگن پہنے ہوئے ہیں، یہ شرعاً حرام ہے۔ بادشاہ نے فوراً اتار کر مولانا کی نذر کر دیا۔ مولانا نے فرمایا میں ہرگز نہ لوں گا۔ بادشاہ نے کہا اچھا! خیرات کر دینا، فرمایا آپ خود کر دیں، میں لے کر نکلا تو لوگ کہیں گے کہ کنگن لے کر آ گئے، حق بات نہیں کہی۔

امام بخاریؒ کی طالب علمی

شاہ صاحبؒ نے حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کی طالب علمی کا واقعہ سنایا کہ والد کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا، والدہ کے پاس استطاعت نہ تھی، مگر والدہ کی بھی شدید خواہش کہ بچہ پڑھ لے، ادھر امام بخاری بھی حصول علم کے حریص، کسی نہ کسی طرح مکتبی تعلیم پوری کی، پھر علمائے بخارا کے حلقہ ہائے درس میں شرکت کرنے لگے، جب کوئی حدیث سنتے، یا کوئی مسئلہ تو اسے فوراً قلم بند کرنے کی کوشش کرتے، مگر تنگی معاش کا عالم یہ کہ اتنے پیسے بھی میسر نہ تھے کہ کاغذ خرید سکیں، مجبوراً ایسا کرتے کہ جہاں کہیں کوئی صاف ہڈی ملتی، رکھ لیتے اور اس کے اوپر احادیث اور مسائل لکھ لیا کرتے، جب وہ ہڈی بھر جاتی اسے ایک تھیلے میں ڈال دیتے اس طرح وہ محفوظ ہو جاتی۔ ایک زمانہ تک امام بخاری اسی طرح علم حاصل کرتے اور اسے قلم بند کرتے رہے۔

مگر شوق و جذبے میں کمی نہ آئی، نہ ہمت ہاری، بالآخر دنیا نے دیکھا کہ جو

طالب علم فقر وتنگ دستی کے سبب کاغذ تک خریدنے کی سکت نہ رکھتا تھا، وہی کچھ دنوں کے بعد ''أصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاري'' کا خوش قسمت مؤلف بنا، بلند پایہ محدث ہوا، امام حدیث ہوا، عالم عبقری ہوا، فخر روزگار متقی ہوا اور یکتائے زمانہ فاضل ہوا۔

دیوان امام شافعیؒ کی اہمیت وافادیت

فرمایا امام شافعیؒ کا دیوان پڑھئے، ایک ایک شعر سے سوز دروں ٹپکتا ہوا محسوس ہوتا ہے، ایک ایک مصرع بیش قیمت نصیحت، حکمت وموعظت اور درس عبرت سے لبریز ہے۔ طلب علم کی بابت امام شافعیؒ کا یہ شعر زبان زد خاص وعام ہے:

وَمن لَم یَذُقْ ذُلَّ التعلم ساعَۃً   تَجَرَّعَ ذُلَّ الجھلِ طُولَ حیاتہ

جس شخص نے حصول علم کی لحاتی ذلت گوارا نہ کی، اسے زندگی بھر جہالت کا تلخ گھونٹ پینا پڑے گا۔

اس پر امام مالکؒ کا یہ ارشاد بھی ذکر فرمایا کہ علم دین اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک انسان کو فقر وتنگ دستی کا مزہ نہ چکھادے۔

سر پر جوتے لگانے کی ہندوانہ رسم

فرمایا حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے بیان کیا کہ میں مولانا فیض الدین صاحب کے ساتھ مدراس گیا تھا، وہاں ہندوؤں کے یہاں دیکھا کہ عورتوں اور مردوں سب کے بال منڈے ہوئے ہیں، البتہ تھوڑے سے بال ایک جگہ کو رکھے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہاں مندروں میں ان کو لے جاتے ہیں اور پجاریوں کو کچھ

روپے دیتے ہیں جوان کے سروں پر چند جوتے لگاتے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ کی معاشی تنگی

فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ کی جلالت شان سے کون ناواقف ہے، مگر کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے کس عسرت وتنگ دستی میں علم حاصل کیا، یہ تنگی چند سالہ نہ تھی، بلکہ امام موصوفؒ کی جب شہرت ہونے لگی، اس وقت بھی تنگیٔ معاش میں اس قدر مبتلا تھے کہ خود حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ کے یہاں تھا، دوران گفتگو انھوں نے معاشی تنگی کی شکایت کی، میں نے تسلی دی، جب ان کے پاس سے چلنے لگا تو دیکھا کہ مٹی کا ایک پیلا سا برتن ان کے پاس رکھا ہوا ہے۔ اتفاق سے وہ میرے دامن سے الجھ کر ٹوٹ گیا، امام ابو یوسفؒ کے چہرے پر پریشانی کے آثار صاف دکھائی دینے لگے۔ لیکن زبان سے کچھ نہ کہا، میں نے کہا ابو یوسف! کیا بات ہے، اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ فرمایا گھر میں لے دے کے یہی ایک برتن تھا، جس سے میں اور میری والدہ نہ صرف وضو کرتے تھے، بلکہ اسی سے پانی بھی پیتے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے یہ صورت حال سنی تو بہت متاثر ہوئے اور اپنی طرف سے بطور ہدیہ امام ابو یوسفؒ کو کچھ رقم بھی پیش کی۔

ابو یوسفؒ پستے کا فالودہ کھائے گا

فرمایا امام ابو یوسف کو امام ابو حنیفہؒ نے خود ہی حصول علم کی ترغیب دی تھی اور اپنے پاس بلایا تھا، ان کی والدہ کو معلوم ہوا تو وہ پریشان ہو گئیں، امام صاحب کے پاس آکر کہنے لگیں کہ یہی بیٹا کچھ مزدوری کر کے کماتا تھا، آپ نے اسے

پڑھنے میں لگا دیا، اب گزر بسر کس طرح ہوگی؟ نیز کہا پڑھ کر ہی کیا کرلے گا؟ اگر کوئی کام کرے، ہنر سیکھے تو معاش کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا، امام صاحب نے ان کی والدہ کو تسلی دی اور اپنی جانب سے خفیہ طور پر امداد جاری فرمائی اور ان کی والدہ سے فرمایا، بڑی بی! آپ کہتی ہیں کہ یہ کیا کرے گا؟ سنو ایک دن وہ آئے گا جب تمہارا یہ لڑکا بادشاہوں کے ساتھ پستے کے فالودہ کا ناشتہ کرے گا، چناں چہ وہی ہوا۔ امام ابو یوسف قاضی القضاۃ مقرر ہوئے، بڑی شان وشوکت اور عزت واحترام۔ خلیفہ ہارون رشید ان سے بے حد متأثر، اپنے ساتھ ناشتہ میں شریک کرلیا، جب خلیفہ کے ساتھ ناشتہ کے لئے پہنچے اور بیش قیمتی شاہی فالودہ آیا تو امام ابو یوسف کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ خلیفہ نے پریشان ہو کر پوچھا کیا بات ہے، آپ کی آنکھیں بھر کیوں آئیں؟ فرمایا مجھے اپنی ابتدائی جواں سالی اور اپنی تنگ دستی کا ایک واقعہ یاد آگیا، پھر صورت حال بیان کی اور فرمایا کہ میرے استاذ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب میں ناشتہ میں پستے کا فالودہ کھاؤں گا۔ آج وہ بات حقیقت بن کر میرے سامنے آگئی، اس پر میرا دل بھر آیا اور آنکھیں پرنم ہوگئیں۔

سید احمد شہیدؒ کی دیوبند آمد

فرمایا جب سید احمد شہیدؒ دیوبند تشریف لائے تو دیوبند کی عیدگاہ میں ہزاروں لوگوں نے جہاد کے لئے بیعت کی۔ ایک لمبا سا دوپٹہ پکڑا دیا تھا اور سب نے بیعت کرلی۔ مسجد قاضی کے سامنے جس جگہ اب چکی ہے، اس جگہ کوڑیاں پڑی ہوئی رہتی تھیں، فرمایا کہ اس جگہ سے علم کی بو آتی ہے۔

تجلی طور کی بابت ایک شبہ اور اس کا جواب

احقر مرتب نے دریافت کیا کہ تجلی طور کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غشی طاری ہوئی اور کچھ نہیں ہوا، لیکن پہاڑ اتنا مضبوط اور وزنی وہ ریزہ ریزہ ہو گیا، اس کا عقلی جواب کیا ہے؟ فرمایا کہ علامہ عثمانیؒ نے ایک دفعہ حیدر آباد میں نئی روشنی کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے کہا تھا کہ آج کل بڑے مکانات پر لوہے کے اندر بجلی کا تار لگا کر اس کو پانی کے اندر پہنچا دیتے ہیں، تاکہ بجلی سے وہ مکان محفوظ رہے اور بجلی اس تار میں اتر کر پانی میں جا کر بیکار ہو جائے، کیوں کہ وہ پانی میں اثر نہیں کرتی۔ اسی طرح وہاں تھا کہ پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر چوں کہ نور خداوندی جلوہ افروز تھا، اس لئے وہاں وہ بجلی بے اثر رہی۔

قاضی ایاسؒ کی حیرت انگیز ذہانت

عربوں کی ذہانت، ذکاوت اور قیافہ شناسی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک جگہ چند لوگ جمع تھے۔ اچانک زوردار دھماکہ ہوا، تین عورتیں بھی نزدیک ہی کھڑی تھیں، بعد میں قاضی بصرہ ایاس بن معاویہ نے بتایا کہ میں ان تینوں عورتوں کی کیفیت بالکل درست طور پر بتا سکتا ہوں، لوگوں نے کہا بتایئے! فرمانے لگے ان میں سے ایک حمل سے تھی، دوسری مرضعہ تھی اور تیسری کنواری۔ لوگوں نے حیرت سے معلوم کیا کہ اس کا اندازہ آپ کو کیسے ہوا؟ فرمایا خطرے کے وقت آدمی اپنی سب سے زیادہ محبوب چیز کی فکر کرتا اور بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جب دھماکہ ہوا تو ایک نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا، اس لئے میں نے سمجھا وہ حاملہ ہے۔ دوسری نے پستان پر،

میں نے سمجھا کہ وہ مرضعہ ہے اور تیسری نے اپنی شرم گاہ پر جس سے اندازہ ہو گیا کہ وہ باکرہ اور کنواری ہے۔ لوگوں نے جب تحقیق کی تو بالکل یہی بات نکلی۔

غار حرا کے تقدس کا راز

فرمایا علامہ عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ غار حرار کی طرف گیا، مجھ کو مکہ معظمہ کے سب مقامات سے زیادہ اسی کی طرف میلان تھا، اوپر سے جب وادی میں اترا، جہاں مسیل مار ہے تو وہاں عجیب کیفیت مجھ پر طاری ہوئی، مجھ کو ایسا معلوم ہوا گویا میرا وجود ہی نہیں ہے۔

پھر میں نے ملا علی قاریؒ کی ''مناسک'' میں دیکھا۔ مسلم شریف کی روایت نقل کی ہے جو میرے حافظے میں اس وقت نہ تھی، وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے اسی مقام پر ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ بس اس کا متبرک ہونا ظاہر ہے۔

پنڈت نہرو اور جوش ملیح آبادی

ملک کی موجودہ مسلم بیزار سیاست اور فرقہ پرستوں کی جانب سے مسلمان مخالف زہر افشانی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ملک کی بدقسمتی ہے کہ آج مرکز میں انہی فرقہ پرست اور ہندو انتہا پسند تنظیموں کی سرپرست بی، جے پی کی حکومت ہے جو نہ ملک کی روایات کا پاس کرتی ہے، نہ یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کا۔

فرمایا یہاں کی اعلیٰ اخلاقی اقدار و روایات یہ تھیں کہ جواہر لال نہرو، آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم، ہر دلعزیز شخصیت کے مالک۔ ان کے بے تکلف دوستوں میں زیادہ تر مسلمان۔ انہی میں سے ایک مشہور شاعر جوش ملیح آبادی تھے۔
ایک روز جوش ملیح آبادی صبح ہی صبح ایک نوجوان مسلمان کو لے کر جواہر لال کی کوٹھی

پر پہنچ گئے۔ جواہر لال کسی اہم کام کے لئے گھر سے نکل رہے تھے۔ جوش ان سے ملے اور اس نوجوان کے لئے سفارش کی کہ یہ بے روزگار ہے، اسے آپ کسی جگہ ملازمت میں رکھ لیں۔ جواہر لال غصہ ہو گئے اور کہا کیا میں ملازمتیں اپنی جیب میں لئے پھرتا ہوں؟ یہ کہہ کر جواہر لال کار میں بیٹھ گئے، جوش بھی ان سے کم نہ تھا، دو چار مغلظات دیں اور نوجوان کا ہاتھ پکڑ کر کہا، چل بے! یہ تو بہت بڑا بن گیا ہے۔ جواہر لال تھوڑی دور آگے گئے، گاڑی واپس کرائی، جوش سے معذرت کی اور اس نوجوان کو لے کر سیدھے وزیر مالیات کے پاس پہنچے اور کہا یہ مسلمان ہے اور بے روزگار، اسے آج شام تک ملازمت مل جانی چاہئے چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

جب کہ یہ وہ زمانہ تھا جب خونِ مسلم، سیلابی پانی سے بھی زیادہ ارزاں ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت کی آگ چہار جانب بھڑک رہی تھی۔

مولانا انور شاہ صداقتِ اسلام کی دلیل ہیں

حضرت علامہ عثمانیؒ کی موجودگی میں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے بیان کیا کہ میں حضرت تھانویؒ کی خدمت میں گیا۔ شاہ صاحبؒ کا تذکرہ آیا تو فرمایا کہ مولانا انور شاہ صاحب اسلام کی صداقت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ اس لئے کہ اسلام میں اگر ذرا سی بھی کمی ہوتی تو انور شاہ مسلمان نہ رہتے، اللہ اکبر۔

فرمایا علامہ عثمانیؒ نے ڈابھیل میں علامہ کشمیریؒ کے تعزیتی جلسہ میں تقریر میں فرمایا کہ مولانا انور شاہ صاحب کا انتقال اشراط ساعت میں ہے، کیوں کہ حدیث میں ہے علم اٹھا لیا جائے گا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ علماء کے سینوں سے نکال لیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ علماء اٹھ جائیں گے اور فرمایا کہ میرا اس مندرجہ

بیٹھنا بھی اشراط ساعت میں ہے، جس جگہ شاہ صاحب تھے کیوں کہ حدیث میں ہے۔ ''إذا وُسِّدَ الْأَمْرُ إلی غیر أھله فانتظر الساعة''(۱)

اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کرنا ہوگا

فرمایا کہ ۱۹۴۷ء میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ دیوبند آئے، ملک میں ہر طرف بدامنی، خوف وہراس، دہشت وسراسیمگی پھیلی ہوئی تھی، دارالعلوم دیوبند کی قدیم مسجد میں بعد نماز عصر متصلاً طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تم امن چاہتے ہو؟ طلبہ نے اثبات میں سر ہلایا، پھر فرمایا تم اس کی ضمانت دیتے ہو کہ اگر کوئی نوجوان حسین وجمیل تومند ہندو عورت ایک رات کے

---

(۱) عن أبي هریرةؓ قال بینما النبي صلی اللّٰه علیه وسلم في مجلس یحدث القوم جاءہ أعرابي فقال في الساعة فمضی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یحدث فقال بعض القوم سمع ما قال فکرہ ماقال وقال بعضهم بل لم یسمع حتی إذا قضی حدیثه قال أین أراہ السائل عن الساعة قال ھا أنا یا رسول اللّٰه! قال فإذا ضیعت الأمانة فانتظر الساعة فقال کیف اضاعتها؟ قال إذا وُسِّد الأمر إلی غیر أھله فانتظر الساعة (بخاری، کتاب العلم، باب من سئل علماً: ۱/۱٤)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اس دوران کہ نبی اکرم ﷺ ایک مجلس میں لوگوں سے گفتگو کررہے تھے، اتنے میں آپ ﷺ کے پاس آکر ایک بدو نے قیامت سے متعلق بات کی، مگر آپ ﷺ نے اپنی گفتگو جاری رکھی، اس سے بعض حضرات نے سمجھا کہ آپ ﷺ نے بدو کی بات سنی اور اسے ناگوار سمجھا۔ جب کہ دوسرے حضرات نے سوچا کہ آپ ﷺ نے اس کی بات سنی ہی نہیں، جب آپ ﷺ گفتگو سے فارغ ہوئے تو فرمایا قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ بدو نے عرض کیا میں ہوں اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے عرض کیا امانت کے ضیاع سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جب ذمہ داری نااہل کو دی جائے تب قیامت کا انتظار کرنا۔

لئے تمہارے درمیان چھوڑ دی جائے تو وہ صبح کو باعزت واپس ہو جائے گی؟ طلبہ پر ایک سناٹا تھا، فرمایا اگر امن چاہتے ہو تو اس طرح کا کردار پیش کرنا پڑے گا۔

محمد بن قاسمؒ کا مثالی کردار

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بات بالکل درست تھی۔ محمد بن قاسمؒ سمندر پار سے آئے، سندھ کے راجہ داہر اور اس کی افواج سے مقابلہ کیا، راجہ کو شکست ہوئی اور بالآخر راجہ قتل کر دیا گیا، اس وقت بھی راجہ داہر اور اس کے درباری برہمنوں، افواج اور کارندوں نے مسلمانوں کے خلاف زبردست نفرت وعداوت عوام کے دلوں میں راسخ کر دی تھی، مگر دنیا نے دیکھا اور تاریخ نے نوٹ کیا کہ اس حملہ آور محمد بن قاسمؒ کا جب دربار خلافت سے اچانک بلاوا آیا تو اس کی جدائی پر ہندو مرد و خواتین زار و قطار رو رہے تھے۔ اس کے جانے کے بعد اس کی شکل کے مجسمے بنائے اور اس کی پوجا شروع کر دی، لیکن یہ سب کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ محمد بن قاسم نے سندھ فتح کرنے کے بعد نہ عوام کو قتل کیا، نہ خواتین کی عصمت دری ہونے دی، نہ بچوں کو یتیم بنایا، نہ عورتوں کا سہاگ اجاڑا اور نہ بوڑھوں کا سہارا چھینا، نہ کسی بستی کو خاکستر کیا، نہ کسی شخص کو نذر آتش کیا اور نہ کسی کی زمین، جائیداد غصب کی۔ تاریخ میں موجود ہے کہ جب محمد بن قاسم کا جلوس فتح نکلا ہے تو اس جواں سال اسلامی سپہ سالار کو دیکھنے کے لئے راستے کے دونوں کناروں پر ہندو عورتوں، مردوں کا ہجوم بے کراں امڈ پڑا، مگر محمد بن قاسم کی آنکھیں حیا سے جھکی رہیں، اس نے کسی ایک بھی عورت کو نظر اٹھا کر نہ دیکھا، یہ تھا محمد بن قاسم کا اعلیٰ پاکیزہ اسلامی کردار اور اس کی وجہ سے تھا ہندوؤں کا ان کے ساتھ محبت، عشق و وارفتگی اور پرستش کا معاملہ۔

معتزلہ کی طرف ممات عیسیٰ کی نسبت درست نہیں

فرمایا حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ نے ذکر کیا کہ معتزلہ کی طرف ممات عیسیٰ علیہ السلام کی بات منسوب کی گئی ہے، لیکن شاہ صاحبؒ (حضرت علامہ کشمیریؒ) فرمایا کرتے تھے کہ یہ نسبت غلط ہے۔ ابن کثیر نے "لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیّین لما وسعهما إلا اتباعي" کو نقل کیا ہے، حالاں کہ ابن کثیر نقل حدیث میں بہت محتاط ہیں، مگر اس کی اسناد کچھ نہیں ہے، دوسری مشہور اسناد میں عیسیٰ کا ذکر نہیں ہے، جب کہ اسی طرح حدیث عائشہ "قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبي بعده" کی بھی کوئی اسناد نہیں ہے۔

ایک مستشرق کی دریدہ دہنی

فرمایا ایک مستشرق نے وحی کے بارے میں انتہائی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ (العیاذ باللہ) محمد کو مرگی کا دورہ پڑتا تھا، اس وقت وہ جو کچھ کہتے، مسلمان اسے لکھ لیتے اور وحی الٰہی کا عنوان دے دیا کرتے تھے۔ فرمایا کتنی غلط اور سنگین نوعیت کی بات ہے؟ نزول وحی کے وقت آپ کے اوپر عام انسانوں کے لئے ناقابل تحمل زور پڑتا تھا، شدید تکلیف ہوتی تھی، سخت سردی میں بھی پسینے چھوٹ جاتے اور آپ شدت ثقل کی وجہ سے ہانپنے کانپنے لگتے تھے۔ تو کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ کوئی شخص ازراہ تصنع اس طرح کی تکلیف اور مشقت برداشت کرے گا؟ فرمایا نزول وحی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کیفیت ہوتی تھی، اس کی تصویر کشی مختلف روایات میں کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے نزول وحی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے "أطیط" غوں غوں کرنے اور

خراٹے کی آواز نکلتی تھی۔

وحی کی شدت

اسی ذیل میں فرمایا کہ وحی ہے تو غیر مرئی اور لطیف شئے، لیکن ثقیل کتنی ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اولاً حضور اکرم ﷺ خود سلیم الفطرت، گناہوں سے بچپن ہی سے دور ونفور، پھر جوان عمری میں غار حرا میں جا کر ذکر واذکار، مراقبہ وتزکیۂ باطن، مزید برآں جبرئیل امین کے ذریعہ تین بار قلب مبارک کو شق کر کے کوثر وتسنیم سے اس کی تطہیر، ہر قسم کے رذائل کا ازالہ، نور معرفت اور روحانی قوت کی فراوانی، بعد ازاں نبوت ورسالت، اس کے لئے مطلوبہ قوت وطاقت: بہ ایں ہمہ نزول وحی کے وقت شدت ثقل سے آپ کی وہ کیفیت ہوتی تھی، جو اوپر مذکور ہوئی۔

فرمایا حضرت عیسیٰ وحضرت آدم علیہم الصلوٰۃ والسلام پر کل دس دس مرتبہ وحی نازل ہوئی، سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پچاس مرتبہ اور آدم ثانی حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اڑتالیس بار، مگر حضور اکرم ﷺ پر چوبیس ہزار مرتبہ وحی کا نزول ہوا، اندازہ لگایئے کہ حضور اکرم ﷺ کو کس قدر شدید تکلیف سے گزرنا پڑا ہوگا۔ کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ کوئی شخص محض اس موہوم امید پر کہ لوگ اس کے پیروکار بن جائیں، چوبیس ہزار بار ایسی شدید تکالیف سے خود کو دوچار کرسکتا ہے؟

عہد برطانیہ میں ہندوستان کی حیثیت

فرمایا حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ نے بیان کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے

شاہ اسحٰقؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ہندوستان میں ہماری حیثیت اسیر کی ہے، اس لئے
کفار کے ساتھ ہر فعل میں آزاد ہیں، البتہ حضرت شاہ صاحب نے اپنی رائے
ظاہر فرمائی کہ جان میں تو یہی ہے، لیکن اموال میں یہ نہیں ہے کہ کیوں کہ تحریری
معاہدہ نہیں ہے، لیکن ہم مقدمات لے جاتے ہیں، اس لئے حکمی معاہدہ ہے، نیز
فرمایا کہ انفس میں کچھ معاہدہ سا تھا بھی تو وہ تحریک خلافت کے بعد سے اٹھ گیا۔

نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ لوگوں نے کشمیر میں مجھ سے مسئلہ
پوچھا کہ ہم جنگل سے سرکاری لکڑی لے کر مسجد بناتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟
میں نے کہا کہ درست ہے، کیوں کہ وہ جو فقہاء نے لکھا ہے کہ استیلاء سے کفار
مالک ہو جاتے ہیں تو اصالۃً اشیاء مباحہ میں یہ مسئلہ نہیں ہے۔

جماعت دیوبند کی ایک خصوصیت

فرمایا حضرت علامہ عثمانیؒ نے فرمایا کہ ہماری جماعت کی خصوصیت ہی یہ
ہے کہ جو بات حق ہوئی، اس کا اظہار کر دیا خواہ کوئی مانے یا نہ مانے، اس کے بعد
فرمایا کہ کئی روز ہوئے سیرۃ النبی جلد سوم میں نبوت کی بحث دیکھ رہا تھا، اس میں
بعینہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی تقریر درج ہے، یہ خیانت ہے اور تعصب کہ نام تک
نہیں لیا، اگر کوئی دکھاوے کہ یہ وہاں سے لی ہے تو خیانت ظاہر ہو جائے، نیز کئی
الفاظ اس بحث میں ایسی آ گئی ہیں کہ ان پر تعاقب کیا جا سکتا ہے اور ایسی چیزیں
بہت سی ہیں۔

ایک تعلیم یافتہ ہندو اسلام کی آغوش میں

فرمایا ایک طرف تو اس قسم کے معاند مستشرقین ہیں اور دوسری طرف انہی

غیر مسلموں کی صف میں ایسے بھی لوگ ہیں، جو اسلامی تعلیمات کی حقیقت آفرینی دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ چناں چہ ہندوستان میں انگریزی دور حکومت کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ''الٰہ آباد'' یوپی کا ایک تعلیم یافتہ ہندو صرف ''جنین'' (شکم مادر میں پلنے والا بچہ) کی بابت قرآن کی مرحلہ وار ترتیب بیان دیکھ کر ششدر رہ گیا اور کہنے لگا کہ محمد جیسا ناخواندہ، ان پڑھ اور اب سے ساڑھے تیرہ برس پہلے کے، غیر مہذب و غیر ترقی یافتہ سماج کا کوئی شخص اپنے طور پر اس طرح کی مخفی بات بتا ہی نہیں سکتا، یقیناً یہ انسانی معلومات سے بالاتر، خدا ہی کی بیان کردہ بات ہوگی اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔

سونے کے عجیب قصے

فرمایا حضرت علامہ عثمانیؒ نے فرمایا کہ حافظ عبداللہ صاحب خورجوی تراویح کی نیت باندھ کر الم ترکیف سے چند آیتیں پڑھ کر سو جایا کرتے تھے، لوگ نیت توڑ کر اپنے کام کاج کو چلے جاتے، پھر آ کر شریک ہو جاتے، وہ دونوں سلام کے درمیان بھی سو جاتے تھے اور یہ تو میں نے سفر حج میں خود دیکھا کہ وہ سیڑھی پر چڑھ کر اوپر جاتے ہوئے سمندر میں گر گئے، شور ہو گیا کہ ایک آدمی ڈوب گیا، سب جمع ہو گئے، ملاحوں نے رسہ ڈال کر کھینچا تو وہ راستے میں ہی سو گئے، تیرنا جانتے تھے۔

اسی مناسبت سے مزید فرمایا کہ منشی احمد حسن صاحب ممبر میونسپلٹی دیوبند کئی روز تک خراٹوں سے سوتے رہے اور سوائے سونے کے کچھ حس و حرکت نہ تھی، سیکڑوں آوازیں دی گئیں، مگر سنتے نہ تھے، آخر اسی مرض میں انتقال ہوا۔

سائنس اسلام سے قریب تر ہے

سائنس اور سائنسی تحقیقات وایجادات کا ذکر چل نکلا، اس پر بھائی احمد ظفر

صاحب (فرزند حضرت شاہ صاحبؒ) نے بتایا کہ امریکی سائنس دانوں نے مصنوعی دل بنایا ہے اور اس میں وہی اجزاء شامل کیے ہیں جو قدرتی دل میں ہوتے ہیں اور وہ دل بھی ہمارے دلوں کی طرح احساس اور حرکت کرتا ہے، نیز بتایا کہ کمپیوٹر کا دار و مدار صرف ایک چھوٹے سے معدنیاتی پرزے پر ہے، جو انگلیوں کے پوروں کے برابر ہے، اسے ''چپس'' کہتے ہیں۔ کمپیوٹر میں جتنی معلومات ڈالی جاتی ہیں وہ سب اسی ''چپس'' میں محفوظ رہتی ہیں، اگر اس کو نکال دیا جائے تو کمپیوٹر محض ایک ڈبہ رہ جائے گا، کہنے لگے کہ انسان کے سر میں بھی گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، اسے بھی سائنس داں ''چپس'' ہی کہتے ہیں، وہی مرکز حفظ و یادداشت ہے، اسی میں تمام معلومات جمع رہتی ہیں، اسی سے سائنس دانوں نے کمپیوٹر کا ''چپس'' بنایا اور وہ اس میں کامیاب رہے۔

اس پر شاہ صاحب نے فرمایا جیسا کہ کبھی میں نے عرض کیا ہوگا کہ ابا جی نے بھوپال کے عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دریافت کرنے پر جواب دیا تھا کہ فلسفہ جدید (سائنس) أقرب إلى الإسلام ہے۔ اسلام قریب تر اور فلسفہ قدیم أبعد عن الإسلام. اسلام سے بعید تر ہے۔

علامہ عثمانیؒ کو حضرت شیخ الہندؒ کا تاکیدی حکم

فرمایا حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوریؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علامہ عثمانیؒ نے بتایا کہ زمانہ خلافت میں حکیم اجمل خاں نے امرتسر میں تجویز پاس کرائی کہ قربانی گائے کی معطل کر دی جائے، پھر دہلی آ کر خلافت کا جلسہ کر کے اس کو ریزولیشن کی صورت میں پاس کرنا چاہا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی کوٹھی پر سارے رہنماؤں کو مدعو کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے علالت کی وجہ سے اپنی

جگہ مجھ کو بھیجا اور حکیم صاحب کے نام خط دیا کہ اپنے نمائندے اور ترجمان کی حیثیت سے ان کو بھیجتا ہوں۔ ”ان کا کہنا میرا کہنا ہے اور ان کا سننا میرا سننا ہے“
چلتے وقت فرمایا:

”دیکھو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی یہ خیال کر کے کہ ہمیں ان لیڈروں کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے، بغیر اس کے کام نہیں ہوگا، لہٰذا ان سے متاثر ہو جاتا ہے، لیکن دیکھنا! مسئلے میں کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ خواہ لیڈر ہم سے چھوٹ جائیں یا ساتھ رہیں، مسئلہ بالکل صاف اور حق ظاہر کرنا چاہیئے“۔

علامہ عثمانیؒ فرماتے تھے کہ غرض میں گیا اور جلسے میں بحث شروع ہوئی، کسی نے اختلاف نہ کیا، پھر مجھ سے حکیم صاحب نے تقریر کرنے کے لئے کہا، میں نے کہا آپ کو ناگوار نہ ہو تو کہوں، فرمایا کہو، میں نے کہا کہ مجھے اس میں شک ہے، فرض کرو کہ کسی ہندو محلے میں مسجد ہو اور ان کو اذان سے تکلیف ہوتی ہو اور دہلی جس جگہ میں سیکڑوں مسجدیں ہوں گی، ایک آدھ کے کم ہونے سے ہوتا بھی کیا ہے۔ ہندو مطالبہ کرنے لگیں کہ اس کو بند کر دو تو ظاہر ہے کہ مساجد شعار ہیں، مگر تعداد تو ان کی بھی نہیں ہے، بلکہ تمام دہلی میں صرف جامع مسجد، فتح پوری اور دو تین دوسری بڑی مساجد ہوں تو وہ بھی کافی ہیں، کیا آپ ان کی تعداد کم کرنے اور انہیں بند کرنے کے لئے آمادہ ہیں؟ کہنے لگے یہ تو قیاس مع الفارق ہے، کیوں کہ مساجد بنی ہوئی موجود ہیں اور قربانی گزشتہ کا سوال نہیں ہے، آئندہ کا ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا! میں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی، مگر دوسرا سوال یہ ہے کہ اذان بھی شعار ہے، فرض کیجئے کہ یہی صورت اس میں ہو کہ دس پانچ جگہ اذان بند ہو جائے، یہاں بھی آئندہ اور غیر موجود اذان کا مسئلہ ہے تو آپ کیا کریں؟ اس پر وہ

خاموش ہو گئے، کچھ جواب نہ بن پڑا، پھر انہوں نے مفتی کفایت اللہ صاحب سے خطاب کیا تا کہ وہ اس کا جواب دیں۔ یہ سیاسی چال تھی کہ دونوں مولویوں کو بھڑا دیں، مگر انہوں نے کہا حکیم صاحب! اس بارے میں آپ کو میں تنہائی میں کچھ سمجھاؤں گا، پھر حکیم صاحب کہنے لگے کہ آپ ہماری باتیں مولانا کو تو پہنچا دیں۔ میں نے کہا ضرور یہ تو میرا فرض ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں، پھر میں نے خط بھی دیا اور کہا کہ وہاں سے بھی اس کے سوا اور کچھ جواب نہ آئے گا، کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ مولانا اس بارے میں مجھ سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

تمام معجزات قیامت سے پہلے پھر ظاہر ہوں گے

فرمایا کہ ابا جی نے لکھا ہے کہ جتنے بھی معجزات حضرات انبیائے کرام کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوئے، وہ سب کے سب ماسوا قرآن کریم اس دنیا میں قیام قیامت سے پہلے محسوس و مشاہد شکل میں اسباب کے تحت سامنے آجائیں گے، مگر یہ کام مسلمانوں کے ذریعہ نہیں بلکہ کفار کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوگا! کیوں کہ مسلمانوں کو تو پہلے ہی سے ان کے وقوع پر ایمان ہے اور وہ ان کے ظہور کے قائل ہیں، کفار کے ہاتھوں ان کا ظہور اس لئے کرایا جائے گا کہ بالآخر انہیں بھی ان معجزات کا یقین ہو جائے۔

اخلاص نیت کا اجر عظیم

فرمایا حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ جو حضرت بختیار کاکیؒ کے خلیفہ ہیں، ان کی بابت حضرت بختیار کاکیؒ فرمایا کرتے تھے کہ روز قیامت، اگر مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ بختیار! تم دنیا سے میرے لئے کیا لائے ہو؟ تو میں فرید الدین کو پیش کر دوں گا کہ خدایا! یہی میری ساری زندگی کی کمائی ہے۔ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اسی ذیل میں فرمایا کہ روز قیامت حق جل مجدہ جب اعمال صالحہ کی جزا عنایت فرمائیں گے تو ایک بندہ مومن کو "احد پہاڑ" سے بھی بڑا اجر عطا کریں گے، اس پر وہ بندہ مومن حیرت واستعجاب میں پڑ جائے گا اور بارگاہ ایزدی میں عرض پرداز ہوگا کہ بارِالٰہ! اتنا عظیم اجر آپ مجھے کس عمل کا عنایت فرما رہے ہیں، میرا تو کوئی بھی عمل اس قابل نہیں ہے؟ حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے ایک بار تم نے پورے اخلاص نیت کے ساتھ کھجور کی ایک گٹھلی میرے نام پر دی تھی، وہی میرے داہنے ہاتھ میں پھولتی پھلتی رہی، تا آں کہ اب احد پہاڑ سے بھی بڑی ہوگئی۔

وعظ کے لئے موزون مضامین

فرمایا حضرت علامہ عثانی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ حکیم محمد حسن صاحب برادر حضرت شیخ الہندؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت گنگوہیؒ دیوبند تشریف لائے، جمعہ کی نماز پڑھائی۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ وعظ فرمائیں، پہلے تو انکار فرمایا کہ عادت نہ تھی، پھر وعظ فرمایا کہ آج کل لوگوں کو ضرورت وضو ونماز کے مسائل کی ہے، اس کے بعد وضو کے چار فرض اور دیگر سنتیں وغیرہ بیان کیں، پھر نماز کے بعد مسائل بیان کئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ضرورت تو انہی چیزوں کی ہے، باقی لوگوں نے وعظ اس کو سمجھا ہے کہ چند قصے وحکایات بیان ہوں یا یہ کہ کبھی ہنسا دیں، کبھی رلا دیں اور بھائی! یہ کیا مشکل ہے کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کے سامنے اس کے محبوب کا ذکر ہو اور وہ متاثر نہ ہو؟

خضر کی تحقیق

فرمایا حضرت خضر علیہ السلام کی بابت حضرات محدثین ومفسرین اور علمائے

متقدمین کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ ایک طبقے کے نزدیک وہ محض ایک تمثیلی شخصیت تھے، حقیقت اور نفس الامر میں کسی شخصیت کا نام نہیں تھا۔ دوسرا طبقہ انہیں واقعاتی اور حقیقی شخصیت باور کرتا ہے، پھر اس میں بھی اختلاف آراء ہے کہ ''خضر'' کسی شخصیت کا علم ذاتی ہے یا تکوینی نظام کے کسی منصب کا نام ہے؟ اور اسی پر حیات ومماتِ خضر کے مسئلے کا بھی دارومدار ہے۔ جو حضرات فرماتے ہیں کہ ''خضر'' علم ذاتی ہے، وہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی: "عن جابر سمعت النبي ﷺ يقول قبل أن يموت بشهر (۱)" الخ. کے بہ موجب ان کی موت کے قائل ہیں اور جو حضرات اسے نظام تکوینی کا ایک منصب تسلیم کرتے ہیں، ان کے نزدیک ''خضر'' ہر دور اور ہر زمانے میں موجود رہیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں کوئی اور صاحب اس منصب پر تھے اور بعد کے زمانوں میں، دوسرے حضرات کو یہ منصب عطا ہوا۔ فرمایا کہ بعض بزرگان دین کی بابت جو آتا ہے کہ ان کی ''خضر'' سے ملاقات ہوئی تو اس سے یہی ''تکوینی خضر'' مراد ہیں۔

حضرت خضر کی بابت مزید فرمایا کہ ان کے متعلق بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان کو ''خضر'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ ''خضرة، خضر، اخضر'' کے معنی سرسبزی وشادابی اور ہریالی کے ہیں۔ حضرت خضر کا قدم جس جگہ پڑ جاتا وہ سرسبز وشاداب ہو جاتی

---

(۱) عن جابر سمعت النبي ﷺ يقول قبل أن يموت بشهر: تسالوني عن الساعة، وانما علمها عند الله، وأقسمُ بالله مَاعَلى الأرض من نفس منفوسة تأتي عليها مائة سنة وهي حيّة يومئذ (مسلم، في الفضائل: باب بيان معنى قوله ﷺ على رأس مائة سنة... الخ: ۲/ ۳۱۰).

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ وفات سے ایک ماہ پہلے میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم مجھ سے قیامت کی بابت سوال کرتے ہو اس کی جان کاری تو اللہ کو ہے، اور خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی ایسا متنفس موجود نہیں جو سو سال تک زندہ رہے دوسری روایت کے مطابق جو سو سال کے اختتام تک زندہ رہے۔

تھی؛ اس لیے ان کا نام ''خضر'' پڑ گیا۔ فرمایا کہ گنبد ''خضرا'' کو خضرا اسی لیے کہتے ہیں کہ اس پر سبز رنگ کیا گیا ہے۔

خلتِ ابراہیمؑ اور فرشتے

فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''خلت'' ملی تو فرشتوں میں بحث ہوئی کہ کیوں ملی؟ خدا تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ جاؤ، جا کر ابراہیم کے سامنے میرا نام لو، تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کیوں خلت دی گئی۔ چناں چہ وہ آئے، آپ بکریاں چرا رہے تھے، جبرئیل نے زور سے ''اللہ'' کہا اور خاموش ہو گئے، ابراہیم علیہ السلام چونک اٹھے اور حیران ہو کر ان کو دیکھنے لگے، فرمائش کی کہ ایک دفعہ اور کہہ دو، جبرئیل نے کہا کچھ بکریاں دو تو کہوں گا، فرمایا اچھا! جبرئیل نے پھر کہا ''اللہ'' کہنے لگے پھر کہہ دو! کہا باقی سب بکریاں دو، چناں چہ پھر کہا اور آپ نے ساری بکریاں دے دیں۔

گستاخِ امام ابوحنیفہؒ کا انجام

امت مسلمہ ہندیہ، آج کل جس مذہبی، مسلکی اور علاقائی عصبیت کا شکار ہے، اس پر ماتم کرتے ہوئے فرمایا کہ فی زمانہ ایک عظیم فتنہ، تحریکا ہے؛ کہ آئے دن غیر مقلدین، حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔ باوجودیکہ چاروں ائمہ فقہ، ساری امت کے لیے واجب الاحترام اور عظیم محسن ہیں۔ فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ حالاں کہ خود شافعی المسلک ہیں مگر خود ہی لکھا ہے کہ میرے زمانے میں ایک شافعی شخص، امام اعظمؒ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ میں اسے ہر ممکن روکنے اور سمجھانے کی کوشش کرتا، مگر وہ باز نہ آتا۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک روز اپنے کوٹھے سے گرا مفلوج ہو کر بستر پر پڑ گیا۔ فرمایا

امام اعظمؒ کی وفات کے بعد کسی نے انھیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حضرت! آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا نجات ہوگئی ہے۔ عرض کیا کس عمل پر؟ فرمایا کہ دنیا میں بہت سے لوگ مجھ سے بدگمانی رکھتے تھے اور برا بھلا کہتے تھے، میں انھیں کوئی جواب نہ دیتا تھا، بس میرا یہی عمل، نجات کا ذریعہ بن گیا۔

اسی طرح کسی نے امام محمدؒ کی خواب میں زیارت کی اور پوچھا کیا معاملہ رہا؟ فرمایا خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ بڑے فضل و کرم کا معاملہ فرمایا اور اعزاز بخشا، مجھے کرسی پر بٹھایا گیا اور سر پر تاج پہنایا گیا۔ خواب دیکھنے والے نے معلوم کیا کہ آپ کے استاذ قاضی ابو یوسفؒ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا وہ جنت میں مجھ سے اونچے درجے میں ہیں۔ پوچھا اور استاذ الاساتذہ امام اعظمؒ کا کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ وہ تو جنت میں اتنے اونچے درجے پر ہیں کہ ہماری ملاقات ان سے ہفتہ میں صرف ایک روز ہوتی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کو خواب میں زیارتِ نبوی

فرمایا علامہ عثمانی نے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک بار فرمایا کہ خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے میرا امتحان لیا۔ ۸۰/ یا ۱۰۰/ کے قریب مسائل مجھ سے پوچھے، جن کے میں نے صحیح جوابات دیے۔ پھر مجھ کو یقین دلا دیا گیا کہ میرے منہ سے کوئی غلط مسئلہ نہیں نکلے گا۔

اُدھر سے جو کچھ آیا، واپس نہیں کیا

فرمایا جب ابا جی (حضرت علامہ کشمیریؒ) دیو بند چھوڑ کر ڈابھیل تشریف لے گئے تو مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جو ابا جی کے شاگرد بھی تھے اور مرید بھی، ایک بار

ڈابھیل حاضر ہوئے۔ اباجی ان دنوں شدید بیمار تھے، بواسیر کا زور تھا اور بدن ہلدی کی مانند زرد ہو گیا تھا۔ بعد نماز عشاء بخاری مرحوم نے سر پر مالش کرنے کی اجازت چاہی اور مالش کے دوران عرض کیا کہ حضرت! آپ کی صحت و عافیت اسلام اور مسلمین کی امانت ہے، آپ کی حیات، مسلمانوں کی علمی و ملی زندگی ہے، آپ اپنا علاج کیوں نہیں کراتے؟ ہندوستان کے نامی گرامی اطباء، اپنی سعادت سمجھ کر آپ کا علاج کریں گے۔ دیر تک بخاری مرحوم اس حوالے سے اپنی گزارشات پیش کرتے رہے۔ آخر میں اباجی نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور فرمایا کہ بھائی! بات یہ ہے کہ اُدھر سے جو کچھ آیا، میں نے اسے واپس نہیں کیا۔ اب جب کہ خدا کی یہی مرضی ہے تو مجھے مجالِ انکار کیسے ہو سکتی ہے۔ اباجی نے یہ بات اس لیے کہی کہ اہل اللہ جانتے ہیں کہ بیماریوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کارفرما ہوتی ہے۔

حضرت نانوتویؒ کے علوم کی تاثیر

فرمایا حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوریؒ نے لکھا ہے کہ حضرت علامہ عثمانیؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے علوم ایسے ہیں کہ پانچ سو ہزار برس بھی فلسفہ چکر کھائے تو ان کے استدلالات نہیں ٹوٹ سکتے۔ صرف اتنا ہے کہ ذرا عنوان بدل کر پیش کیا جائے اور عنوان بدلنا بھی کیا ہے۔ میں نے حیدر آباد میں سب سے پہلے جو تقریر کی تھی، اس میں حضور نظام بھی تھے۔ میں نے ٹیلیفون کی جگہ سینما کے پردوں وغیرہ کی ساری مثالیں قائم کیں اور لوگوں کو سمجھایا۔ حضور نظام کا یہ حال تھا کہ اپنی رانوں پر ہاتھ دے کر مارتے جاتے تھے اور آگے کو میری طرف سرکتے جاتے تھے اور کہتے تھے واہ! مولانا خوب بیان کیا۔ مین نے اس میں یہ بھی کہا کہ بڑے صحابہ کا تو ذکر کیا ہے اگر آج بلال حبشیؓ کے

جوتے کا تسمہ بھی مل جائے تو رضا شاہ پہلوی، مصطفیٰ کمال پاشا اور خود ہمارے حضور نظام بھی تاج اتار کر اس کو سر پر رکھنا فخر سمجھیں۔ اس پر وہ فوراً بولے ضرور! ضرور ایسا ہی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ جو کچھ میں نے یہاں بیان کیا، وہ میں حضور نظام کے ہی دو شعروں میں موجود ہے اور پھر پڑھنے لگا تو آگے آگے وہ خود پڑھتے جاتے تھے اور حد درجہ محظوظ ہوتے۔

دل کو خدا نے اپنی محبت سے بھر دیا ❁ تسبیح کو زبان دی، سجدے کو سر دیا
نازاں ہوں اس عطا پہ غلامانِ مصطفیٰ ❁ ہم کو دیا رسول تو خیر البشر دیا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

فرمایا حضرت ابو مسلم خولانیؒ ملک یمن کے رہنے والے تھے۔ یہ ایمان قبول کر چکے تھے، جب کہ سارا یمن ابھی تک کفر و شرک کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ یمن کا بادشاہ بھی مشرک تھا۔ حضرت ابو مسلمؒ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت بھی شروع کر رکھی تھی۔ شدہ شدہ شاہِ یمن کو اس کی خبر ملی۔ اس نے آپ کو جدی مذہب ترک کر کے، اسلام قبول کرنے اور اس کی اشاعت کا بدترین مزہ چکھانے کا فیصلہ کر لیا اور حضرت ابراہیم علیہ وعلی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح انھیں، آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں کے حوالے کر دیا۔ مگر جس خدائے قادر مطلق نے نارِ نمرود سے اپنے خلیل کی حفاظت کی تھی، اسی کی قدرت نے یہاں بھی دست گیری کی اور دہکتے ہوئے انگارے، حضرت ابو مسلم خولانیؒ کے لیے پھولوں کی سیج بن گئے۔ آپؒ صنادید کفر و شرک کا منہ چڑاتے ہوئے فرحاں و شاداں، زندہ و سلامت آگ کے بے رحم شعلوں کے بیچ سے بہ خیر و عافیت نمودار ہوئے۔ یہ دیکھ کر شاہِ یمن اور اس کے حواریوں کا خون کھول اٹھا، مارے غیظ کے وہ کانپنے لگے اور بجائے عبرت

حاصل کرنے اور اپنی حرکتوں سے توبہ کرنے کے، حضرت ابو مسلم خولانی کو داستانِ عبرت بنانے کی دوسری تدبیریں سوچنے لگے۔ مگر اس کے بعض ہوش مند مشیرانِ کار نے صلاح دی کہ بادشاہ سلامت! ابو مسلم کو مزید کوئی سزا دینے سے بہتر یہ ہے کہ اسے ملک بدر کر دیا جائے کہ اس طرح اس سے نجات بھی مل جائے گی اور ہماری مزید سبکی بھی نہ ہوگی۔ چناں چہ شاہِ یمن نے انھیں جلاوطن کر دیا۔ وہ یمن سے حجاز کے لیے روانہ ہوئے اور سیکڑوں میل کی مسافت طے کر کے اسلام کے اولین دارالخلافہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت صدیق اکبرؓ سریر آرائے خلافت تھے۔

حضرت ابو مسلم خولانیؒ کے شاہ یمن کے ہاتھوں آگ میں ڈالے جانے اور ان کے بہ حفاظت زندہ بچ جانے کی خبر مدینہ منورہ پہنچ چکی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے واقعہ کی تصدیق چاہی تو انھوں نے اثبات میں جواب دیا، مگر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ شخص میں ہی ہوں، جس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے اس سعادت مند مومن کا نام اور واقعہ کی تفصیل معلوم کی تو تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اس کا نام "عبداللہ بن ثوب" ہے۔ حضرت ابو مسلمؒ کا نام عبداللہ بن ثوب اور کنیت ابو مسلم ہے۔ یہ کنیت سے ہی مشہور تھے۔ حضرت عمرؓ تو بہت فریس تھے، وہ تاڑ گئے کہ ہو نہ ہو میرا مخاطب ہی وہ شخص ہو۔ چناں چہ انھیں قسم دی کہ صاف اور صراحت سے بتاؤ کہ وہ تم ہو یا کوئی اور؟ اس پر حضرت ابو مسلم کے لیے اظہار حقیقت کے سوا کوئی چارہ نہ رہا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

بیت المال نہ تیرا ہے، نہ تیرے باپ کا

فرمایا حضرت ابو مسلم خولانیؒ حق بات کے اعلان میں کسی کی رعایت نہ کرتے

تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں سرکاری ملازمین کو دو ماہ تک تنخواہیں نہ ملیں۔ ایک جمعہ کو حضرت امیر معاویہ منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت ابو مسلم نے انھیں بر سر منبر تند و تیز لب و لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا معاویہ! کیا تجھے نہیں معلوم کہ سرکاری ملازمین کو دو ماہ سے تنخواہیں نہیں ملی ہیں؟ جب کہ بیت المال نہ تیرا ہے، نہ تیرے باپ کا اور نہ تیری ماں کا، تو نے انھیں ان کے حق سے کیوں کر روک رکھا ہے؟ قربان جایئے حضرت امیر معاویہؓ پر کہ بھرے مجمع میں اس انداز تخاطب کو "النصیحۃ للمسلمین و لأئمتهم الخ (۱)" کے تحت پوری بردباری اور خندہ پیشانی سے سنا اور اسی وقت اعلان کیا کہ سبھی ملازمین اپنی اپنی تنخواہیں، کل بیت المال سے لے لیں۔ یہ سب کچھ فیض تھا رسول اکرم ﷺ کی تربیت، صحبت اور شرف مجالست کا۔ سچ کہا ہے کسی نے

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

سنن بیہقی احادیثِ احکام کا عمدہ ذخیرہ

فرمایا حضرت علامہ عثمانیؒ نے ایک موقع پر بڑی عمدہ بحث کی ہے جسے ابھی جلد ہی پڑھا ہے۔ علامہ نے سنن بیہقی کے بارے میں فرمایا کہ اس میں احادیثِ

(۱) عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: الدين النصيحة ثلاث مرار، قالوا: يا رسول الله! لمن؟ قال: لله ولكتابه و لأئمة المسلمين وعامتهم، هذا حديث حسن صحيح (ترمذی شریف ۱٤/۲، باب النصيحة، أبواب البر و الصلة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے تین بار فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ نے عرض کیا کس کی خیر خواہی کا؟ فرمایا اللہ کی، اس کی کتاب کی، مسلمانوں کے حکام کی اور عام مسلمانوں کی۔

احکام کا بے نظیر ذخیرہ ہے۔ دس جلدیں ہیں اور طبع ہوگئیں ہیں، البتہ نویں باقی ہے، کیوں کہ اس کے نسخے کم تھے، مقابلہ تصحیح کے لیے نہ ہوسکا۔(۱)

اس کے ساتھ جو "الجوهر النقي في الردّ علی البيهقي" طبع کردی گئی ہے، اس سے غیر مقلدین بہت ناخوش ہین اور موجودہ ناظم دائرۃ المعارف (حیدر آباد دکن) کہتے تھے کہ ان کے پاس بہت سے خطوط آئے کہ تم نے کتاب خراب کردی۔

تقلیدِ شخصی عہدِ صحابہ میں

فرمایا یوں تقلید مطلق کے متعلق تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی لکھا ہے کہ ضروری ہے اور اس کی بابت بہت سی کتابین لکھی گئی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ موجودہ شکل میں تقلید کا رواج چوتھی صدی سے ہوا، پہلی تین صدیوں میں تو لوگ علماء سے پوچھ کر مختلف طریقوں سے عمل کرلیا کرتے تھے۔ گویا شاہ صاحبؒ کے نزدیک چوتھی صدی سے قبل تقلید شخصی نہ تھی۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ مجھ کو عرصہ سے تلاش تھی کہ اوپر سے بھی کچھ ثبوت ملے۔ چناں چہ ابھی چند روز ہوئے خود بخاری ''باب طواف الوداع'' مین اس کا ثبوت مل گیا، جس سے مجھ کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ بخاری میں ایک جملہ ہے اور دیگر صحاح میں بھی کچھ ٹکڑے ہیں، لیکن فتح الباری نے سب کو جمع کردیا ہے میں نے سب کو ملا کر ایک مضمون مرتب کرلیا، وہ یہ ہے:

اہل مدینہ حضرت زید بن ثابتؓ کے مقلد تھے۔ مدینہ منورہ کے کچھ لوگ مکہ

(۱) عرصہ ہوا کہ سنن بیہقی کی نویں جلد بھی چھپ گئی ہے اور اب تو ساری جلدیں کئی ایک مکتبات سے شائع ہو رہی ہیں۔ {ع۔ر۔ بستوی}

معظمہ گئے تو حضرت ابن عباسؓ سے حائضہ کا ایک مسئلہ پوچھا کہ بعد طواف حیض آ جائے تو طواف درست ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں اس پر اہل مدینہ کہنے لگے "افتنا أو لا تفتنا، لا نأخذ بقولك وندع قول ابن ثابت" یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ آپؓ کا قول لیں اور زید بنؓ ثابت کا قول چھوڑ دیں جب کہ ابن عباسؓ نے ام سلیم کی حدیث کا حوالہ دیا پھر بھی نہ مانے اور حضرت ابن عباس نے نکیر نہ کی، بلکہ فرمایا کہ تم مدینہ جا کر ام سلیم اور ان کی سہیلیوں سے پوچھ لینا۔ پھر روایت میں ہے کہ اہل مدینہ نے لوٹ کر بھی جلدی نہ کی، حتی کہ زید بن ثابتؓ نے ام سلیم سے جا کر حدیث کی تحقیق کی اور پھر انہوں نے ہی اہل مدینہ کو سمجھایا، پہلے وہ خود اس حدیث سے واقف نہ تھے۔

غرض اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری تقلید بھی مجتہد فیہ مسائل میں اسی طرح کی ہے۔ باقی منصوصات میں تو ہم بھی منصوص کو ہی مقدم رکھتے ہیں۔

پاکستان بن بھی گیا اور چل بھی رہا ہے

فرمایا مولانا اسحاق جالندھری، بڑے اور نمایاں صاحب قلم غیر مقلد عالم تھے۔ انھوں نے اپنے عہد کی ممتاز شخصیات پر کئی قسطوں میں ایک مضمون لکھا تھا، جسے روزنامہ "قومی آواز" دہلی نے بالاستیعاب، اس زمانے میں شائع کیا تھا۔ انھوں نے مولانا آزادؒ پر بھی بڑا وقیع اور مؤثر مضمون لکھا تھا، جس میں انھوں نے مولانا آزاد سے اپنی ملاقاتوں کے ذیل میں لکھا کہ میری مولانا سے چند ایک ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک دو آزادی اور تقسیم سے پہلے اور ایک ملاقات تقسیم ملک کے بعد۔ پاکستان بننے کے بعد جب یہ وہاں سے ہندوستان آئے تو ان کے ساتھ غلام اسحاق خان بھی تھے، جو ابھی چند سال پہلے پاکستان کے صدر تھے۔ انھوں

نے لکھا کہ جب ہم مولانا آزاد کی کوٹھی پر ان سے ملاقات کے لیے گئے تو حسب توقع مولانا ہمارے لیے فارغ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں پنڈت جواہر لعل نہرو بھی آ گئے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ غلام اسحاق خان نے مولانا سے ازراہ استفسار کہا کہ مولانا اب کیا خیال ہے آپ کا؟ آپ جو یہ کہتے تھے کہ پاکستان کا بننا ناممکن ہے، مگر اب تو وہ بن بھی گیا اور نہ صرف بن گیا بلکہ چل بھی رہا ہے؟ تو مولانا آزاد نے جواب دیا کہ ابھی تو عبوری دور ہے، اس پر کیا تبصرہ کیا جائے، اصل تو یہ ہے کہ دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے؟

عجب آزاد مرد تھا

نیز اسی مضمون میں مولانا اسحاق جالندھری نے لکھا تھا کہ پھر ایک بار میں، پاکستان کے بعض صحافیوں کے ساتھ دہلی آیا۔ اس وقت مولانا آزاد کا انتقال ہو چکا تھا۔ چناں چہ ہم فاتحہ خوانی کے لیے ان کے مزار پر گئے اور چوں کہ قیام جامع مسجد کے قریب تھا، اس لیے دوران قیام کئی بار فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہونے کا موقع ملا۔ ہر دفعہ ہم نے دیکھا کہ ایک نقاب پوش خاتون وہاں بیٹھی تلاوت کرتی ہیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور کچھ دیر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی ہیں، پھر چلی جاتی ہیں۔ میں نے وہاں موجود گارڈ سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ اسے اس خاتون کی بابت صرف اتنا معلوم ہے کہ جب سے مولانا کا انتقال ہوا ہے، تب سے یہ خاتون پابندی سے آتی ہیں اور اسی طرح تلاوت وغیرہ کر کے چلی جاتی ہیں۔ مولانا اسحاق نے لکھا کہ بالآخر ایک روز ہم نے ان خاتون سے ہی معلوم کیا کہ بات کیا ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ ۱۹۴۷ء میں جب دلی اجڑی تو میرا خاندان بھی اس کی بھینٹ چڑھ گیا۔ دوسرے بہت سے بے کسوں اور بے سہاروں کی طرح میں

بھی مولانا آزاد کی کوٹھی پر چلی گئی، جہاں اس طرح کے خانماں برباد مسلمانوں کے قیام کا نظم کیا گیا تھا۔

جب کشت وخون کا سلسلہ رکا تو سارے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر چوں کہ میرا نہ کوئی عزیز زندہ تھا نہ بال بچے، اس لیے میں وہیں کیمپ میں رہ گئی۔ ایک روز دوپہر کے وقت مولانا آزادؒ کوٹھی سے نکل کر میرے پاس آئے اور معلوم کیا کہ بی بی! اب تم یہاں کیوں رکی ہوئی ہو؟ اپنے گھر چلی جاؤ، حالات معمول پر آگئے ہیں۔ میں نے کہا مولانا! کہاں جاؤں اور کس کے پاس جاؤں، نہ میرا کوئی سہارا ہے، نہ ہی مکان۔ جو مکان تھا، اس پر سکھوں نے قبضہ کرلیا ہے۔ مولانا نے معلوم کیا کہ آپ کا مکان دہلی میں کس طرف، کس محلے اور کس گلی میں تھا اور اس کا نمبر کیا تھا؟ میں نے بتادیا۔ مولانا بس اتنی بات کر کے چلے گئے۔

پھر دو تین دن کے بعد آئے اور فرمایا بی بی! تمہارا مکان خالی ہو گیا ہے، تم جاکر وہاں رہائش اختیار کرلو۔ میں نے کہا مولانا! مکان لے کر میں کیا کروں گی، کہاں سے کھاؤں گی اور کہاں سے دوسری ضروریات کا انتظام کروں گی؟ جب کوئی میرا سہارا ہی نہیں ہے۔ اس پر مولانا نے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا بی بی! تم کیسی باتیں کرتی ہو؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا خدا کی ذات پر اعتماد نہیں ہے؟ اپنے گھر جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو، وہ تمہیں بے سہارا نہیں رکھے گا۔ کہنے لگیں کہ میں اپنے گھر میں آگئی۔ اگلے ہی روز صبح کو کوئی صاحب ایک لفافہ مجھے دے گئے اور پھر ایک صاحب اناج اور کھانے پینے کی بعض دوسری اشیاء۔ اس لفافے میں پیسے تھے۔ مگر کس نے دیے اور کیوں دیے، یہ اس میں تحریر نہ تھا۔ پھر ہر ماہ یہی معمول رہا، بعد میں مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ انتظام مولانا آزاد کی جانب سے ہے۔

پنڈت نہرو نے حق رفاقت ادا کیا

چند برسوں کے بعد جب مولانا کا انتقال ہوگیا تو مجھے بڑی فکر لاحق ہوئی کہ اب گزر بسر کا کیا ہوگا؟ مگر اگلے مہینے اسی تاریخ میں لفافہ اور اشیائے خورد و نوش پھر میرے پاس پہنچ گئیں۔ اس پر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ خدایا! مولانا کے بعد اب کون ہے، جو مولانا کی روایت کو باقی رکھے ہوئے ہے؟ تحقیق پر معلوم ہوا کہ مولانا آزاد اس طرح کی کئی ایک بیوگان، بوڑھوں اور بے کسوں کی ہر ماہ پابندی سے اعانت و کفالت کرتے تھے اور ان کی بابت ساری تفصیلات اپنی ایک ڈائری میں لکھ رکھی تھیں۔ مولانا کے انتقال کے بعد پنڈت نہرو کو وہ ڈائری مل گئی اور انھوں نے حقِ رفاقت ادا کرتے ہوئے مولانا کی اس اعانت کو جاری رکھا۔

خدا مغفرت کرے، عجب آزاد مرد تھا

علومِ نبوی کے جامع صحابۂ کرامؓ

فرمایا حضرت مسروق تابعیؒ کا قول علامہ ابن قیم نے ''اعلام الموقعین'' میں نقل کیا ہے:

''شَاممتُ أصحابَ رسول الله ﷺ فينتهي علمهُم إلى الستّة''

یعنی میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو سونگھ کر دیکھا تو ان میں سے چھ کو منتخب کرلیا: حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ۔ فرماتے ہیں کہ پھر دوبارہ سونگھا تو دو کو منتخب کرلیا: حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ۔

فرمایا قضایا میں حنفیہ نے حضرت علیؓ پر مدار رکھا ہے اور فتاویٰ میں حضرت

عبداللہ ابن مسعودؓ پر جب کہ فقہ شوافع کا مدار حضرت ابن عباسؓ پر ہے۔

فرمایا ابن حزم نے تقلید کو شرک و بدعت کہا ہے۔ اسی کی نقل آج کل کے جاہل غیر مقلد بھی اتارتے ہیں۔ حالانکہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی تصریح فرمادی ہے کہ ابن حزم کا خیال غلط ہے اور تقلید ضروری ہے۔

نظام حیدرآباد کے اتالیق

فرمایا نظام حیدرآباد میں جو کچھ دینداری ہے، وہ ان کے اتالیق مولانا انوار اللہ صاحب مرحوم کی تعلیم و تربیت کا اثر ہے۔ مگر دو باتیں ان سے بھی لغزش کی سنی ہیں۔ ایک دفعہ مکہ مسجد میں نماز عصر پڑھنے کو نظام نے کہا۔ انہوں نے انتظار کیا۔ جب بہت دیر ہوگئی تو نمازیوں کے کہنے پر انہوں نے پڑھادی۔ نماز پڑھا کر نکلے تو نظام آگئے پوچھا کہ نماز ہوگئی؟ کہا کہ حضور تشریف لائیں! اور پھر پڑھادی۔ دوسری یہ کہ ان کے چار نکاح مولوی صاحب نے پڑھائے اور سترہ پونڈ اور خلعت ہر ایک پر ملتی تھی، پھر پانچواں بھی پڑھایا تو نظام نے علیحدگی میں کہا کہ دیکھیے مولوی صاحب نے پانچواں بھی روپئے کی وجہ سے پڑھادیا۔ اچھا اب دیکھیں کہاں تک چلتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کی کتابوں میں الحاق

فرمایا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحریروں میں بہت کچھ الحاق ہوا ہے۔ البتہ ان کی شاہکار تالیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' اس قطع و برید اور حذف و الحاق سے یک سرمعری اور پاک ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی بعض کتابوں، بالخصوص ''انفاس العارفین'' میں بھی الحاق ہوا ہے۔ فرمایا کہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے یہاں فقہی مسائل میں جو توسع پایا جاتا ہے، وہ ان کی ایک انفرادی شان ہے اور انفرادی نوعیت۔ اسی وجہ سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے یہاں اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص، آنکھ بند کر کے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی اتباع کرے تو وہ صحیح منزل تک پہنچ جائے گا، جب کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ہر بات، آنکھ بند کر کے تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

صدر شیرازی حقائق پر زیادہ مطلع ہیں

اسی ذیل میں فرمایا کہ ایک جگہ اباجی (حضرت علامہ کشمیریؒ) نے لکھا ہے کہ صدر شیرازی، حالاں کہ شیعہ ہیں اور میں متصلب العقیدہ سنی، لیکن اس اختلاف عقائد کے باوجود مجھے اس بات کے اعتراف میں کوئی باک نہیں کہ صدر شیرازی، حقائق و معارف پر، شاہ ولی اللہ سے زیادہ مطلع ہیں۔ نیز اباجی نے مزید لکھا کہ صدر شیرازی نے تصریح کی ہے کہ اہل جنت پر روحانیت کا غلبہ ہوگا اور اہل جہنم پر مادیت غالب ہوگی، جو بالکل قرین قیاس ہے۔

یہ بات شیخ اکبر کی ہے، الحاق نہیں

کتابوں میں الحاق کی لعنت کی بابت فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے خود لکھا ہے کہ میرے زمانے کے علماء نے، خود میری کتابیں سامنے رکھ کر میرے کفر کا فتویٰ صادر کیا، حال آں کہ جن تحریروں اور عبارتوں کو بنیاد بنا کر انھوں نے یہ فتویٰ صادر کیا، وہ میری نہیں ہیں، بلکہ سراسر الحاق ہیں۔

فرمایا شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ، شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ کے سب سے

بڑے وکیل ہیں، ''فتوحات مکیہ'' میں شیخ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک مرحلہ ایسا بھی آئے گا کہ تمام اہل جہنم میں عذاب کا احساس ختم ہو جائے گا اور حق تعالیٰ انھیں عذاب سے نجات دے دیں گے، اس پر شعرانی نے زبردست نقد کرتے ہوئے لکھا کہ یہ بات شیخ اکبر کی نہیں ہوسکتی، بلکہ یہ قطعی طور پر الحاق ہے۔ لیکن اباجی نے لکھا ہے کہ میں نے ''فتوحات'' کا چودہ مرتبہ مطالعہ کیا ہے اور میں ان کے صنیع پر مطلع ہو گیا ہوں اس لیے میرا خیال ہے کہ یہ بات خود شیخ اکبر نے لکھی ہے، الحاق نہیں ہے۔

اہم اور محیر العقول تبدیلی لانے کے تعلق سے سنت اللہ

فرمایا کہ حق تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب روئے زمین پر کوئی اہم تبدیلی لانی ہوتی ہے تو پہلے سے ہی اس کے لیے زمین تیار کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں جس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت وغیرہ کا ذکر آیا ہے تو اس سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کے یہاں بالکل بڑھاپے کی آخری منزل میں، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شکل میں نرینہ اولاد کی ولادت کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت زکریا نے حق تعالیٰ سے، انہیں کوئی نرینہ اولاد عطا کیے جانے کی دعا کی، جو اُن کا وارث وامین بن سکے تو انہیں من جانب اللہ، قبولیت دعا کی اطلاع دی گئی۔ لیکن حضرت زکریا نے ازراہ استعجاب طبعی حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں خود اس قدر سن رسیدہ اور بوڑھا ہو چکا ہوں کہ میری ہڈیوں میں گودا تک باقی نہیں رہا، جب کہ میرے گھر میں حال یہ ہے کہ کبر سنی کے سبب اس میں تولید کی صلاحیت جاتی رہی، پھر لڑکے کی پیدائش کیوں کر ہو سکے گی؟ اس وقت ان کے ذہن میں غالباً یہ رہا ہوگا کہ عہد شباب لوٹا دیا جائے گا اور پھر لڑکا تولد ہوگا۔ مگر حق تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا ''كذالك'' کہ جس حال میں تم دونوں ہو، اسی حالت میں تمہارے یہاں لڑکے کی

پیدائش ہوگی۔

عقیم اور عاقر

اس موقع پر حضرت شاہ صاحبؒ نے ”وَامْرَأَتِیْ عَاقِرٌ“ کے تحت فرمایا کہ ”عقیم“ اور ”عاقر“ میں فرق ہے عقیم اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جس میں ابتدا ہی سے تولید کی صلاحیت نہ ہو، اسی کو ہماری زبان میں ”بانجھ“ کہا جاتا ہے جب کہ عاقر ایسے مرد و عورت کے لیے بولا جاتا ہے، جس میں تولید کی صلاحیت پائی جائے، لیکن کبرسنی یا کسی اور خارجی سبب کے تحت، یہ صلاحیت جاتی رہے۔ اسی مناسبت سے حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ”ع“ اور ”ق“ کا مادہ جہاں کہیں بھی ایک ساتھ ہوگا وہاں کاٹنے کا معنی پایا جائے گا۔ چناں چہ کاٹنے والے کتے کو ”کلب عقور“ کہا جاتا ہے۔ اسی سے عقیقہ ہے کہ اس میں جانور کی قربانی اور بچے کے بال کاٹے جاتے ہیں۔ عاق بھی اسی سے ہے کہ اسے والدین، استحقاق میراث سے کاٹ دیتے ہیں۔

الغرض! چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صرف ماں سے ولادت حیرت انگیز اور خلاف عادت بات تھی، اس لیے حضرت زکریاں کا تذکرہ کیا گیا۔ مقصد یہ بتانا تھا کہ جس طرح سے ہم از کار رفتہ مرد و عورت کے اندر، تولید کی صلاحیت دوبارہ پیدا کر سکتے ہیں اسی طرح ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ بغیر مرد کے صرف عورت کے اندر یہ صلاحیت ودیعت کر دیں اور ایک انسان کی پیدائش صرف ماں سے ہی عمل میں آئے۔ آخر میں حضرت آدم ں کی تخلیق کا واقعہ اس وجہ سے بیان کیا گیا کہ در حقیقت حیرت و تعجب اور استعجاب و انکار کا مقام تو آدم کی ذات ہے، جنھیں بغیر کسی مرد اور عورت کے پیدا کیا گیا، عیسیٰ کی ولادت تو پھر بھی عورت سے عمل میں

آئی۔ لہٰذا اگر کفر و انکار ہی کرنا تھا تو آدم کی بابت کیا جانا چاہئے تھا، نہ کہ عیسیٰ کے سلسلے میں لیکن کیسا طرفہ تماشہ ہے اور کیسی خرد ماغی ہے کہ بنا ماں باپ کے، آدم کی تخلیق پر تو کسی نے انکار و عناد نہ کیا، مگر عیسیٰ کی ماں کے ذریعے تخلیق پر آسمان سر پر اٹھا لیا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل فی الجملہ زمین سازی

فرمایا کہ اسی طرح جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرنا ہوا تو اس کے لیے بھی پہلے سے زمین سازی کی گئی کہ بعض افراد کو توحید کی توفیق ارزانی ہوئی اور بعض کو تلاش حق کے لیے سرگرداں بنایا گیا۔ مثلاً ورقہ بن نوفل اور زید ابن زید کے صاحب زادے تھے، حضرت سعید بن زیدؓ، جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ ورقہ بن نوفل اور زید: دونوں مکہ مکرمہ سے دین حق کی طلب و جستجو میں نکلے۔ پہلے یہود کے پاس گئے اور ایک مشہور یہودی راہب سے ملے۔ اس نے کہا کہ دین حق تو ہمارے پاس ہے، مگر اس کی بعض باتیں ایسی ہیں، جن کے باعث خدا کے غضب کا اندیشہ ہے۔ یہ سن کر دونوں وہاں سے روانہ ہو کر عیسائیوں کے یہاں گئے اور ان کے ایک عالم و راہب سے ملاقات کی۔ اس نے کہا کہ صحیح دین تو ہمارے پاس ہے، مگر اس میں کچھ خامیاں اور کمزوریاں بھی ہیں۔ یہ سن کر زید تو وہاں سے بھی چلتے بنے، مگر ورقہ وہیں رک گئے اور عیسائیت قبول کر کے، اس کی تعلیمات سے بھرپور واقفیت حاصل کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد مکہ مکرمہ واپس آ کر عیسائیت کی تبلیغ کرنے لگے اور انجیل کی آیتوں کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے اہل مکہ کو سناتے اور پڑھاتے تھے۔ اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے فی الجملہ زمین تیار کی گئی۔

پنڈت دیانند سرسوتی کا مناظرہ سے فرار

فرمایا حضرت نانوتوی نے شاہ جہاں پور میں جو تمام مذاہب کے مقابلے میں مناظرہ کیا تھا اور سب بھاگ گئے تھے، اس کے بعد دیانند (سرسوتی) کبھی مقابلے پر نہیں آیا۔ اگرچہ کہتا ہمیشہ یہی تھا کہ مولوی ''قاسم'' سے مناظرہ کروں گا اور کسی سے نہیں کروں گا۔ ایک دفعہ سنا کہ دیانند رڑکی آیا ہے حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ کو لے کر پہنچ گئے۔ شیخ الہندؒ کو شرائط طے کرنے کے لیے بھیجا۔ مگر وہ کسی بات پر آمادہ نہ ہوا اور نقض امن کا بہانہ کرتا رہا۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا اچھا میں اور دیانند خود مجسٹریٹ کے سامنے جا کر اپنی اپنی ذمہ داری پر اجازت لے لیں چناں چہ گئے۔ حضرت نے وہاں فرمایا کہ بس! اچھا موقع ہے، یہیں مناظرہ کرلو۔ یہاں مجسٹریٹ کے سامنے نقض امن کا بھی خوف نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا کہ میں تو تیار ہو کر نہیں آیا، فرمایا کہ تیاری کس بات کی ہے، اسی طرح کرلو۔ غرض وہ وہاں سے بھی فرار ہو گیا اور کسی صورت مناظرہ کرنے کے لیے تیار نہ ہوا۔

تارکِ نماز کی بابت دل چسپ گفتگو

فرمایا ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ جان بوجھ کر تارک صلاۃ کو مباح الدم مانتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ ردۃً مباح الدم قرار دیتے ہیں، یعنی اسے مرتد اور اسلام سے خارج ہونے کی بنا پر قتل کرنے کے قائل ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو نہ تو کفن دیا جائے گا، نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ اس کے مال میں وراثت جاری ہوگی۔ لیکن حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اسے حدّاً مباح الدم قرار دیتے ہیں، جب کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اس سلسلے میں ان تینوں حضرات سے بالکل مختلف

ہے، نہ وہ اُسے مرتد اور اسلام سے خارج مانتے ہیں اور نہ مباح الدم۔ امام صاحب کے نزدیک "مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا(۱)" کا محل اس کا ظاہری معنی نہیں ہے بلکہ یہ روایت تغلیظ اور وعید پر محمول ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ امام بیہقی نے جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کی بابت امام شافعیؒ کی امام احمد ابن حنبلؒ سے ہونے والی دلچسپ گفتگو نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے فرمایا:

"سمعت أنك تقول إن من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر وارتدّ عن الإسلام؟ قال أحمد بن حنبل نعم، فقال له الشافعي: ماهو سبيله إلى الإيمان؟ أجاب بأن يصلي، فقال الشافعي كيف يصلي الكافر والمرتد عن الإسلام؟ فسكت (أحمد بن حنبل) وبهت ولم يدر جواباً، غير أنه استمر في فتواه هذا"

امام شافعی نے امام احمد بن حنبل سے فرمایا میں نے سنا ہے کہ آپ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کو کافر، مرتد اور دین اسلام سے خارج کہتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا ہاں! اس پر امام شافعیؒ نے کہا کہ اس شخص کے ایمان لانے کی کیا شکل ہوگی؟ تو امام احمدؒ نے فرمایا وہ نماز پڑھے۔ اس پر امام شافعیؒ نے کہا کہ کافر کس طرح نماز پڑھ سکتا ہے؟ اس پر امام احمدؒ ہکا بکا رہ گئے، ان سے کوئی جواب نہ بن پایا، مگر انھوں نے اپنے فتوے سے رجوع نہیں کیا۔

قتل یا قتال

فرمایا امام ابو حنیفہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے قتل نہیں، بلکہ اس

(۱) "مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَاراً" (عن انس، کنز العمال، ۷/ ۲۸۰/ ۱۸۸۷۹) ترجمہ: جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کھلم کھلا کفر کیا۔

سے قتال کے قائل ہیں اور قتل وقتال میں بین فرق ہے۔ فرمایا کہ حافظ ابن دقیق العید نے قتل اور قتال کے فرق پر بڑی مدلل اور شرح وبسط کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے جن احادیث وآثار سے استدلال کیا ہے، ان میں ایک حدیث وہ بھی ذکر کی ہے جس میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص حالت نماز میں تمہارے سامنے سے گذرے ''فقاتله(۱)'' اس سے قتال کرو اور لکھا ہے کہ نماز کے سامنے سے گذرنے والے شخص کے قتل کا، امت میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

علامہ ابن قیم کا تنبہ

فرمایا فرائض سارے کے سارے اہم ترین اور واجب ہیں، مگر امام احمد بن حنبلؒ کا جیسا شدید موقف ترکِ صلاۃ کے تئیں ہے، ویسا ترک زکوٰۃ کی بابت نہیں ہے۔ حال آں کہ دونوں ہی فرض عین ہیں اور اکثر مقامات میں دونوں کو ایک ساتھ بیان بھی کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ اس پر ابن قیمؒ کو تنبہ ہوا اور انھوں نے اس تاثر کو دور کرنے کی کوشش کی۔ امام احمد سے منقول ایک روایت بیان کی، جس میں عمداً تارک زکاۃ کا بھی وہی حکم مذکور ہے جو عمداً تارک صلاۃ کا ہے۔ مگر محققین علماء نے ابن قیم کی بات یہ کہہ کر مسترد کردی کہ یہ امام احمد کی شاذ روایت ہے اور شاذ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ان کا مفتی بہ قول وہی ہے، جو اوپر مذکور ہوا۔

---

(۱) عن أبي سعيد قال سمعت النبي ﷺ يقول إذا صلى أحدكم إلى شيء يستر من الناس فأراد أحد أن يجتاز بين يديه فليدفعه فإن أبى فليقاتله فإنما هو شيطان (بخاري، في الصلوٰة باب ليرد المصلي من مر بين يديه: ۷۳/۱)

ترجمہ: حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے آں حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کہ اگر تم میں کا کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے پھر کوئی اس کے آگے سے گزرنا چاہے تو چاہیے کہ وہ اسے روک دے اور اگر وہ نہ رکے تو اس سے لڑ پڑے اس لیے کہ وہ شیطان ہے۔

حدیث أمرتُ أن أقاتل الناس کا محمل

اسی ذیل میں فرمایا کہ "جمعیۃ علماء ہند" کے اجلاس عام منعقدہ پشاور (پاکستان) کی صدارت اباجی (حضرت علامہ کشمیری) کررہے تھے۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ، اباجی کے خادم کی حیثیت سے ساتھ رہے، انھوں نے مجھ سے بتایا کہ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے جو اس اجلاس میں مدعو خصوصی کے طور پر شریک تھے۔ اباجی سے معلوم کیا کہ حدیث نبوی ﷺ "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله (۱)" کا مصداق اور صحیح محمل کیا ہے؟ اس لیے کہ ظاہر حدیث، اسلام کے عمومی مزاج و مذاق سے مطابقت نہیں رکھتا۔ تو اباجی نے فرمایا کہ اس حدیث کا تعلق میدان جنگ کی اس حالت سے ہے جب افہام و تفہیم، دعوت و تبلیغ اور غیر مسلمین کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کیے جانے اور دعوت اسلام کی راہ میں حائل نہ ہونے کی درخواست کیے جانے کے بعد بھی وہ ان میں سے کوئی بات نہ مانیں اور جنگ کے لیے آمادہ ہوجائیں، تو یہ جنگ شروع ہوجانے کے بعد، کے

---

(۱) عن عبدالله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ أمرت ان أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وان محمداً رسول الله ويقيموا الصلوٰة ويؤتوا الزكوٰة فإذا فعلوه عصموا مني دماءهم وأموالهم وحسابهم على الله (مسلم كتاب الإيمان: باب الأمر بقتال الناس: ۱/۳۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ ایک ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں جب وہ ایسا کرلیں گے تو میری طرف سے ان کا خون اور مال محفوظ ہوجائے گا اور ان کا حساب خدا کے یہاں ہوگا۔

لیے یہ حکم وارد ہوا ہے کہ اب ان سے صرف یہی قبول کیا جائے گا کہ اسلام لے آئیں یا پھر لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جائیں (حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولانا بنوریؒ نے مجھ سے بعینہ وہی الفاظ بیان کیے تھے، جو اباجی نے کہے تھے، مگر میں نے اپنے طور پر اس کا مفہوم ذکر کیا ہے)

نیز فرمایا یہ اسی قبیل کا آرڈی نینس اور آخری وارننگ ہے، جیسے ۱۹۷۱ء کی ہندو پاک جنگ کے دوران دیکھنے میں آیا۔ جب مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کے لوگوں نے پاکستان کے خلاف بغاوت کردی، ہندوستان کے ساتھ جا ملے اور ہندوستان نے اپنی پوری فوجی قوت کے ساتھ ان کی مدد کی اور باضابطہ جنگ میں کود گیا۔ پاکستان کی افواج بنگلہ دیش میں ہر طرف سے گھر گئیں۔ نہ رسد پہنچنے کا کوئی راستہ تھا اور نہ ہی کمک۔ اس وقت بات چیت اور مذاکرات کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کی تجویز سامنے آئی، مگر ہندوستان کی جانب سے مشرقی کمان کے سربراہ جنرل اروڑہ نے جواب دیا کہ اب صرف دو راستے ہیں، یا تو پاکستانی افواج ہتھیار ڈال دیں، یا لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

اسی تعلق سے فرمایا کہ شارحین حدیث نے عموماً حدیث مذکور کے موقع ومحل اور مصداق ومحمل سے بحث نہیں کی ہے، بلکہ ان کا سارا زور "اُمِرت" کی تعبیر پر رہا ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ "اُمِرت" بہ صیغۂ مجہول فرمائیں تو آمر ذات باری تعالیٰ ہوگی اور اگر حضرات صحابہ کرام "اُمِـــرتْ" کہیں تو آمر حضور اکرم ﷺ ہوں گے۔ بس اسی پہلو پر انھوں نے شرح وبسط سے کلام کیا ہے۔

جاؤ مسجد شہید کر کے بوڑھیا کا مکان اسی جگہ تعمیر کرو

فرمایا ایک بار مصر کی ایک خاتون نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر حضرت

عمرؓ سے شکایت کی کہ گورنر مصر نے ایک مسجد کی توسیع کی خاطر، میرا مکان جبراً منہدم کر کے شامل مسجد کر لیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فوراً قاصد بھیجا اور گورنر مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کو تاکیدی ہدایت کی کہ وہ بلا تاخیر ممکنہ تیز روی کے ساتھ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو جائیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ چند ہی روز میں حاضر خدمت ہو گئے۔ پہلے حضرت عمرؓ نے ان سے اس معاملہ کی تصدیق چاہی۔ جب انھوں نے تصدیق کر دی تو سخت تنبیہ کی۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے عرض کیا کہ مسجد نمازیوں کے لیے تنگ پڑ رہی تھی، ہم نے اس خاتون سے کہا کہ اپنے مکان کی دوگنی اور تگنی قیمت لے لے اور مکان توسیع کے لیے دے دے، مگر وہ کسی بھی طور تیار نہ ہوئی؛ اس لیے ضرورت کے پیش نظر اس کا مکان منہدم کر کے شامل مسجد کر لیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا جاؤ اور مسجد کا وہ حصہ شہید کر کے اس کا مکان جس طرح پہلے تھا، اسی طرح بنا کر دو۔ یہ تھا حضرت عمرؓ کے حکومت کرنے کا طریقہ اور یہ تھی ان کی انصاف پسندی۔

بیعت کے تعلق سے اکابر دیوبند کی احتیاط

بیعت وارادت اور اس حوالے سے حضرات اکابر علمائے دیوبند علیہم الرحمہ کے طرز و انداز کی بابت گفتگو کے ذیل میں فرمایا کہ ہمارے اکابر نے اس سلسلے میں کس قدر احتیاط برتی، اسے کس حد تک خالصۃً للہ فی اللہ گردانا اور دنیا و دنیاوی اغراض و مفادات کے شائبے سے کتنا بچایا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بیگم شاہ جہاں ملکہ ریاست بھوپال نے حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہونے کی اپنی قلبی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کئی ایک خطوط لکھے، مگر حضرت ہر بار منع ہی فرماتے رہے۔ جب ان کی جانب سے بہت زیادہ اصرار ہوا تو تین شرطوں کی پابندی کے

ساتھ بذریعہ تحریر بیعت منظور فرمائی:

۱- آپ مجھے بھوپال آنے کی دعوت کبھی نہ دیں گی۔

۲- آپ خود کبھی گنگوہ نہ آئیں گی۔

۳- آپ مجھے کسی قسم کا کبھی کوئی ہدیہ نہ بھیجیں گی۔

اپنے یہاں قیام کی اجرت لینا چاہتے ہیں؟

اسی تعلق سے فرمایا کہ حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ دیوبندی جب ''راندیر'' تشریف لے گئے تو جس شخص کے یہاں قیام فرمایا، وہ حضرت کی نیکی، صلاح، زہد واستغنار سے بے حد متاثر ہوا اور حضرت سے بیعت فرمانے کی درخواست کی۔ اسی اثنار میں وہ کسی ضرورت سے گھر میں گیا، جب واپس آیا تو دیکھا کہ حضرت میاں صاحب نے اپنا سامان وغیرہ سمیٹ رکھا ہے اور چلنے کے لیے تیار ہیں۔ وہ گھبرا گیا اور عرض کیا کہ حضرت! مجھ سے کیا گستاخی ہوئی اور آپ اچانک کیوں جانے کے لیے تیار ہو گئے؟ فرمایا کہ آپ مجھ سے بیعت ہو کر اپنے یہاں قیام کی اجرت لینا چاہتے ہیں اور اسے بیعت نہ فرمایا۔

حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کا اخفائے حال

فرمایا کہ ہمارے علمائے دیوبند میں کس قدر اخفار اور اپنے آپ کو چھپانے اور کسی بھی صورت نام ونمود سے کتنی نفرت تھی، اس کے لیے یہاں ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ میں حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ سے بہت قریب اور بے تکلف تھا، لیکن اس تمام عرصے میں حضرت نے کبھی اس کا صراحتاً یا اشارۃً تذکرہ نہ کیا کہ انہیں کسی سے اجازت وخلافت حاصل ہے اور نہ کسی کو بیعت فرماتے۔ جب

حضرت کی وفات کے بعد حضرت کے سامان کو دیکھا گیا تو صندوق میں سے حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ کے قلم سے لکھی ہوئی تحریر نکلی، جس میں حضرت کی جانب سے انہیں اجازت وخلافت دی گئی تھی۔

بیعت وارشاد میں سفارش مناسب نہیں

اسی سلسلے میں فرمایا کہ حضرت مہتمم صاحب مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بھی بہت کم بیعت کیا کرتے تھے اور اس حوالے سے کسی قسم کی تشہیر اور سفارش وغیرہ پسند نہ فرماتے۔ آخر میں حضرت مہتمم صاحبؒ دریا گنج دہلی میں جناب نواب ظفر جنگ صاحب حیدرآبادی کے ہوٹل میں قیام فرمانے لگے تھے۔ ایک بار میں بھی ساتھ تھا۔ ظفر جنگ، ان کی اہلیہ اور ان کی والدہ مجھ سے اصرار کرنے لگیں کہ میں انہیں حضرت مہتمم صاحب سے بیعت کروا دوں۔ چناں چہ میں نے اپنے طریقے پر حضرت مہتمم صاحب سے گفتگو کی اور حضرت آمادہ ہو گئے، انہیں بیعت فرما لیا، مگر بعد میں مجھ سے بہ طور اظہار ناراضگی فرمایا مولوی انظر شاہ صاحب! یہ بات مناسب نہیں ہے۔ آئندہ آپ کسی کی بیعت کے لیے سفارش نہ کریں۔ نیز از راہ تاسف فرمایا کہ ہائے! اب بیعت وارادت اور اجازت وخلافت بھی کس قدر ارزاں ہو گئی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا محکمہ سراغ رسانی

ہندو پاک کی موجودہ بڑھتی ہوئی کشیدگی اور جنگ کے دوران دشمن کی بابت خفیہ معلومات کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا محکمہ سراغ رسانی انتہائی بیدار مغز، چوکس، فعال اور زیرک افراد پر مشتمل تھا۔ حضور اکرم کو اطلاع مل چکی تھی کہ قریش کا ایک بڑا قافلہ چند روز میں واپس مکہ

مکرمہ جانے والا ہے۔ مگر وہ مدینہ منورہ کے قریب سے کس روز گزر رہا ہے، اس کی حتمی اطلاع نہ تھی، اس لیے تو آپ ﷺ نے مدینہ پہنچنے کی حتمی تاریخ کا پتہ لگانے کے لیے حضرت عدیؓ اور حضرت بسبسؓ کو بھیجا۔ یہ دونوں حضرات اونٹ پر سوار ہوکر تجسس کے لیے نکلے اور میدان بدر گئے۔ وہاں دو لڑکیاں ایک کوئیں میں پانی بھر رہی تھیں اور آپس میں کچھ باتیں کر رہی تھیں۔ یہ دونوں حضرات ان کے قریب گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک لڑکی دوسری سے اپنے قرض کا مطالبہ کر رہی تھی۔ دوسری نے کہا کہ ذرا صبر کرو کل قریش کا قافلہ یہاں آنے والا ہے، میں اس قافلے کی خدمت کر کے تمہارا قرض واپس کردوں گی۔ یہ سنتے ہی حضرت عدیؓ اور حضرت بسبسؓ تیزی کے ساتھ مڑے اور واپس مدینہ منورہ کی راہ لی۔ ان کے بعد ابوسفیان وہاں آئے۔ یہ ابھی تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ دیکھا کہ اونٹ کی مینگنیاں پڑی ہوئی ہیں۔ انہیں اپنی چھڑی سے کریدا تو کھجور کی گٹھلی نکلی، گٹھلی دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ یہاں ''یثرب'' کو کا کوئی شخص آیا تھا اور آئندہ خطرے کو تاڑ گئے چناں چہ فی الفور تیز رفتار قاصد مکہ مکرمہ روانہ کیا کہ وہ جا کر مکے والوں کو حالات بتائے اور بتائے کہ ہمارا تجارتی قافلہ محمد اور ان کے ساتھیوں کے نرغے میں آگیا ہے؛ اس لیے وہ جلد از جلد مدد کو پہنچیں۔ چناں چہ قریش کا قافلہ، مقام بدر کے معروف راستے سے نہ گزر کر، بچتا بچاتا دوسرے غیر معروف راستے سے بہ حفاظت نکل گیا۔

انصارِ مدینہ کی جان نثاری

فرمایا اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر ایک دوسرے رخ کو بھی دیکھیے۔ جب بیعت عقبہ کے بعد حضرات انصار مدینہ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مستقل طور پر مدینہ منورہ چلے جانے کی بات طے ہوگئی تو حضرت

عباسؓ نے انصار مدینہ سے فرمایا کہ تم جانتے بھی ہو کہ کس شخص کو اپنے گھر بلا رہے ہو اور اس کے سبب تم کتنی بڑی دشمنی اور عداوت مول لے رہے ہو؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم انہیں لے جا کر، حالات کی سنگینی سے گھبرا جاؤ اور ان کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ اگر ایسا ہے تو مکہ ہی میں رہنے دو، کم سے کم یہاں ان کا خاندان تو ہے، ہم لوگ ہیں، ان کی حفاظت کریں گے۔ اس پر انصار مدینہ نے جواب دیا کہ ہم کو اس خطرے کا احساس ہے اور حالات خواہ کچھ بھی ہوں، ہم پر خواہ کتنی بڑی آفت آن پڑے، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اندرون مدینہ ان کی آخری وقت تک حفاظت کریں گے اور انہیں کوئی گزند نہ پہنچنے دیں گے۔

جب قریش کا تجارتی قافلہ بچ نکلا اور ادھر جنگ کے ارادے سے آدھمکے قریش کے لشکر کی خبر حضور اکرم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے حضرات صحابہؓ کرام سے صورت حال کی بابت مشورہ طلب کیا۔ مہاجر صحابہؓ کرام نے پر جوش تقریریں کیں اور حضور اکرم کے تئیں اپنی جاں نثاری اور فدا کاری کا یقین دلایا۔ لیکن ابھی تک حضور اکرم نہ کھلے اور نہ کوئی تقریر فرمائی۔ آپ ﷺ انتظار میں تھے کہ انصار مدینہ کا موقف کیا ہے؟ اس لیے کہ انھوں نے صرف اندرون مدینہ حفاظت کا عہد و پیمان کیا تھا اور بدر، مدینہ سے باہر تھا۔ جب حضرات انصار نے بھی اپنی جانب سے ہر ممکن فدا کاری و جاں سپاری کا اعلان کیا، تب حضور اکرم ﷺ کھلے اور صحابہؓ کرام کے سامنے نہایت مدلل اور جامع خطاب فرمایا۔

بخاری کے دو ترجمۃ الابواب میں ربط و مناسبت

فرمایا حضرات انصار مدینہ کے اسلام اور مسلمانوں پر بڑے زبردست احسانات ہیں، جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ امام بخاریؒ نے ایک جگہ باب قائم کیا ہے ''حبُ الأنصار علامة الإيمان'' اس کے تحت اسی مضمون کی

حدیث بھی لائے ہیں۔ لیکن اس کے معاً بعد جو باب قائم کیا ہے وہ ''من الدین الفرار من الفتن'' ہے۔ فرمایا کہ عرصۂ دراز تک میں پریشان رہا کہ ''حب الأنصار علامة الإيمان'' کے بعد یہ باب کیوں قائم کیا؟ آخر دونوں میں کیا مناسبت ہے؟ مگر کہیں سے کچھ نہ مل سکا، حافظین نے بھی اس پر کلام نہیں کیا، مگر ابھی کوئی دو تین سال پہلے دوران مطالعہ اچانک میرے ذہن میں اس کی یہ توجیہ آئی کہ ''حب الأنصار من الإيمان'' باب قائم کرکے امام بخاری نے حضرات انصار کی فضیلت و اہمیت اور عظمت و مرتبتِ بلند کی جانب اشارہ کیا ہے۔ لیکن حضرات مہاجرین کی قربانیاں بھی تو ان سے کم نہیں، بلکہ ان کو انصار پر سبقت الی الاسلام بھی حاصل ہے تو ''من الدين الفرار من الفتن'' باب قائم کرکے اس طرف اشارہ ہے کہ جن صحابۂ کرام نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر اپنا گھر بار، دھن دولت، زمین و جائداد اور اقربا و اعزا سب کو خیر باد کہا، ان کا مرتبہ بھی بہت بلند، عظیم القدر، عظیم الشان ہے اور حضرات انصار کی طرح حضرات مہاجرین سے محبت رکھنا بھی ایمان کا تقاضا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ اور غلام

حضرت ابوذر غفاریؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت سائبؓ بن معرور ایک دوسرے صحابی کے ساتھ، حضرت ابوذر غفاریؓ سے ملنے مقام ''ربذہ'' گئے۔ دیکھا کہ ایک معمولی سا گھر ہے، ایک کمرے میں معمولی سا قالین پڑا ہوا ہے اور دو تکیے رکھے ہوئے ہیں۔ ایک پر حضرت ابوذرؓ ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور دوسرے پر کوئی دوسرے صاحب۔ دونوں کا لباس انتہائی معمولی قسم کا، دونوں میں بہ ظاہر کوئی امتیاز بھی نہیں۔ انھوں نے خیال کیا کہ شاید یہ حضرت ابوذرؓ کے صاحب

زادے ہوں۔ بعد میں استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ نہیں، وہ تو حضرت ابوذر کے غلام ہیں۔ اس پر ایک صاحب نے فرمایا کہ اپنے اور غلام میں کچھ تو فرق کریں، تو حضرت ابوذرؓ نے قصہ سنایا کہ ایک بار میں نے حضرت بلال کو "او حبشن کے بچے" کہہ دیا تھا، انھوں نے جا کر حضور اکرم ﷺ سے شکایت کر دی۔ آں حضور نے مجھے یاد فرمالیا۔ جب میں گیا تو فرمایا کہ ابوذر! ابھی تک تمہارے دماغ سے گنوار پن نہ گیا؟ تم نے اپنے بھائی کو طنز کیا ہے، یہ بھی خدا کے بندے ہیں، صرف اتنا ہے کہ تمہارے غلام ہیں۔ تم جو کھاؤ، انہیں بھی کھلاؤ، جو پہنو انہیں بھی پہناؤ۔ اس کے بعد میں وہیں زمین پر لیٹ گیا اور قسم کھالی کہ جب تک حضرت بلال جوتا پہن کر اپنا پیر میرے رخسار پر نہیں رکھ دیتے، میں ہرگز یہاں سے نہ اٹھوں گا۔ مجبوراً حضرت بلال کو ایسا کرنا پڑا۔ اس وقت سے میں ہر معاملے میں غلام کے ساتھ مساوات برتتا ہوں۔

فرمایا حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر ابا جیؒ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے درحقیقت مواسات کی تعلیم دی تھی، مگر حضرت ابوذرؓ نے اپنے خصوصی مزاج کی بنا پر اسے مساوات پر محمول کر لیا۔

نسبت اور نسبت سلب کرنے کی حقیقت

فرمایا ایک شخص نے حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ سے استفسار کیا کہ حضرت! نسبت کیا چیز ہے، نسبت سلب کرنے کی حقیقت کیا ہے اور کیا شیخ نسبت سلب کرسکتا ہے؟ حضرت گنگوہیؒ نے نہایت اختصار سے جواب دیا اور فرمایا کہ نسبت تعلق مع اللہ کا نام ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہو جانے کے بعد شیخ اسے سلب نہیں کرسکتا۔ دراصل نسبت سلب کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر شیخ کا

قلب مکدر ہو جائے تو تعلق مع اللہ میں اضمحلال آجاتا ہے۔

حضرت آدم کو خلافت دیے جانے کی وجہ عبدیت

علم اور عبادت کی فضیلت و عظمت اور عبودیت کے مقام و مرتبے کی بابت فرمایا کہ اباجی (حضرت علامہ کشمیریؒ) نے فرمایا کہ عموماً یہی کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت فی الارض کے اعزاز سے جو سرفراز کیا گیا، اس کی وجہ ان کا ملائکہ کے مقابلے علم میں تفوق ہے۔ لیکن میرے نزدیک حضرت آدم کی خلقت ہی میں بہ نسبت ملائکہ کے عبدیت زیادہ تھی اور اسی وجہ سے حضرت آدم کو خلعت خلافت سے نوازا گیا۔ کیوں کہ حضرت آدم کو خلافت دینے کی بات اور اس کی بابت ملائکہ کی جانب سے عرض معروض پہلے ہی ہو چکی تھی۔ اس عرض و معروض کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو چند اشیاء کا علم عطا فرما کر ایک کرشمہ دکھایا اور اس طرح ملائکہ پر حجت قائم کی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت آدم کو خلعتِ خلافت سے سرفراز کیے جانے اور انہیں منصب خلافت پر فائز کرنے کا ارشاد خداوندی، جب فرشتوں نے سنا تو ظاہری حالات سے قیاس کر کے انھوں نے اپنا اندازہ اور تحفظ بیان کیا کہ یہ تو خوں ریزی، سفکِ دماء اور فساد فی الارض کریں گے۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ کی جانب سے صرف اتنا ارشاد ہوا "اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (۱)" ارشاد ہونا تھا کہ

---

(۱) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۳۰)

ترجمہ: اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں اور خون بہائے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو فرمایا بے شک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

ملائکہ کا تحفظ، اشکال اور خیال سب ختم، بلکہ وہ اس پر نادم بھی ہوئے۔ بعد میں رونما ہونے والے واقعات نے بھی ثابت کر دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہر موقع پر بارگاہ ایزدی میں نہایت عاجزی، غایت تذلل، گریہ وزاری اور تضرع وابتہال کا اظہار کیا اور بجز عبودیت کے کوئی بات ظاہر نہ کی، جب کہ یہ ممکن تھا کہ فرشتوں کی طرح وہ بھی اپنے تحفظ کا اظہار کرتے، اشکال اور خیال ظاہر کرتے اور حجت ودلیل کی راہ پر چلتے۔

فرمایا اباجی نے مزید فرمایا کہ حضرت آدم کا حضرت موسیٰ سے جب مناظرہ ہوا تو حضرت آدم نے ایسی مضبوط اور مسکت حجت پیش کی کہ بحسبِ ارشاد نبوی وہ حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے۔ اس قسم کی دلیل وہ حضرت حق جل مجدہ کے سامنے بھی پیش کر سکتے تھے، مگر انہوں نے جناب باری میں ایک حرف بھی نہ کہا، بلکہ اپنے قصور کا ہی اعتراف کرتے رہے، عرصے تک توبہ واستغفار کرتے رہے اور گریہ وزاری میں مصروف رہے۔ فرمایا میرے نزدیک حضرت آدم کی اسی عبودیت ہی کا وہ مقام تھا، جس کی وجہ سے وہ خلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ پھر اس کے بعد حق تعالیٰ نے ان کے امتیازِ علم اور تفوقِ علم کو بھی نمایاں فرما دیا اور اس کے پیچھے یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ عبودیت ایک وصفِ مخفی ومستور تھا، جسے معلوم کرنا دشوار تھا، برخلاف علم کے کہ وہ ظاہری وصف تھا، اسے ہر کوئی معلوم کر سکتا اور جان سکتا تھا، اس لیے فضیلت کا معیار ظاہر میں اسی پر رکھا گیا۔

استخلافِ آدمؑ میں مضمر ۱۵/ اصول دین

فرمایا اباجی نے مزید فرمایا کہ میں نے حضرت آدمؑ کے اس قصّے سے ۱۵/ اصول دین اخذ کیے ہیں اور وہی اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں۔

حضرت شیخ الادبؒ کا تدریسی کمال

حضرت شیخ الادبؒ مولانا اعزاز علی صاحبؒ امروہوی علیہ الرحمہ کا تذکرہ چل نکلا تو فرمایا کہ حضرت شیخ الادبؒ کی شان نرالی اور حالت عجیب تھی۔ تنگی اور تنگ معاشی کا یہ حال تھا کہ صبح کا ناشتہ کالی سیاہ چائے اور صرف دو پاپے۔ چائے بھی آدھی کچی آدھی پکی۔ ہوتا یہ تھا کہ حضرت کے پاس جو پوسٹ کارڈ آتے، ان کا جواب دینے کے بعد جو دو چار کارڈ ہوتے انہیں ہی جلا کر چائے بناتے۔ چائے جیسی تیسی بن جاتی اور حضرت اسی کو نوش فرما کر پڑھانے کے لیے چلے جاتے۔ کیا مجال کہ پانچ منٹ کبھی گھنٹے سے تاخیر ہو جائے۔ گھنٹہ بجا اور حضرت شیخ الادب کا قدم درس گاہ میں۔

فرمایا ایسے قابو یافتہ اور کامیاب مدرّس تھے کہ ابھی ''ابوداؤد شریف'' دورے کے منتہی طلبہ کو پڑھا کر آئے اور ابھی ''تیسیر المبتدی'' جیسی چھوٹی کتاب، چھوٹی عمر اور چھوٹی عقل وفہم کے طلبہ کو پڑھانے لگتے۔ مگر یہ ناممکن تھا کہ ابوداؤد کے درس کا کوئی اثر یہاں محسوس ہو، نہ جملے بلیغ، نہ تعبیرات اونچی، نہ مشکل اصطلاحی الفاظ۔ بالکل بچوں کی سطح پر اتر آتے اور اسے بھی ابوداؤد کی طرح ہی ذہن نشین کر دیتے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ چند صدیوں میں جن بعض شخصیات کو باکمال مدرس بنا کر پیدا کیا تھا، ان میں سے ایک حضرت شیخ الادب بھی تھے۔

شیخ الادبؒ کی طلبہ کی صلاحیت سازی کے لیے بے قراری

فرمایا حضرت شیخ الادب بے قرار رہا کرتے کہ طلبہ ان سے استفادہ کریں، پڑھیں، مشکل مباحث سمجھیں اور وہ یہاں سے باصلاحیت عالم بن کر نکلیں۔ مگر

حضرت کا جو رعب وداب تھا، اس کی وجہ سے کوئی کچھ کہنے کی جرأت کم ہی کرپاتا۔ خارج میں اگرچہ بعض طلبہ ان سے پڑھتے، مگر دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ ان سے زیادہ استفادہ کرتے تھے اور حضرت نے کبھی کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ فلاں صاحب مجھ سے پڑھ کر پڑھایا کرتے ہیں۔ اگر کوئی طالب علم خارج میں کچھ پڑھنا چاہتا تو پہلے اس کے شوق وذوق کا اچھی طرح امتحان لیتے، جب یقین ہوجاتا کہ طلب صادق ہے تو ایسا لگ کر پڑھاتے کہ بس ایک ہی کتاب سے نحو، صرف، منطق اور علم کلام اور لغت سمیت تمام علوم کا اجرا ر اچھی طرح ہوجاتا اور طالب علم پختہ اور ٹھوس ہوجایا کرتا تھا۔

نفحۃ العرب ڈھائی سال میں مکمل ہوئی

اسی ذیل میں فرمایا کہ میری آمد ورفت حضرت قاری اصغر علی صاحب سہس پوریؒ کے یہاں بہ کثرت تھی۔ ایک بار حضرت شیخ الادب نے قاری صاحب سے فرمایا کہ میاں انظر سے کہہ دیجیے کہ مجھ سے خارج میں پڑھ لیا کریں۔ جب میں قاری صاحب کے پاس گیا تو انھوں نے بڑی مسرت کے انداز میں فرمایا کہ میاں انظر! تمہاری زندگی بن گئی۔ حضرت شیخ الادب کے یہاں حاضر ہوا۔ معلوم کرنے پر حاضری کی وجہ عرض کی کہ آپ نے خارج میں احقر کو پڑھنے کے لیے قاری اصغر علی صاحب سے فرمایا تھا۔ میں اسی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت شیخ الادب نے یکسر منع کردیا کہ نہیں، میں نے پڑھانے کے لیے نہیں کہا اور نہ ہی آپ کو ملاقات کے لیے کہا۔ اس جواب سے میں دم بخود، حیران وپریشان۔ میں آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ نیز فرمایا کہ آپ کے بڑے بھائی کو وقت دیا تھا اور پڑھانے کے لیے کہا تھا ایک روز آئے، اس کے بعد سے آج تک ان کی زیارت سے محروم

ہوں۔ تو آپ کے لیے بھی کیوں قابل نفرت بنوں، ابھی کم سے کم ملاقات تو ہو جاتی ہے۔ لیکن خدا کا شکر کہ میں وہیں حضرتؒ کے کمرہ میں کھڑا رہا، شیخ الادب سمجھ گئے کہ میرے اندر واقعی طلب وشوق ہے تو فرمایا کہ اچھا آپ رات کو تین بجے دارالافتاء میں ''نفحۃ العرب'' لے کر آجایا کریں۔ چناں چہ میں ٹھیک تین بجے حاضر ہوگیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور اس طرح مانجھ مانجھ کر پڑھایا کہ ''نفحۃ العرب'' ڈھائی سال میں جاکر مکمل ہوئی۔ جب کہ اس عرصے میں کوئی ناغہ نہ ہوا۔ ہر ہر لفظ کی تحقیق کراتے، نحوی بھی صرفی بھی۔ پھر متعلقہ نحوی مسئلہ کے تمام متعلقات معلوم کرتے، صرف میں مشتقات، ہر ایک کی گردان، صرف صغیر، صرف کبیر، اگر تعلیل ہے تو اس کا قاعدہ اس کی مثالیں، لغوی تحقیق بھی اسی انداز میں کراتے۔ اکثر سبق احقر سے ہی حل کراتے، جہاں غلطی ہوتی تنبیہ کرتے پھر بتاتے۔ الغرض آسانی سے چلنے نہ دیتے تھے۔

وہ تمھارا خیر خواہ نہیں

فرمایا کہ میں پریشان ہوگیا، مسجد قدیم میں ایک بنگالی طالب علم رہتے تھے۔ اونچی جماعت میں، اچھی صلاحیت تھی، میں نے یہ راستہ نکالا کہ نفحۃ العرب کا سبق ان سے پڑھ لیا کرتا اور نحوی، صرفی وغیرہ تحقیق بھی معلوم کرلیا کرتا تھا۔ اب کیا تھا حضرت شیخ الادب معلوم کرتے تو فرفر بتادیتا۔ جب کہ پہلے اٹکا کرتا، غلطی بھی کیا کرتا۔ صرف تین روز میں حضرت تاڑ گئے اور فرمایا کہ مولوی صاحب! جو طالب علم تمھیں بتاتا ہے، وہ تمہارا خیر خواہ نہیں ہے۔ خود سے حل کرو، خود محنت کرو۔ بس میں سمجھ گیا کہ راز فاش ہوچکا ہے اور میں نے اس سے رجوع چھوڑ کر کتاب خود ہی حل

کرنا شروع کی۔ الحمدللہ حضرت شیخ الادب کی اس ڈھائی سالہ محنت کے نتیجے میں بندہ کو کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

شاہ صاحبؒ کتب خانے کی جملہ کتابیں دوبارہ لکھ دیں گے

فرمایا حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کے زمانے میں معمول تھا کہ ہر ہفتے جمعرات کی شام کو حضرات اساتذۂ کرام دفتر اہتمام میں جمع ہو جاتے اور مختلف امور پر تبادلۂ خیالات ہوتا۔ ان میں مدرسے کے معاملات بھی زیر گفتگو آتے، علمی مسائل پر بھی بحث ہوتی، ملک و بیرون ملک کی سیاست پر بھی مذاکرہ ہوتا۔ حضرت مولانا کی جانب سے موسم کے مطابق ضیافت کا انتظام ہوتا، کبھی گاجر کا حلوہ، کبھی گھیور، کبھی آم، کبھی جلیبی وغیرہ۔ اسی طرح کی ایک نشست میں "رضا لائبریری" رام پور میں آگ لگنے کی بات مجلس میں کسی نے کہی۔ اس پر سبھی حضرات نے اظہار افسوس کیا۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا خدانہ کرے خدانہ کرے، اس طرح کا کوئی حادثہ اگر ہمارے مدرسہ میں پیش آئے تو مجھے کتابوں کے ضیاع پر چنداں افسوس نہ ہوگا۔ دوسرے حضرات کے استفسار پر فرمایا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب سے—علامہ کشمیریؒ—تمام کتابیں دوبارہ لکھوالوں گا، کہ شاہ صاحب ان سب کا مطالعہ کر چکے ہیں اور جو بات ایک بار ان کی نظر سے گزر جاتی ہے، وہ پھر نقش بر حجر کی مانند نا قابل محو ہو جاتی ہے۔ اس پر ابا جی نے فرمایا کہ آپ حضرات کو میرے بارے میں یہ حسن ظن ہے کہ میں بہت قوی الحافظہ ہوں حالاں کہ میں نے انگریزی پڑھی تھی، لیکن اب اس کے صرف دو ہی الفاظ یاد رہ گئے ہیں: ایک "پگ" دوسرا "فش"۔ پھر معلوم کرنے پر ان کا معنی بھی بیان کیا۔ اس پر شرکائے مجلس نے کہا یہ آپ کے قوی الحفظ ہونے کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس سے تو

یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نہ اس کے لیے پیدا کیا تھا اور نہ ہی آپ سے انگریزی زبان کے تعلق سے کوئی کام لینا تھا۔

آپ سے تو کوئی اور کام لیا جانا ہے

اس مناسبت سے حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ میں نے اچھی خاصی انگریزی پڑھی تھی۔ مگر اس سے کبھی مناسبت نہ رہی۔ میں نے یہ بات جناب مولانا محبوب الٰہی صاحب منگلوری سے کہی تو انھوں نے فرمایا میاں انظر! آپ اس کے لیے پیدا ہی کب کیے گئے ہیں؟ آپ سے تو کوئی اور کام لیا جانا ہے۔

کاش دو علمی کام انجام پا جاتے

اسی ذیل میں فرمایا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو حسن انتظام وانصرام اور رجال سازی کی جو صلاحیت عطا ہوئی تھی، اس کی نظیر دار العلوم کی طویل تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ حضرت مولانا کا منصوبہ یہ تھا کہ اباجی سے دو کام کرائے جائیں:

ایک بخاری شریف کی شرح اور دوسرا قرآن کریم کی تفسیر۔ اگر یہ دونوں کام انجام پا جاتے تو امت کا انمول سرمایہ ہوتے۔ مگر بدقسمتی سے بعض باتوں کا سہارا لے کر بعض عاقبت نا اندیش اور بدخواہ لوگوں نے اباجی کو حضرت مولانا سے بھڑا دیا اور اباجی دار العلوم سے علاحدہ ہو کر ڈابھیل چلے گئے اور اس طرح یہ عظیم کام، منصوبے سے عمل کی شکل اختیار نہ کر سکا۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اگر دیکھا جائے تو اس سارے ہنگامے میں سب سے زیادہ نقصان، صرف دو حضرات کا ہوا: ایک تو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی کا دوسرے اباجی کا۔

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کا انداز

فرمایا مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کے دل میں اساتذہ دارالعلوم کا بڑا احترام تھا۔ جب باہر سے کوئی معزز شخص یا بڑا عالم مدرسہ دیکھنے آتا تو تمام اساتذہ کو دفتر اہتمام میں جمع فرما کر ہر ایک کا الگ الگ بڑے وقیع اور باوقار انداز میں تعارف کراتے، ان کے علمی کمالات، امتیازات وخصوصیات پر روشنی ڈالتے اور آخر میں یہ بھی ذکر کرتے کہ ان جملہ اوصاف وکمالات کے باوصف، یہ صاحب مدرسے میں محض دس، پندرہ، بیس، پچیس، یا پچاس روپے پر خدمت تدریس انجام دیتے ہیں، جب کہ دوسری جگہوں پر لمبی لمبی تنخواہیں ان کی منتظر ہیں۔ اس طرح نووارد مہمان جب یہاں سے جاتا تو اپنے قلب وذہن میں عظمتوں کے انمٹ نقوش لے کر واپس ہوتا۔

ہمارے اکابر کا انتقام بھی علمی ہوتا تھا

فرمایا کہ حضرت مہتمم صاحب علیہ الرحمۃ (حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ) نے ایک بار فرمایا کہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کو یہ شکایت رہا کرتی کہ بھائی حبیب (حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ) میرا زیادہ خیال نہیں کرتے ہیں اور مجھے میرا واجبی حق نہیں دیتے۔ جب یہ احساس زیادہ بڑھ جاتا تو روٹھ کر گھر بیٹھ جاتے۔ حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ میں چوں کہ ہمیشہ سے ہی اپنے اساتذہ واکابر کے تعلق سے بیحد نیاز مند رہا، باوجود اختلاف کے کبھی میرا قلب، اپنے کسی استاذ سے مکدر نہ ہوا، اس لیے ایسے مواقع پر مجھے ہی حضرت علامہ کو منانے کے لیے بھیجا جاتا۔ ایک بار حضرت علامہ روٹھ گئے، دو تین

روز پڑھانے تشریف نہ لائے۔ چناں چہ مجھے بھیجا گیا۔ میں نے حاضر ہو کر نیاز مندانہ گزارش کی اور تکدر کی وجہ دریافت کی۔ حضرت علامہ نے تنک کر فرمایا بھائی حبیب نے میری توہین کی ہے، اس لیے میں پڑھانے نہیں جا رہا۔ قاری صاحب نے بتایا کہ میں نے عرض کیا حضرت! انتقام کی کیا صورت تجویز فرمائی ہے؟ فرمایا مدرسے سے طویل رخصت لے کر گھر بیٹھ جاؤں گا اور یکسوئی کے ساتھ ''فتح الملہم'' کی تالیف کا کام کروں گا۔ جب یہ چھپ کر منظر عام پر آئے گی اور اہل علم ہاتھوں ہاتھ لیں گے تب بھائی حبیب کو اندازہ ہوگا کہ شبیر کیا چیز ہے اور ان کو اپنی غلطی پر ندامت ہوگی۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ واقعہ سنا کر حضرت قاری صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ان حضرات کے یہاں انتقام بھی علمی ہوا کرتا تھا۔

علامہ عثمانیؒ نے علومِ کشمیری سب سے زیادہ اخذ کیے

فرمایا کہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کو ملکی سیاست حاضرہ سے بھی بڑی دل چسپی تھی اور علم و فضل میں بھی مقام بلند پر فائز تھے۔ مولانا بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت الاستاذ علامہ کشمیری کے علوم و معارف سے سب سے زیادہ اکتساب علامہ عثمانیؒ ہی نے کیا ہے۔ بالخصوص زمانہ قیام ڈابھیل میں۔ چناں چہ ''فتح الملہم'' میں حضرت علامہ کے حوالے سے ان کی آرار جا بجا بیان کرتے ہیں۔

اتنی دیر میں تو کسی کتاب کے کئی صفحات پڑھ لوں گا

فرمایا اس کے برعکس حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ خالص کتابوں کے آدمی تھے، انہیں ادھر ادھر کی باتوں اور سیاست سے کوئی شغف نہ تھا

اور نہ ہی اخبارات ورسائل کا مطالعہ کرتے تھے۔ حضرت علامہ عثمانیؒ کے یہاں آمد ورفت رہا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ آج کل حالات کیسے ہیں؟ حضرت علامہ نے اخبار مولانا کی جانب بڑھا دیا کہ مطالعہ کرلیں، حالات کا اندازہ ہو جائے گا تو کہا کہ جتنی دیر میں یہ اخبار پڑھوں گا، اتنی دیر میں کسی کتاب کے کئی صفحات کا مطالعہ کرلوں گا، جس سے کچھ علمی فائدہ بھی ہوگا۔

حضرت! یہ انٹرویو ہے، وعظ نہیں

فرمایا مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی حدیث نبوی "المؤمن غرّ کریم (۱)" کا صحیح مصداق تھے۔ کوثر نیازی جو ممتاز صحافی تھے اور بعد میں پاکستان کی وفاقی حکومت میں وزیر بھی ہوئے، مولانا کاندھلویؒ کے شاگرد تھے۔ ایک دفعہ مولانا کاندھلوی کے پاس ان سے انٹرویو لینے آئے اور متعلقہ بحث کی بابت مولانا سے سوال کیا۔ مولانا نے تسمیہ پڑھ کر خطبۂ مسنونہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر کوثر نیازی نے عرض کیا کہ حضرت! یہ انٹرویو ہے، تقریر کا موقع نہیں ہے۔ فرمایا کچھ بھی ہو، ہم تو خطبۂ مسنونہ کے بعد ہی کوئی بات کہیں گے۔

فرمایا ایک دفعہ کراچی شہر سے گزر رہے تھے، کار پر بیٹھے بیٹھے دیوار پر "حبيب بنك لميٹڈ" لکھا ہوا دیکھا۔ تو رفیق سفر سے فرمایا ماشاء اللہ پاکستان میں اب عربی زبان کا استعمال عام ہونے لگا ہے۔ ان کے استفسار پر فرمایا کہ ایک

---

(۱) عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ المؤمن غر كريم والفاجر خب لئيم. (أبوداؤد، في السنة، باب في حسن العشرة: ۲/ ٦٦٠)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان بھولا اور شریف ہوتا ہے جب کہ بدکار چالاک اور کمینہ ہوتا ہے۔

دیوار پر عربی جملہ لکھا ہوا دیکھا "حُبِّبَ بِیْنَكَ" مگر اس کے آگے سمجھ میں نہ آیا کہ یہ "لَمْ یَلِدْ" کون سا لفظ ہے اور اس کا کیا معنی ہے؟

فرمایا کہ جب گھر کے بچے مولانا کاندھلوی سے "چیز" لینے کے لیے پیسے مانگتے تو فرماتے چیز لے کر کیا کرو گے۔ ذرا دیر کے لیے کچھ ذائقہ محسوس ہوگا پھر ختم۔ کیوں نہ تم پیسے کسی غریب کو دے دیتے کہ اس کا ثواب کبھی ختم نہ ہوگا۔

کتمانِ علم بھی تو ممنوع ہے

فرمایا مولانا کاندھلویؒ بہت سیدھے اور شریف تھے، اس لیے امتحان گاہ میں طلبہ جہاں مولانا کو دیکھتے، استفسار کرنے لگتے اور مولانا کھڑے ہو کر انہیں بتاتے۔ ایک مرتبہ حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے دیکھا تو فرمایا "امتحان گاہ میں افادہ واستفادہ دونوں ہی ممنوع ہیں" تو مولانا کاندھلوی نے فرمایا "کتمان علم بھی تو ممنوع ہے"۔

مولانا عبدالخالق پشاوریؒ کی قوتِ حافظہ

فرمایا جناب مولانا احمد رضا صاحب بجنوریؒ کہا کرتے تھے کہ حضرت علامہ کشمیریؒ کے درس کو جتنا اور جیسا مولانا عبدالخالق صاحب پشاوریؒ استاذ دارالعلوم دیوبند نے ضبط کیا تھا، کسی دوسرے سے نہ ہو سکا۔ کہتے تھے کہ انہیں تاریخ، دن اور وقت کی تعیین کے ساتھ یاد تھا کہ حضرت شاہ صاحب نے کس روز، کس وقت اور کس کتاب کے درس میں کیا رائے ظاہر کی تھی اور کیا بات فرمائی تھی۔ شاہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ مولانا عبدالخالق صاحب کا انداز یہ تھا فرماتے "نہیں کہا اس بات کو کسی نے مگر شیخ انور نے بھائی" اسی طرح جب کسی دوسرے عالم

کے حوالے سے کوئی بات بیان کرتے تب بھی یہی انداز اختیار فرماتے۔
مولانا عبدالخالق صاحب پشاوری اس قدر قوی الحافظہ تھے، انہیں کتابیں اس قدر محفوظ تھیں کہ کبھی کوئی کتاب سامنے رکھ کر نہ پڑھاتے تھے۔

احقر مرتب نے دریافت کیا کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَوَجَدَكَ عَائِلاً فَأَغْنىٰ(۱)" کی بابت عموماً حضرات مفسرین کرام مالی و مادّی غنا کی جانب گئے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے ذریعہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غنائے مالی سے بہرہ ور کر دیا تھا، اسی کی جانب، اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن کیا کسی مستند مفسر سے اس کی تشریح غنائے قلبی بھی منقول ہے یا نہیں؟ تو فرمایا کہ ایسا یاد نہیں پڑتا۔ پھر اس سورت کے مضمون پر کسی قدر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ سورت زمانۂ فترۃ وحی کے بعد حضور اکرم ﷺ کو تسلّی اور دلاسہ دینے کی خاطر نازل کی گئی۔

سورۂ ضحیٰ کی دل نشین تشریح

دراصل کچھ عرصے کے لیے وحی رک جانے پر کفار و مشرکین یہ طعنہ دینے لگے تھے کہ میاں! محمد جس خدا کی بات کیا کرتے تھے اور جس کی جانب منسوب کر کے باتیں سنایا کرتے تھے، آج کل وہ خدا ان سے ناراض ہو گیا ہے، محمد کو یکا و تنہا بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ از راہ تقاضائے بشریت یہ فقرے حضور اکرم ﷺ کو بے حد گراں گزرتے۔ جب طعن و تشنیع حد سے بڑھ گئی تو حق تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما کر حضور اکرم ﷺ کی دل بستگی کی۔ ابتداء ہی میں فرمایا "والضحیٰ واللیل إذا سجی"۔ "ضحیٰ" ٹھیک دوپہر کی روشنی کو کہا جاتا ہے، جب ذرّہ ذرّہ

(۱) سورۃ الضحیٰ: ۸۔ ترجمہ: اور پایا تجھ کو مفلس، پھر بے پروا کر دیا۔

روشن ہو جاتا ہے۔ پھر رات کی قسم کھائی اور اس کی تاریکی کو مزید مؤکد کرنے کے لیے ''إذا سجی'' فرمایا۔ دراصل اس سے اشارہ اس امر کی جانب مقصود تھا کہ نشیب و فراز، تنگی و سہولت، پریشانی و آسانی اور حالات میں مد و جزر تو ہوتا رہتا ہے۔ چناں چہ روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ ابھی انتہائی روشنی تھی، ایک ایک ذرۂ کائنات چمک رہا اور نظر آ رہا تھا اور ابھی چند گھنٹوں میں ایسی تاریکی شب چھا گئی کہ اپنا ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا؛ اس لیے انقطاع وحی اور اتصال وحی بھی اسی قبیل کی چیز ہے، اس سے دل برداشتہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور جہاں تک معاندین کے دل آزار فقروں کا تعلق ہے تو ''مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی'' حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے نہ تو آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ آپ سے ناراض ہے۔

حق تعالیٰ نے مزید تسلی دیتے ہوئے اور اپنے نبی سے ناراضگی کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے اس وقت کی یاد دہانی کرائی جب آپ ابھی منصب نبوت سے سرفراز نہ ہوئے تھے اور جو شان عظمت، نبوت و رسالت کے سبب، آپ کے حصے میں آئی، اس سے بہرہ ور نہ ہوئے تھے، لیکن دیکھیں کہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ کیا اور کیسا معاملہ رہا؟ فرمایا ''اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی'' آپ یتیم تھے، سایۂ پدر سے اس دنیائے فانی میں آنے سے پہلے ہی محروم ہو گئے تھے اور کم سنی ہی میں شفقت مادر بھی جاتی رہی۔ پھر اسی مرحلے پر اس دادا کی مفارقت کا غم بھی آن پڑا، جو آپ کو اپنی جان سے بھی عزیز رکھتا تھا۔ مگر ہم نے آپ کو یتیموں کی سی بیچارگی، محرومی، مایوسی، بے بسی اور بے کسی کا شکار نہ بننے دیا۔ آپ کی دیکھ بھال، کفالت و پرورش، تحفظ و دفاع کے لیے آپ کے چچا کو کھڑا کر دیا، خاندان کو اس کام کے لیے کمر بستہ بنا دیا۔ جنہوں نے شعب ابی طالب کے طویل زمانہ مقاطعت و محاصرت میں بھی آپ کو اکیلا نہ چھوڑا۔ پھر فرمایا ''وَوَجَدَكَ ضَآلًّا

فَهَدیٰ" آپ جو اپنی قوم کی تباہی و بربادی، گمراہی و کج روی سے پریشان، بے تاب اور بے چین رہا کرتے، ان کی اصلاح کا غم آپ پر چھایا رہتا، اسی تشویش میں مبتلا رہا کرتے تھے، اسی بوجھ تلے دبے رہا کرتے تھے۔ مگر آپ کے پاس ان کی اصلاح کا کوئی واضح نقشہ نہ تھا، کوئی راستہ آپ کو نظر نہ آرہا تھا۔ ہم نے آپ کی بیتابی دور کی، بارغم ہلکا کیا، اصلاح قوم کا مکمل نقشہ بتادیا اور صلاح وفلاح کی راہ دو اور دو چار کی طرح آشکارا کردی۔ مزید برآں یہ کہ "وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى" مالی پریشانی سے آپ دوچار تھے، تنگ معاشی کے شکار تھے، ہم نے مکہ مکرمہ کی ایک متمول اور نیک سیرت خاتون سے آپ کا نکاح کرادیا، جنہوں نے اپنا کل مال واسباب آپ پر نثار وقربان کردیا، اس کی بابت آپ کو کلی اختیار بھی دے دیا اور اس طرح آپ کی یہ پریشانی اور تشویش بھی جاتی رہی۔ ذرا سوچیے کہ جب رب کائنات نے قبل از بعثت آپ کو بے سہارا نہ چھوڑا، آپ سے ناراض نہ رہا اور آپ کی پریشانی کا علاج فراہم کیا، تو اب جب کہ اس نے آپ کو معراج انسانیت پر پہنچایا، نبوت ورسالت نہیں، بلکہ ختم رسالت کے انفرادی وامتیازی اعزاز سے شرف یاب کیا، کیا وہ آپ کو بے یارو مددگار چھوڑ سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! یہ تو گردش زمانہ ہے، کبھی نرمی کبھی سختی اور کبھی تاریکی کبھی روشنی۔ یہ نظام کائنات ہے۔ حالات کے نشیب وفراز سے آپ دل برداشتہ اور آزردہ خاطر نہ ہوں۔

آگے آپ کو بشارت آمیز ہدایت دی کہ آپ کو حق تعالیٰ کی جانب سے یہ حیثیت بھی عطا کی جانے والی ہے کہ آپ بے سہاروں کے لیے مضبوط سہارا بن سکیں، یتیموں اور بیکسوں کے والی بن سکیں اور دست طلب دراز کرنے والوں کی مرادیں پوری کرسکیں۔ اس لیے پہلے ہی یہ ہدایت دے دی جاتی ہے کہ آپ کسی یتیم پر سختی نہ کریں اور نہ ہی کسی سائل کو ڈانٹیں اور جھڑکیں۔ بلکہ حق تعالیٰ نے آپ

کے اوپر بچپن سے ہی جونوع بہ نوع انعامات کی بارش کر رکھی ہے، جس میں نعمتِ کبریٰ رسالت ونبوت سب سے سرفہرست ہے، اسے بیان کرتے رہیے۔

الم نشرح کا ربط اور مضمون

فرمایا اس سورت اور سورۂ "أَلَمْ نَشْرَحْ" کے مضامین میں بڑی ہم آہنگی ہے۔ چناں چہ اس سورت میں "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ" میں جس بار رنج وغم کی جانب اشارہ تھا، سورۂ "أَلَمْ نَشْرَحْ" میں اس کی صراحت کردی گئی فرمایا "وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۱)" مالی پریشانی ومادی تنگی کی بابت تسلی دیتے ہوئے فرمایا "فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۲)" عسر وتنگی سے نہ گھبرائیں یہ تو آسانی وآسائش کی تمہید ہوتی ہے۔ اگر ایک پریشانی آتی ہے تو اپنے ساتھ دو آسائشیں بھی لے کر آتی ہے۔ پھر فرمایا جب آپ کو ان سب پریشانیوں سے فراغت نصیب ہوگئی، اصلاح قوم کا کامل ومکمل نقشہ سامنے آگیا "فَانْصَبْ" تو اب یک سوئی وتندہی سے کار نبوت میں لگ جائیں۔ مگر ایسا نہ ہو کہ آپ اس واضح نقشہ پر اکتفار کرلیں، نہیں بلکہ "اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ" اب بھی حق تعالیٰ کی جانب ہمہ وقت رجوع رکھیں۔

خاتمہ بالخیر کی دعا

فرمایا "نوادر الأصول" کے مصنف حکیم ترمذیؒ بلند پایہ عابد وزاہد اور صوفی باصفا تھے۔ انھوں نے خود ایک جگہ لکھا ہے کہ مجھے لاتعداد مرتبہ خواب میں

---

(۱) (سورۃ الم نشرح: ۳/۲) ترجمہ: اور اتار رکھا ہم نے تجھ پر سے بوجھ تیرا، جس نے جھکادی تھی پیٹھ تیری۔

(۲) (سورۃ الم نشرح: ۶/۵) ترجمہ سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے، البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

حضرت حق جل مجدہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔لکھا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ اس بات کی فکر دامن گیر رہا کرتی تھی کہ خاتمہ بالخیر نصیب ہو جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ خدانہ خواستہ اس سے محروم رہ جاؤں۔ لکھتے ہیں کہ ایک روز حق تعالیٰ کی زیارت ہوئی تو حق تعالیٰ کی جانب سے میرے قلب میں ایک دعا ڈالی گئی فرمایا گیا کہ یہ دعا طاق عدد کے اعتبار سے جتنی بار ہو سکے، روز پڑھا کرو، خاتمہ بالخیر کی دولت لازماً نصیب ہوگی۔ ''**يا حي ياقيوم، يا ذا الجلال والإكرام! أسئلك أن تحي بنور معرفتك دائما أبداً، يا الله يا الله يا الله يا بديع السماوات والأرض!**''

طائفہ سے مراد اہل سنت والجماعت

فرمایا اباجی مرحوم (حضرت علامہ کشمیریؒ) نے حدیث شریف ''**لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق** (۱)'' کی بابت فرمایا کہ اس طائفہ کے مصداق کی بابت کئی ایک اقوال حضرات محدثین کرام کے ملتے ہیں، لیکن مجھے امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول پر سخت تعجب ہوا کہ اس طائفہ سے اہل سنت والجماعت مراد ہیں۔فرمایا کہ تعجب اس پر ہوا کہ امام محترم نے یہ بات کیسے ذکر کی، جب کہ ایک حدیث میں صراحت ہے کہ یہ مجاہدین کی جماعت ہے۔لیکن جب میں نے کتب تاریخ کا مطالعہ کیا تب یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ جب بھی کسی باطل نے

---

(۱) **عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ لاتزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق لايضرهم من خذلهم حتى ياتى امر الله وهم كذلك.(مسلم فى الامارة، باب قوله ﷺ لاتزال... السخ: ۱٤۳/۲)** ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر جمارہے گا، کوئی رسوا کرنے والا ان کو ناکام نہیں کر سکے گا، یہاں تک کہ اسی حال میں اللہ کا فیصلہ یعنی قیامت آجائے گی۔

سرابھارا تو اس کے خلاف اہل السنت والجماعت ہی اٹھے، کوئی دوسرا فرقہ سامنے نہ آیا اور یہ مجاہدین بھی اہل سنت والجماعت ہی میں سے ہیں فلا غرابة فیما قاله الإمام أحمد بن حنبل۔

احادیث عموم کی بابت علامہ کشمیریؒ کی رائے

فرمایا بعض احادیث وآثار جن سے عموم وتوسع مفہوم ہوتا ہے، ابا جی جانے کیوں ایسی سب احادیث کی محدودیت کی طرف گئے ہیں۔ مثلاً قیام قیامت سے پہلے حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول اور اسلام کے غلبے والی حدیث کی بابت ابا جیؒ کی رائے ہے کہ یہ بات جملہ عالم کے تعلق سے نہیں بلکہ صرف حضرت عیسی کے ماحول کے متعلق ہے۔ اسی طرح کوہ طور کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ سارا کا سارا تجلی باری سے ریزہ ریزہ نہ ہوا تھا بلکہ صرف وہ حصہ ریزہ ریزہ ہوا تھا جو حضرت موسیٰ کے سامنے تھا۔

روح سے مراد

فرمایا ابا جیؒ نے لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ روح امر رب ہے تو اس میں امر رب سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ عالم ملکوت مراد ہے کہ روح کا تعلق ملکوت سے ہے، عالم خلق سے نہیں، جو کہ عالم غیب وشہادت ہے، لیکن ابا جیؒ کی رائے ہے کہ عالم امر وعالم خلق اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض مشہود کو عالم خلق کہتے ہیں اور غائب کو عالم امر تو معلوم ہوا کہ جو چیز غیب ہی غیب ہے، اس کا ادراک کیسے ممکن ہے؟ حضرات مفسرین کی عام رائے یہ ہے کہ عالم تکوین کو خلق کہتے ہیں اور عالم تشریع کو امر۔ حاصل یہ ہوا کہ روح خدا تعالیٰ کے امر سے ہے اور تمہارے ناقص ومحدود علم کے ہوتے ہوئے حقائق کی تہہ تک پہنچنا ممکن نہیں، لہٰذا

روح کی حقیقت کی تحقیق میں پڑنہیں مارنا چاہیے۔

روح اور شیخ اکبرؒ

شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ کہتے ہیں کہ جتنی چیزوں کو ''کن'' سے پیدا فرمایا گیا، وہ عالم امر ہے اور جن کی تخلیق دوسری چیزوں سے ہوئی مثلاً انسان جو مٹی سے پیدا کیا گیا وہ عالم خلق ہے۔ جب کہ حضرت مجدد صاحبؒ سرہندی کا خیال ہے کہ عرش الٰہی کے نیچے جو کچھ ہے، وہ عالم خلق ہے اور جو عرش سے اوپر ہے، وہ عالم امر ہے۔ اباجی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے یہود کے جواب میں روح کی صرف صورت وظاہر سے خبر دی ہے، حقیقت و مادہ روح سے کوئی تعرض نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ روح کی حقیقت پر کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔

جب صحرائے عرب سبزہ زار ہو جائے گا

فرمایا ''أشراط الساعة ''-علامات قیامت- کی بابت جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت اس وقت تک نہ قائم ہوگی، جب تک کہ صحرائے عرب سبزہ زار نہ بن جائے۔ فرمایا کہ خود میرا بھی یہ خیال تھا کہ گذشتہ تقریباً نصف صدی سے ریگستان عرب میں جو مادی، اقتصادی اور صنعتی انقلاب آیا اور اس کے نتیجے میں عرب ریاستوں نے خوش نما پارک چمن وغیرہ بنائے اور سڑکوں کی دونوں جانب درخت لگائے تو صحرائے عرب کے سبزہ زار ہونے کی یہی شکل ہوگی، جو بہ تدریج تمام اہم علاقوں کو محیط ہو جائے گی۔ فرمایا لیکن حال ہی میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ قطب شمالی پر جو برف جمی ہوئی ہے، ایک وقت وہ آئے گا جب اس کا رخ صحرائے عرب کی جانب ہو جائے گا، جس کے نتیجے میں وہاں کے موسم میں تبدیلی آئے گی، بہ کثرت بارش ہوگی اور سبزہ وگھاس

خوب اُگ آئیں گے۔ اس جدید سائنسی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ریگستان عرب کے سبزہ زار میں تبدیل ہو جانے میں انسانی کاوشوں سے زیادہ اس قدرتی عمل کا دخل ہوگا اور یہ بات زیادہ قرین قیاس بھی ہے۔

یوروپی سائنس داں اسلام کے دامن میں

فرمایا گزشتہ دنوں جس سیمنار میں قطب شمالی کی برف صحرائے عرب کی جانب منتقل ہونے کی تحقیق سامنے آئی، اس میں ایک معروف مسلمان محقق بھی شریک تھے۔ انھوں نے اپنے لیکچر میں علامات قیامت کی بابت وضاحت کی اور ریگستان عرب کے سبزہ زار ہونے والے ارشادِ نبوی کا حوالہ دیا۔ اس پر یورپی محقق، جس نے قطب شمالی والی بات ذکر کی تھی، نے اظہارِ حیرت کرتے ہوئے کہا کہ پیغمبر اسلام نے یہ بات رومیوں سے لی ہوگی۔ اس پر مسلمان پروفیسر نے بتایا کہ پیغمبر اسلام تو امی محض تھے، وہ لکھنا پڑھنا جانتے ہی نہ تھے اخذ و استفادہ کا کیا سوال؟ اس جواب پر وہ یورپی محقق بے ساختہ بول پڑا کہ پھر یہ بات اب سے چودہ سو سال پہلے کا کوئی انسان سوچ بھی نہ سکتا تھا، چہ جائے کہ صراحتاً اس کا اظہار کرے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اسلام واقعی خدا کے فرستادہ تھے اور وہ مسلمان ہو گیا۔

علامہ کشمیری کی خاکساری و نیازمندی

فرمایا حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری (پاکستان) اباجیؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے اور اباجی کے عاشق و شیدا بھی، اسی وجہ سے ''انوری'' انھوں نے اپنے نام کا جز بنالیا۔ فرمایا مولانا لائل پوریؒ نے مجھ سے خود بیان کیا کہ ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے دیوبند جانے کا بڑا شوق تھا۔ حضرت شاہ صاحب کے علم کی شہرت بہت تھی۔ چناں چہ اپنے والد صاحب کے ہمراہ عازم

دیوبند ہوا۔ دیوبند پہنچ کر میرے والد صاحب حضرت شیخ الہندؒ کے دولت کدے پر گئے۔ احقر بھی ساتھ تھا۔ دیکھا کہ ایک صاحب حضرت شیخ الہند کو فرشی پنکھا کر رہے ہیں اور حاضرین مجلس سے کہہ رہے ہیں کہ ذرا ہٹ ہٹ کر بیٹھئے کہ حضرت کو تکلیف نہ ہو۔ میرے والد صاحب نے مجھ سے کہا جانتے ہو یہ صاحب جو پنکھا جھل رہے ہیں، کون ہیں؟ میں نے جواب دیا نہیں، میں نہیں پہچانتا۔ جواب دیا یہی حضرت شاہ صاحبؒ ہیں جو کمال علم وفضل کے ساتھ کس قدر کمال نیاز مندی کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہیں۔ مولانا انوری نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی عقیدت ومحبت کا یہ پہلا مشاہداتی نقش تھا، جو آج تک نہ صرف قائم ہے، بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا ہے۔

ایک مد کی رقم دوسری مد میں لگانا

فرمایا ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رات میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے کہ اپنے والد کا قرضہ وصول کریں، کیوں کہ آپ ﷺ اپنے چچا سے قرض لے کر ضرورت مندوں کی حاجت پوری کیا کرتے اور جب بیت المال میں پیسہ آجاتا تو ادائیگی کردیا کرتے تھے۔ اباجیؒ اس کے تعلق سے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس معمول سے میں نے یہ گنجائش نکالی کہ متدین متولی ومہتمم ایک مد کا پیسہ دوسری مد میں صرف کرسکتا ہے، جیسا کہ مد تعمیر کا سرمایہ تعلیمی مدات میں لگادے اور جب آئے تو پھر اسے اصل مد میں لگادے۔

ہندو راجہ نے مسجد دوبارہ تعمیر کرائی

حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے ملک کی موجودہ زہر آلود فرقہ پرستانہ صورت

حال پر سخت اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا مذہبی رواداری، فراخ دلی، سیر چشمی، ہر ایک کے ساتھ انصاف کی پاکیزہ روایات ہندوستان کے ماتھے کا جھومر رہی ہیں۔ چند ایک مثالیں ذکر کرتے ہوئے فرمایا مالدیپ و مالابار کے علاقے میں عرب تاجر آباد تھے۔ انھوں نے اپنے لیے مساجد بھی تعمیر کر رکھی تھیں۔ ایک مسجد کو مقامی ہندوؤں نے منہدم کر دیا، اس کی شکایت مسلمانوں نے راجہ سے کی۔ راجہ نے اپنے وزیر اعظم کو تحقیقات کر کے رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی۔ وزیر اعظم کا ذہن صاف نہ تھا، اس نے جائے واقعہ پر جانے کے بجائے وہیں بیٹھے بیٹھے بعض ہندوؤں سے معلومات کر کے راجہ کو رپورٹ دی کہ مسجد منہدم کئے جانے کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔ یہ مسلمانوں کی افواہ اور خود کو مظلوم بتانے کی ایک کوشش ہے۔ راجہ کو اس رپورٹ پر اطمینان نہ ہوا۔ جب دربار ختم ہونے لگا تو اس نے کہا میری طبیعت خراب ہے، اس لیے تین چار روز تک دربار نہ کر سکوں گا۔

راجہ اسی روز جائے واقعہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ خود جا کر معاینہ کیا۔ مسجد شہید کر دی گئی تھی۔ وہاں سے ایک دریا گزرتا تھا، جس کا پانی کچھ سیاہی مائل تھا۔ ایک پیالے میں اس دریا کا پانی ساتھ لایا۔ وزیر اعظم سے معلوم کیا کہ مزید کوئی بات معلوم ہوئی؟ اس نے کہا نہیں بس بات وہی ہے، جو میں نے پہلے ہی عرض کی تھی۔ تب راجہ نے پیالہ منگوایا اور کہا پیالے کا پانی دیکھو۔ اسے دیکھتے ہی وزیر اعظم کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ وہ سمجھ گیا راجہ بذات خود وہاں جا کر آیا ہے۔ اس نے بڑی منت و سماجت کی اور جاں بخشی کی رو رو کر التجا کی۔ راجہ نے معاف کرتے ہوئے فرمایا تم جس اہم منصب پر ہو اس کی عظمت کا لحاظ رکھو اور آئندہ کبھی مجھے کوئی غلط رپورٹ نہ دینا۔ اس کے ساتھ ہی مسجد کی دوبارہ تعمیر کا حکم دیا اور مسجد شہید کرنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی بھی کی۔

تم وفادار ہو اس لیے تمھیں رہا کیا جاتا ہے

فرمایا اسی طرح جب شہاب الدین غوری نے ایک ہندو مہاراجہ کو شکست دے دی اور وہ قتل کر دیا گیا تو گرفتار شدگان میں راجہ کا امیر العسکر بھی تھا، جو مسلمان تھا اسے غوری نے طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ اگر تم میرے اوپر قابو پا جاؤ، تمھیں فتح مل جائے اور میں تمہاری قید میں آجاؤں تو میرے ساتھ کیا معاملہ کرو گے؟ اس نے بلا خوف جواب دیا آپ کا سر قلم کر کے اپنے راجہ کے لڑکے کو تخت نشین کروں گا۔ یہ جواب سن کر غوری کو جلال تو آیا مگر یہ کہہ کر جان بخش دی اور رہا کر دیا کہ تم ایک بہادر اور وفادار سپاہی ہو، اس لیے میں تمہاری قدر کرتا ہوں جاؤ تم آزاد ہو۔

فرمایا بدقسمتی سے اب سنگھ پریوار اور اس کی ذیلی تنظیمیں ان اعلیٰ روایات کو کھرچ ڈالنے کے درپے ہوگئی ہیں۔ اس سے بھی بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ سنگھ پریوار کو بعض ریاستی اور مرکزی حکومتوں کی حمایت اور پشت پناہی بھی حاصل ہے۔

حضرت عمرؓ کی رکاوٹ کامیاب نہ ہو سکتی تھی

فرمایا آں حضور ﷺ کے مرض الوفات میں غلط تشخیص و تجویز پر آپ ﷺ کو جو دوا پلائی گئی اور قدرے افاقہ پر آپ ﷺ کا اس پر ردعمل ظاہر ہوا۔ اگر قرطاس کے واقعہ میں آپ ﷺ حضرت عمرؓ کے اقدام کو غلط سمجھتے تو بعد میں اس کی تلافی ضرور فرماتے، جب کہ آپ ﷺ بعد میں بھی حیات رہے ہیں اور آپ ﷺ کی مشہور عالم شجاعت یقین دلاتی ہے کہ اگر آپ ﷺ اس تحریر پر من جانب اللہ مامور تھے تو حضرت عمرؓ کی رکاوٹ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔

فرمایا اباجیؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ کہاں سے سمجھ لیا گیا کہ آں حضور ﷺ خلافت سے متعلق ہی کچھ لکھوانا چاہتے تھے؟ آپ ﷺ کا منشاء مبارک یہی تھا تو آپ حضرت ابو بکرؓ کے حق میں لکھواتے جس کے قرائن بہت سے ہیں ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ تم اپنے بھائی اور والد کو بلالو تو میں کچھ لکھوادوں، تا کہ بعد میں کوئی آرزو مند غلط کوشش نہ کرے۔ یہ روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ تحریر خلافت حضرت ابو بکرؓ ہی کے حق میں لکھوانا چاہتے تھے۔

حرمتِ مسلم حرمتِ کعبہ سے زیادہ ہے

فرمایا بہت سی احادیث میں آپ ﷺ نے اہل ایمان کی جان کو سب سے زیادہ قیمتی قرار دیا ہے؛ چناں چہ ایک موقع پر جب آپ ﷺ بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں فرمایا:

> ”اے بیت معظم! تیری عزت و حرمت خدا تعالیٰ کے یہاں اور ہمارے قلوب میں بے انتہا ہے مگر ایک مسلمان کی حرمت و عزت خدا کے یہاں تجھ سے زیادہ ہے“۔

قرآن کریم نے ان تمام مضامین کو اپنے معجز بیان میں ”اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ“(۱) سے واضح کیا۔ قرآن و حدیث کی ان ہدایات کے

---

(۱) مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (سورۂ فتح: ۲۹)

ترجمہ: محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں، زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں۔ تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں۔ ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی۔

بعد مسلمان اپنے کردار اور معاشرے کا جائزہ لیں کہ کیا ہماری زندگی، ہمارا عمل قرآن وحدیث کی ان واضح ہدایات کے مطابق ہیں۔

دخول جنت کا بس یہی ایک سہارا ہے

فرمایا آخری ایام حیات میں حضرت گنگوہیؒ کی بینائی چلی گئی تھی۔ ڈاکٹر مختار انصاری ہوں یا حکیم عبدالوہاب نابینا یا پھر حکیم اجمل خاں، سب کے سب نیاز مند اور معتقد۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ حضرت علاج کرا لیجئے۔ حضرت گنگوہیؒ نہ تو علاج کراتے اور نہ ہی کچھ جواب دیتے۔ جب مریدین و متعلقین نے بہت مجبور کیا تو فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور اس نے صبر کیا تو خدا تعالیٰ اسے جنت عطا فرمائیں گے۔ نیز حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی ایسا عمل تو نہیں ہے جو بارگاہ ایزدی میں مقبول ہو، جنت میں جانے کا یہی ایک ذریعہ ہے اور تم لوگ مجھے اس سے بھی محروم کرنا چاہتے ہو۔

دو اجروں کے مستحق افراد

فرمایا اباجیؒ نے ایک جگہ نہایت علمی بات لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ دو اجر پر استحقاق کیا تین ہی افراد کے لیے ہے یا کچھ اور ایسے افراد بھی ہیں جو اجرین کے مستحق ہیں؟ تو اس کی بابت سیوطی نے متعدد احادیث کی روشنی میں بائیس اور ایسے افراد کا اضافہ کیا ہے جو اجرین کے مستحق ہیں۔ فرمایا اباجی لکھتے ہیں کہ مجھے یہیں سے تنبہ ہوا کہ کوئی وجہ اشتراک ہے جو دوسرے افراد کو بھی اجرین کا مستحق بتایا گیا ہے۔ غور وفکر کے بعد سمجھ میں آیا کہ ہر عمل جس کا پہلی امتوں کو مکلف کیا گیا اور وہ اس کو ادا نہ کر سکے، ہم اسی چیز کو اگر پورے آداب شرعی کے ساتھ کریں تو

اجرین کے مستحق ہوں گے۔ مثلاً مسلم شریف میں عصر کی نماز کے بارے میں ہے کہ یہ پہلی امتوں پر فرض کی گئی تھی، مگر وہ ادا نہ کر سکے۔ اگر امت محمدیہ اس کی ادائیگی بھر پور کرے تو اجرین کی مستحق ہوگی۔ اسی طرح ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ یہود کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے تھے۔ امت محمدیہ اگر پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کا اہتمام کرے تو اجرین کی مستحق ہوگی۔ اباجی مزید لکھتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو یہ اشکال پیش آئے کہ صرف ان تین افراد کا ذکر کیوں ہوا؟ اس کے کئی جواب ہیں:

۱- شارع کی نظر میں ان تین کی خصوصی اہمیت ہے جس کی بنا پر ان کا ہی تذکرہ ہوا۔

۲- یہ انواع منضبط ہیں اور شرعی احکام اشخاص وافراد سے نہیں؛ بلکہ منضبط انواع واصناف سے متعلق ہوتے ہیں۔ اگر کسی فرد کے لیے کوئی حکم ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس کے لیے اس حکم کی تخصیص ہوگی، لہٰذا وہ حکم عام نہیں ہوگا۔

مولانا محمد علی جوہرؒ اور علامہ اقبالؒ

تحریک خلافت میں علی برادران کا ذکر چل نکلا تو فرمایا کہ جب مولانا محمد علی جوہر گرفتار ہوئے تو علامہ اقبالؒ نے اشعار کہے ؎

ہے اسیری عزت افزا، ہو اگر فطرت بلند — قطرۂ نیساں ہے زندان صدف سے ارجمند
مشک اذفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے — مشک بن جاتی ہے رہ کر نافۂ آہو میں بند
تربیت ہر شخص کی کرتی نہیں قدرت مگر — ہیں وہ طائر کم جو ہیں دام قفس سے بہرہ مند

فرمایا اقبال کی عادت یہ ہے کہ جب وہ جوش میں آتے ہیں تو اردو میں اشعار کہتے کہتے یک بیک فارسی کی طرف چل پڑتے ہیں۔ چناں چہ یہاں بھی پر جوش

انداز میں کہہ رہے ہیں۔

شہپرِ زاغ وزغن در بند قید وصید نیست　　ایں سعادت قسمتِ شہباز وشاہیں کردہ اند

رشک اور حسد

فرمایا اباجی نے ''الاغتباط فی العلم و الحکمة'' کے تحت بیان کیا کہ اس سے امام بخاریؒ رشک کا جواز بتانا چاہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ رشک کا درجہ حسد وغبطہ کے درمیان ہے۔ حسد میں بے عملی وتعطل پایا جاتا ہے کہ خود کرے دھرے تو کچھ نہیں اور دوسروں کو دیکھ کر جلتا رہے۔ غبطہ میں یہ صورت ہے کہ کسی کو خوش حال دیکھ کر رشک کرتا ہے کہ میں بھی ایسا ہو جاؤں اور پھر حصول مقصد کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ گویا کہ حسد میں دل کا کھوٹ اور عقل کا تعطل ہے، غبطہ میں دل کی سلامتی اور مصروفیت عمل ہے۔ فرمایا اباجی مزید بیان کرتے ہیں کہ منافست ومسابقت میں بھی کسی کو بھلا کام کرتے دیکھ کر انسان خود مصروف کار ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وَفِی ذٰلِکَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ'' (۱)

خدا تعالیٰ کا قانونِ انتقام

موجودہ عالمی تناظر، امریکی چودھراہٹ اور اس کی داداگیری کی بابت فرمایا کہ قرآن کریم نے سابقہ امتوں، قوموں اور افراد کے جو واقعات بیان کیے ہیں وہ خواہ مخواہ نہیں بلکہ اس لیے بیان کیے ہیں کہ دنیا اس سے سبق حاصل کرے۔ فرمایا

(۱) يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ. (سورۂ مطففین: ۲۵، ۲۶) ترجمہ: ان کو پلائی جاتی ہے شراب خالص مہر لگی ہوئی جس کی مہر جمتی ہے مشک پر اور اس پر چاہیے کہ ڈھکیں ڈھکنے والے۔

قرآن کریم بتاتا ہے کہ جس کسی نے بھی جبر واکراہ اور زور وطاقت سے کام لیا، جس نے ظلم وستم کیے، جس نے معصوموں، بے قصوروں اور بے گناہوں کا قتل عام کیا اور کرایا اللہ تعالیٰ نے اسی زمین میں اس کو نمونہ عبرت بنا دیا۔ فرعون کا نشہ طاقت، کبر و غرور اس حد تک بڑھا کہ اس نے اپنی خدائی کا اعلان کر دیا، "أنا ربکم الأعلیٰ" لوگوں کو اسے ماننے پر مجبور کیا، جس کسی نے بے رخی دکھائی، اس پر اور اس کی نسل و قوم پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیے مگر انجام دنیا کے سامنے ہے۔

قریش مکہ کا ظلم و جبر

اسی طرح مکہ والوں کو دیکھو حضور اکرم ﷺ اور آپ کے پیروکار مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر مکہ سے نکل جانے پر مجبور کیا۔ نکلنے بھی نہ دیا بلکہ یہ سن کر مزید ظلم وستم کرنے لگے مگر دنیا نے دیکھا کہ مکہ کے یہی مظلوم، مقہور و مجبور مسلمان دس سال کی مختصر ترین مدت میں جب مکہ دوبارہ آئے تو مغلوب ہو کر نہیں غالب ہو کر، مجبور ہو کر نہیں صاحب اختیار ہو کر، بے بس ہو کر نہیں طاقت وشوکت کے ساتھ۔ مکہ کے چودھری حیران و پریشان کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا؟ زمین آسمان بن گئی اور آسمان زمین، لیکن حضور اکرم ﷺ کی شان عبدیت دیکھئے کہ مکہ مکرمہ زیر نگیں ہو چکا ہے، مسلمان اس کے در و بام پر حاوی ہو چکے ہیں لیکن جب داخل ہوئے تو کسی قسم کا نشہ، نہ غرور، نہ اقتدار اور نہ شاہانہ جاہ وجلال، بلکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے خاکساری و تواضع کے پیش نظر اپنا سر مبارک اتنا جھکا لیا تھا کہ حضرات صحابہ کرام کا بیان ہے کہ ہمیں چہرہ انور بھی نظر نہ آرہا تھا۔

آج تم سے کوئی دارو گیر نہ کی جائے گی

اسی سلسلے میں فرمایا کہ آپ ﷺ نے قریش واہالیان مکہ کے چہروں پر چھائی ہوئی مایوسی، مستقبل کی بابت فکرمندی اوراپنی گذشتہ حرکتوں کی پاداش کے حوالے سے تشویش صاف طور سے پڑھ لی، فرمایا مکہ والو! بتا سکتے ہو کہ آج میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرسکتا ہوں؟ ان کے پاس اس کا کچھ جواب نہ تھا وہ کہتے بھی تو اس کے سوا کیا کہہ سکتے تھے ''أنت کریم و ابن کریم '' آپ ﷺ بذات خود شریف ہیں اور ایک شریف انسان کی اولاد ہیں۔ ان کا یہ جملہ ان کی داخلی کیفیت، دلی احساس اور ذہنی تشویش کا غماز ہے۔ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے اعمال تو آپ کے بھی علم میں ہیں، ہم کسی بھی درجے میں معاف کیے جانے کے لائق نہیں، مگر آپ نہ صرف شریف اور شریف زادے ہیں بلکہ شرافت کا درشاہ وار بھی ہیں شرافت آپ پر ختم ہے۔ گویا دبی زبان سے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا وہ انتہائی شریفانہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ''اذھبوا فانتم الطلقاء '' جاؤ آج تم بالکل آزاد ہو، نہ کوئی داروگیر کی جائے گی، نہ باز پرس، نہ مقدمہ چلایا جائے گا نہ سزا دی جائے گی، تمہیں اور تمہاری تمام بیہودہ کرتوتوں کو معاف کیا جارہا ہے۔

حکمت سے مراد

فرمایا کہ بحر محیط میں حکمت کے چوبیس معانی بتائے گئے ہیں۔ علامہ دوّانی نے شرح عقائد جلالی میں حکمت کا ترجمہ درست کاری وراست کرداری کیا ہے، علامہ سیوطی اسی کو اتقان عمل سے تعبیر کرتے ہیں، جب کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے احکام شرعی کی حکمت مراد لی ہے۔ امام ابن کثیر حکمت کا مصداق سنت صحیحہ کو قرار دے

رہے ہیں لیکن ابا جی کے نزدیک محقق یہ ہے کہ حکمت علوم نبوت و وحی کے علاوہ چیز ہے، جس کا تعلق اعلیٰ درجہ کی فہم و قوت تمیز یہ سے ہے۔ جس طرح ضرب الامثال کے طور پر بولے ہوئے کلمات نہایت مفید ہوتے ہیں، ایسے ہی خدا کے جن خاص بندوں کے علوم میں حکمت ودیعت کی جاتی ہے، ان کے کلمات بھی بڑے نافع ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلمات حکمت سے اپنے شب و روز کے اعمال اور فصل خصومات میں رہنمائی ملتی ہے۔

علم، فضل الٰہی ہے

فرمایا ابا جی فرماتے ہیں کہ "**الفهم فی العلم**" سے عصر حاضر کے احمقوں کی تردید ہوتی ہے جو مجرد حصول علم کو کافی سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ اصل نعمت علم کے ساتھ صحیح فہم ہے۔ "جمار" درخت کی چوٹی کو چھیل کر نرم سی چیز نکالتے ہیں جو شیریں بھی ہوتی ہے اور کھائی جاتی ہے۔ اس کو "جمار" کہتے ہیں۔ کھجور کے درخت کے گوند کو بھی کہتے ہیں، جو چربی کی طرح سفید ہوتا ہے اور غالباً اسی لیے اسے **شحم النخل** بھی کہا جاتا ہے۔ فرمایا ابا جی فرماتے ہیں کہ علم، اختیاری چیز نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرما دے۔

فرمایا ابا جی فرماتے ہیں کہ یہ جو حدیث میں "**لن يشادّ الدين الخ**" ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دین مجموعہ ہے عزیمتوں اور رخصتوں کا۔ رخصت سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ جو تقویٰ بگھارے گا اور شریعت کی دی ہوئی رخصتوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گا، صرف عزیمت پر عامل رہے گا تو وہ دین کو مغلوب نہ کر سکے گا، خود ہی عاجز ہو کر بیٹھ رہے گا۔ بعض صحابہؓ نے عزیمتوں پر عمل کیا، پھر افسوس سے کہتے تھے کہ رخصتوں سے فائدہ نہ اٹھانے کے نتیجے میں ہم مشکلات میں پھنس

گئے؛اسی لیے پیغمبر اسلام ﷺ نے ''سَدِدوا وقاربوا'' ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ میانہ روی اختیار کرو، بلند پروازی نہ دکھاؤ۔ فرمایا اباجی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد از قبیل سہل ممتنع ہے، اس کی بھرپور وضاحت نہیں کی جاسکتی۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض شارحین ان تعبیرات کی تشریح میں الجھ گئے۔ اس لیے جو کچھ میں نے مطلب بیان کیا، اسے غنیمت سمجھنا۔

میں بت فروش نہیں

فرمایا سلطان محمود غزنوی کا آپ نے نام سنا ہوگا۔ ہندوستان پر اس کے کل سترہ حملے ہوئے ہیں اور سب سے آخری حملہ سومناتھ پر ہوا اور تاریخ کی بعض کتب میں ہے کہ اس وجہ سے حملہ سوم ناتھ پر کیا گیا کہ وہ سلطان کے خلاف حربی منصوبوں اور سازشوں کا مرکز بنا ہوا تھا، جب اس نے اس پر چڑھائی کی تو پجاریوں نے زروزیورات اور لعل و جواہرات کے ڈھیر لگادئے کہا کہ آپ ان قیمتی اشیاء کو لے لیجیے لیکن ہمارے سومناتھ کو نہ توڑیے۔ تاریخ نے سلطان کا جواب محفوظ کرلیا ہے کہ سلطان اپنے آپ کو بت شکن کہلانا چاہتا ہے بت فروش نہیں۔

محمود غزنوی کا عجیب وغریب واقعہ

اس سلطان کے متعلق ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے کہ سلطان کے متعلق عام طور پر یہ مشہور ہوگیا کہ اس کا نسب صحیح نہیں ہے اور جس باپ کی طرف یہ منسوب ہے وہ اس کا والد نہیں ہے بلکہ اور کوئی ہے۔ دوسری بات یہ تھی جیسا کہ بادشاہوں کا عام مزاج ہوتا ہے کہ وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ بابر جو سلطنت مغلیہ کا بانی ہے اس نے چمنستان میں بیٹھ کر یہ جملہ کہا تھا کہ ''بابر بعیش

کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' یعنی بابر جو مزے لوٹنے ہیں وہ ابھی حاصل کر لے، پھر یہ زندگی دوبارہ ملنے والی نہیں۔ ایسا ہی خیال سلطان محمود کے ذہن میں بھی آیا تھا کہ جو کچھ ہے بس یہ دنیا ہے، عالم آخرت کچھ نہیں ہے۔ تیسری بات سلطان نے مولویوں سے سنی تھی کہ ''العلماء ورثة الانبیاء'' (۱) کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ سلطان یہ سوچتا تھا کہ آیا یہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے یا مولویوں نے اپنی توقیر بڑھانے کے لیے خود گھڑ لیا ہے۔ ایک روز سلطان سیر کرنے جا رہا تھا کہ اچانک ایک مدرسہ کے پاس سے گزر ہوا۔ دیکھا کہ ایک طالب علم پڑھنے اور مطالعے میں مشغول ہے۔ چراغ سامنے ہے اور یہ اس کی روشنی میں بیٹھ کر مطالعہ کر رہا ہے، لیکن ہوا کا جھونکا آ کر چراغ بجھاتا ہے۔ یہ پھر جلاتا ہے پھر بجھتا ہے اور طالب علم پھر جلاتا ہے۔ سلطان کو طالب علم کی حالت پر رحم آیا اس نے ایک لالٹین لے کر اس طالب علم کو دیدی جس پر ہوا اثر انداز نہیں ہوئی، اسی شب میں سلطان نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دو جہاں ﷺ سلطان سے فرما رہے ہیں ''سلطان ابن سبکتگین خدا تعالیٰ تجھے آخرت میں عزت بخشے تو نے میرے وارث کی عزت کی''۔ اس طرح سلطان کو تینوں باتوں کا جواب مل گیا ایک اس کا کہ تو اپنے ہی باپ سبکتگین کا بیٹا ہے اور یہ کہ آخرت یقینی ہے جہاں ہر انسان محتاج ہوگا۔ تیسرے حدیث کے مضمون کی توثیق جس کے متعلق سوچتا تھا کہ کہیں یہ مولویوں نے اپنی عزت بڑھانے کے لیے خود ہی نہ گھڑ لی ہو۔

(۱) إن العلماء هم ورثة الأنبياء ورثوا العلم من أخذه أخذ بحظ وافر. (بخاري، في العلم باب العلم قبل القول والعمل: في الترجمة: ۱/۱۶)

ترجمہ: بلاشبہ علماء انبیاء کے جانشین ہے جن کو علم کی وراثت ملی ہے لہٰذا جس نے اسے حاصل کر لیا اس نے بڑا حصہ حاصل کر لیا۔

قیام لیلۃ القدر سے مراد

فرمایا حدیث میں لیلۃ القدر کے ساتھ قیام کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس پر ابا جی کہتے ہیں کہ متردّد ہوں کہ آیا یہ قیام فی الصلوٰۃ کے معنی میں ہے؟ یا قیام نوم کے مقابل ہے۔ اگر قیام للصلوٰۃ کے معنی میں ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جو لیلۃ القدر میں نماز کا اہتمام کرے، اسے یہ اجر ملے گا اور اگر یہ قیام مذکور دوسرے معنی میں ہے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ جس نے لیلۃ القدر کا احیار کیا خواہ نماز پڑھتا رہا یا دوسرے اذکار میں مشغول رہا، سویا نہیں وہ اس اجر کا مستحق ہوگا۔ جیسا کہ وقوف عرفہ میں قیام ضروری نہیں، ہاں مستحب ضرور ہے۔ فرمایا کہ ابا جی کہتے ہیں کہ ایسا ہی تردّد مجھ کو "قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا "(۱) میں ہے کہ تہجد مراد ہے یا صرف احیار لیل۔ مفسرین قیام سے صلوٰۃ مراد لیتے ہیں، جس میں قرأت مطلوب ہے، جیسا کہ "ورتل القرآن ترتیلا" سے واضح ہے اور اگر مطلق قیام پیش نظر ہے تو مقصود قرآن کی تلاوت ہے خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز۔

تنگ دستی کے باوجود دوسروں کا تعاون

حضرات علمائے دیوبند کے زہد وورع، صلاح وتقویٰ، غربا پروری، مسکین نوازی، مال ودولت کے تعلق سے بے نیازی اور بے لوث خدمت دین کی بابت فرمایا کہ حضرت شیخ الادبؒ مولانا اعزاز علی صاحب باوجودے کہ خود بھی خوش حال اور فارغ البال نہ تھے، مگر ہر مہینہ کا یہ معمول تھا کہ جیسے ہی تنخواہ ملتی، پانچ چھ منی آرڈر فارم منگواتے اور کچھ لوگوں کو ازراہِ تعاون پیسے بھیجتے تھے۔ تاہم یہ سارا

(۱) قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (سورۂ مزمل: ۲) ترجمہ: کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات۔

عمل اس قدر اخفار کے ساتھ کرتے کہ آج تک اس سے پردہ نہ اٹھ سکا کہ وہ لوگ کون تھے اور کہاں رہتے تھے؟ اسی طرح یہ بھی آج تک راز ہے کہ کس شخص کو کتنے پیسے بھیجتے تھے؟

خلفائے راشدین کا مرتبہ اجتہاد سے اوپر ہے

فرمایا خلفائے راشدین کا مرتبہ اجتہاد سے فائق اور تشریع کے تحت ہے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کی اقتدار کا امت کو حکم دیا ہے۔ اسی قبیل سے حضرت عمرؓ کا تراویح کو واجب کرنا اور حضرت عثمانؓ کا جمعہ میں ایک اذان کا اضافہ ہے۔ خلفائے راشدین کے اجتہادات کو اصولی مسائل کے تحت نہیں لیا جانا چاہیے۔ چوں کہ یہ مجتہدین سے اوپر ہیں۔

حضرت جانے کیا دنیا چاہتے تھے؟

حضرت شیخ الادبؒ ہی کی بابت فرمایا کہ ایک روز میں کسی کتاب کا تکرار کرا رہا تھا۔ جناب مولانا حامد میاں صاحب مرحوم صاحبزادہ حضرت شیخ الادب بھی تکرار میں بیٹھے تھے۔ سردی کا موسم تھا میں نے چادر اوڑھ نہ رکھی تھی۔ مولوی حامد میاں صاحب نے معلوم کیا کہ شاہ صاحب! تم نے چادر کیوں نہ اوڑھی؟ میری زبان سے ازراہ تفریح و مذاق نکل گیا مولوی صاحب! ہم غریب آدمی ہیں، ہمارے پاس چادر ہے ہی کہاں؟ بات مذاق میں کہی تھی، اس لیے بالکل کسی قسم کا خیال نہ رہا۔ مگر مولوی حامد میاں نے جا کر حضرت شیخ الادبؒ سے یہ بات واقعی سمجھ کر نقل کر دی۔

اگلے روز بعد نماز فجر حضرت شیخ الادبؒ نے اپنے مخصوص انداز میں انگلی کے

اشارے سے مجھے بلایا۔ میں تو کانپ گیا کہ نہ جانے حضرت کو میری کون سی شکایت پہنچی ہے؟ خیر ڈرا سہا گیا۔ اندر کمرے میں لے گئے اور فرمانے لگے مولوی صاحب! پورینی ضلع بھاگلپور جہاں مدرس تھا، سے دیوبند آیا ہوا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ سے ملاقات کے لیے دولت کدے پر حاضر ہوا۔ چلتے وقت حضرت بغرض مشایعت گھر سے باہر تک تشریف لائے اور اپنی چھڑی جو دو تین آنے کی رہی ہوگی، مجھے دینے لگے، میں نے معذرت کر دی۔ دوبارہ فرمایا مولوی صاحب! اسے لے لو میں نے اس دفعہ بھی معذرت کی۔ جب تیسری مرتبہ میں نے معذرت کی تو حضرت نے پھر اصرار نہ کیا۔ لیکن اب سوچتا ہوں کہ میں کس قدر بدقسمت تھا کہ حضرت جانے کیا مجھے دینا چاہتے تھے، مگر میری حرماں نصیبی کہ اسے قبول نہ کیا۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اس تمہید کے بعد حضرت شیخ الادبؒ نے ایک نیا سا کمبل اٹھایا اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا مولوی صاحب! اسے قبول کر لیجئے۔ حضرت شیخ الادبؒ کی مذکورہ بالا تمہید کے بعد معذرت کے سارے دروازے بند ہو چکے تھے، میں زبان سے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ حضرت! میں نے وہ بات تو یوں ہی مذاق میں مولوی حامد میاں صاحب سے کہہ دی تھی، میں تو کشمیری ہوں اور میرے پاس ایک سے زیادہ کشمیری گرم چادریں ہیں۔

قتال شعائرِ اسلام کے ترک پر ہے

فرمایا کہ امام محمدؒ نے ختنہ چھوڑنے اور ترکِ اذان پر قتال کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس سے بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اذان واجب ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ امام محمدؒ شعار اسلامی کے ترک پر قتال کرنے کا فتویٰ دے رہے ہیں اور اذان وختنہ دونوں شعائر اسلام میں سے ہیں۔ اس فتوے کی بنیاد پر

اذان وختنہ کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

مولانا فیض الحسن کشمیریؒ

فرمایا جناب مولانا فیض الحسن صاحب کشمیری سابق استاذ دارالعلوم دیوبند کے پاس دو چشمے تھے۔ایک روز مجھ سے کہنے لگے کہ میری بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ حضرت شیخ الادب کو کسی ذریعہ سے اطلاع مل گئی حضرت نے اپنے خرچ پر معائنہ کرایا اور چشمہ بنوا کر دیا۔ چند روز کے بعد دوسرا چشمہ عنایت کیا اور فرمایا مولوی صاحب! بعض اوقات چشمے کا کوئی گلاس ٹوٹ جاتا ہے تب بڑی پریشانی ہوتی ہے اور فوراً بنوانا مشکل ہوتا ہے، اس لیے یہ دوسرا چشمہ بھی رکھ لیجیے۔

اساتذۂ کرام کے احترام کی برکتیں

ایک شریک مجلس نے حضرت شاہ صاحب سے استفسار کیا کہ آپ کو حضرت مدنیؒ سے پہلے بھی عقیدت ومحبت تھی اور آج بھی میں وہی بات دیکھتا ہوں، لیکن دارالعلوم کے قضیہ نامرضیہ کے دوران حضرت کے تعلق سے آپ کا کیا خیال رہا؟ فرمایا بھائی! جس روز سے حضرت مدنیؒ کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کرنے کی سعادت سے ناچیز بہرہ ور ہوا، اس وقت سے ہی حضرت کا عقیدت مند وارادت کیش رہا۔ قضیہ نامرضیہ کے طوفان بدتمیزی کے دوران یا اس کے بعد سے آج تک کبھی دل میں کوئی فتور پیدا نہ ہوا۔ فرمایا بشمول حضرت مدنی علیہ الرحمہ دیگر جملہ اساتذہ کرام علیہم الرحمہ کے تئیں قلبی جذبات احترام واکرام ہی کا فیض ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ جیسے ناکارہ سے تدریس بخاری شریف کی خدمت لے رہا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میزان پڑھانے کے بھی لائق نہیں۔

حضرت مدنیؒ کا زہد و استغنار

فرمایا حضرت مدنی علیہ الرحمہ سے میری بے پناہ محبت وعقیدت سنی سنائی باتوں کی وجہ سے نہیں ہے کہ کوئی اسے اندھی عقیدت کہہ کر مسترد کردے، بلکہ عظمت وتقدس کے نقوش ذاتی مشاہدات اور شخصی تجربات کی بنار پر قائم ہوئے ہیں۔ باتیں بہت ہیں مگر حضرت کے زہد واستغنار اور بےلوث خدمت کے جو دو تین واقعے براہِ راست میرے مشاہدے سے تعلق رکھتے ہیں، ذکر کرتا ہوں۔

میں تو جمعیۃ علمار کا ادنیٰ والنٹیر ہوں

ایک بار ''ادری'' ضلع اعظم گڑھ میں جمعیۃ علمار کا جلسہ ہوا، منتظمین میں مولانا اسیر ادروی وغیرہ حضرات تھے۔ پروگرام بڑا شاندار رہا، اس لیے منتظمین کے تخمینے سے زیادہ اخراجات ہوگئے۔ جب حضرت مدنیؒ کی روانگی کا وقت ہوا تو مولانا اسیر ادروی اور دو تین منتظمین حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا، نہایت ملتجیانہ انداز میں عرض پرداز ہوئے کہ حضرت! اندازہ سے زیادہ اجلاس میں خرچ ہوگیا۔ اس لیے ہم شایانِ شان خدمت تو نہیں کرسکے، یہ حقیر سا ہدیہ منتظمین کی جانب سے پیش ہے، قبول فرمالیں۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا میں تو جمعیۃ علمار کا ایک ادنی والنٹیر ہوں، مجھے کچھ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو میرا کام ہے اور کھونٹی پر لٹکی ہوئی اپنی شیروانی اتاری۔ جیب میں جو کچھ تھا، نکال کر بہ اصرار منتظمین کو دے دیا اور فرمایا شاید اس رقم سے مقامی جمعیۃ علمار کے قرض کا بار کچھ کم ہوجائے۔ پھر پاپیادہ ہی ''اندارہ'' کے اسٹیشن کے لیے چل پڑے، حالاں کہ اسٹیشن وہاں سے دور تھا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ پیسہ نہ ہونے کے سبب

حضرت پیدل ہی جا رہے ہیں تو بعض لوگ اپنی گاڑیاں لے کر بھاگے آئے اور حضرت کو اسٹیشن پہنچایا۔

میں نے خدمت انجام نہیں دی اس لیے زادِ راہ کا مستحق نہیں

فرمایا اسی تعلق سے ایک دوسرا واقعہ بھی سن لیجیے، ''سملک'' ضلع سورت گجرات میں مولانا عبدالحق میاں صاحبؒ نے ایک بڑے دینی جلسے کا انعقاد کیا، احقر بھی مدعو تھا۔ حضرت مدنیؒ حضرت کے ایک صاحب زادے اور جناب مولانا ابوالوفار صاحب شاہجہاں پوری بھی تشریف لے گئے تھے۔ یہاں پہنچ کر حضرت مدنی کو شدید بخار لاحق ہو گیا۔ مولانا عبدالحق میاں صاحبؒ سے فرمایا میری حالت دیکھ رہے ہیں۔ اگر آپ حضرات برا نہ مانیں تو میں آرام کرلوں، تقریر نہ کروں۔ مولانا عبدالحق میاں نے عرض کیا حضرت! آپ آرام فرمائیں، ڈاکٹروں نے آپ کو سختی سے آرام کا مشورہ دیا ہے، ہم آپ کو ہرگز زحمت دینا نہیں چاہتے۔ بس اتنی سی گزارش ہے کہ چوں کہ عوام بہت بڑی تعداد میں آئے ہوئے ہیں، اس لیے مولانا ابوالوفار صاحب سے فرمادیجیے کہ ذرا لمبی تقریر کریں۔ مولانا ابوالوفار صاحب جلسہ گاہ کے لیے روانہ ہوئے اور وہ محض چند منٹ تقریر کر کے آگئے، بس کیا تھا سارا مجمع برافروختہ ہو گیا، مولانا عبدالحق میاں بھی غیظ و غضب سے بھرے ہوئے حضرت کے پاس آئے اور کہا حضرت! سازش کے تحت جلسہ ناکام کیا گیا ہے۔ عوام بپھر گئے ہیں، میری تو جان پر آپڑی ہے۔ سخت بخار کے باوجود حضرت مدنی نے اپنی ٹوپی سر پر رکھی اور جلسہ گاہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہو گئے۔ کسی صاحب نے موقع کی نزاکت بھانپ کر مولانا ابوالوفار صاحب سے پھر کچھ کہا اور انھوں نے دوبارہ جا کر کوئی ڈھائی گھنٹے تقریر کی۔ بعد میں مولانا عبدالحق صاحب

اور مدرسہ کے دو ذمہ داران حضرت مدنی کی خدمت میں آئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک موٹا لفافہ تھا۔ حضرت کو بہ صد عقیدت پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کیا ہے؟ کہنے لگے حضرت کے لیے زادراہ، فرمایا کیسا زادراہ؟ میں جس خدمت کے لیے بلایا گیا تھا، اسے انجام نہ دے سکا، اس لیے میں کسی بھی قسم کے زادراہ کا قطعاً مستحق نہیں۔ چناں چہ ان لوگوں کے ہزار اصرار کے باوجود قبول نہ کیا۔

میزبان کو تمہارے بازار جانے کا علم ہرگز نہ ہو

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا میں نے بعد میں مولانا عبدالحق صاحب سے معلوم کیا کتنی رقم تھی؟ تو بتایا کہ پانچ ہزار۔ شاہ صاحب نے فرمایا اندازہ کیجیے کہ اس وقت کے پانچ ہزار کی کیا قیمت رہی ہوگی؟ آج شاید پانچ لاکھ کے قریب بیٹھتی ہو، مگر حضرت نے قطعاً قبول نہ کیا۔ یہی نہیں بلکہ جب "سورت" آئے اور قیام گاہ پر تشریف فرما ہوئے تو صاحبزادے کو اپنی شیروانی سے نکال کر روپے دیئے اور فرمایا بازار جا کر فلاں فلاں کے لیے اتنے اتنے کپڑے خرید لاؤ۔ اسی کے ساتھ اس بات کی سخت تاکید فرمائی کہ دیکھو میزبان کو کسی طرح معلوم نہ ہو کہ تم کہاں اور کیوں جارہے ہو؟

قاری محمد طیب صاحبؒ کی شان

فرمایا اپنے اکابر کی یہی شان میں نے حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ میں بھی دیکھی۔ حضرت قاری صاحب کبھی کسی سے کسی قسم کا سوال نہ کرتے، نہ کسی تقریب سے اپنی کسی ضرورت کا اظہار کرتے تھے۔ اگر کسی نے دیا تو قبول فرمالیا۔ ورنہ سوال یا حسن طلب کا کوئی تصور بھی نہیں تھا۔ حد تو یہ تھی

کہ خود دار العلوم کے لیے بھی کبھی سوال نہ کرتے تھے۔

اپنی دولت سے میرا علم خریدنا چاہتے ہیں؟

اسی ذیل میں فرمایا کہ ایک بار حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی نے اپنی رہائش گاہ واقع مدینہ منورہ پر احقر سے فرمایا میاں انظر! حضرت شاہ صاحبؒ کے بہت سے لوگ ان کے علم و فضل کی وجہ سے معتقد ہیں، بہت سے ان کی خدمت حدیث کے معترف ہیں، بہت سے ان کی ذہانت وذکاوت کی بنا پر عقیدت رکھتے ہیں، مگر میں تو حضرت شاہ صاحبؒ کا اس لیے معتقد و معترف ہوں کہ حضرت شاہ صاحب زہد و استغناء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ فرمایا کہ قیام ڈابھیل کے دوران بارہا ایسا ہوا کہ مولانا محمد میاں سملکی تاجر کبیر ساؤتھ افریقہ نے حضرت شاہ صاحب کے پاس بڑی بڑی رقمیں ہدیۃً بھیجیں۔ مگر میں نے خود دیکھا کہ ہر بار حضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا اور یہ کہہ کر رقمیں واپس کردیں کہ مولوی محمد اپنی دولت سے میرا علم خریدنا چاہتے ہیں؟ جاؤ ان سے کہہ دو کہ مجھے ان کے پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

احناف کے دو طبقے

فرمایا احناف کے دو طبقے بہت مشہور ہیں: عراقی اور ماوراء النہری۔ عراقیوں میں قدوری، کرخی، مشہور ترین ہیں اور علماء ماوراء النہر میں صاحب ''بدائع الصنائع'' فخر الاسلام بزدوی، سرخسی وغیرہ مشہور ہیں۔

عراقی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب نقل کرنے میں معتمد ہیں اور ماوراء النہر کے علماء جزئیات کی تخریج اور اجتہاد سے کام لینے میں آگے ہیں۔ عراقی عام کو قطعی کہتے ہیں،

جب کہ ماوراء النہر کے علماء ظنی قرار دیتے ہیں۔ اکثر شوافع وحنابلہ بھی ظنی ہونے کے قائل ہیں، لیکن اباجی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بھی عام ظنی ہے، البتہ اتنی بات ملحوظ رہے کہ دلالت کے اعتبار سے قطعی ہے اور مراد کے اعتبار سے ظنی۔

فسق اور کفر جدا ہیں

فرمایا سلف ترک صلوٰۃ پر کفر کا اطلاق کرتے ہیں۔ اباجی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ سلف کے پیش نظر کفر کی متعدد اقسام ہیں۔ بعض خوفناک بعض ہلکی۔ امام بخاریؒ نے اسی کو واضح کرنے کے لیے ''کفرٌ دون کفرٍ'' کا عنوان اختیار کیا ہے۔ یہ واضح رہے کہ سلف نے ظلم پیشہ گورنروں اور امیروں جن کو وہ فاسق سمجھتے، ان کے جنازے کی نماز بھی پڑھی اور ان کی اقتدار میں نمازیں بھی ادا کیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ فسق علاحدہ اور کفر علاحدہ ہے۔

فرمایا امام نوویؒ تارکِ صلوٰۃ کے قتل کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال اسی حدیث سے ہے، حالاں کہ حدیث میں قتال کا لفظ ہے، جس کے معنی شدید جھگڑے کے آتے ہیں، قتل کا لفظ نہیں ہے۔ خود بخاری شریف میں وہ حدیث ہے، جس میں حضرت سعدؓ نے جعیل کو تعاون مالی دینے کے لیے بار بار آں حضور ﷺ سے درخواست کی، آں حضور ﷺ نے آخر میں قتال کا لفظ استعمال فرمایا ایسے ہی ترمذی میں نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے لیے ''فلیقاتلہ(۱)'' کے الفاظ

(۱) حدثنا أبو صالح السمانُ قال: رأيتُ أبا سعيدٍ الخدريَّ في يوم جمعةٍ يصلّي إلى شيء يستره من الناس، فأراد شابٌّ من بني أبي مُعيطٍ أن يجتاز بين يديه فدفع أبو سعيد في صدره، فنظر الشابُّ فلم يجد مساغًا إلّا بين يديه فعادَ ليجتاز فدفعه أبو سعيد أشدَّ من الأولى، فنال من أبي سعيد. ثم دخل على مروانَ فشكا إليه مالقي من أبي سعيد ودخل أبو سعيد خلفه على مروان قال: مالك ولابن أخيك يا أبا سعيد؟ قال: سمعتُ النبي ﷺ يقول: إذا صلّى ←

ہیں۔ ان میں سے ہر دو حدیث میں شدید مزاحمت مراد ہے نہ کہ قتل۔

اختلاط افضل ہے یا گوشہ نشینی؟

فرمایا فتنہ اصطلاح میں اس صورتِ حال کو کہتے ہیں، جس میں حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے۔ فرمایا کہ ابتدائے فتنہ میں بعض مرتبہ انجام بد کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ جب حقیقت کھلتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ فتنہ تھا۔

فرمایا امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں گوشہ نشینی اور لوگوں سے میل جول پر بحث کرتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا چاہا کہ دونوں میں سے بہتر کون ہے؟ اباجی کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ مشکل ہے؛ کیوں کہ کسی وقت اور کسی زمانے میں یکسوئی ضروری ہوتی ہے تو گاہے اصلاح معاشرہ، تربیت اخلاق اور تعلیم و تبلیغ کے لیے

← أحدكم إلى شيء يستره من الناس فأراد أحد أن يجتاز بين يديه فليدفعه، فإن أبى فليقاتله فانّما هو شيطان. (بخاری شریف: ۱/۱۶۱، بابُ يردّ المصلي من مرّ بين يديه، كتاب الصلاة، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۹۹۲ء)

ترجمہ: ہم سے ابوصالح سمان نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جمعہ کے روز حضرت ابوسعید خدریؓ کو دیکھا، وہ ایک چیز کی طرف رخ کیے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جسے لوگوں کے لیے سترہ بنائے ہوئے تھے۔ ابومعیط کے خاندان کے ایک نوجوان نے چاہا کہ آپ کے سامنے ہو کر گزر جائے۔ حضرت ابوسعید نے اس کے سینے پر دھکا دے کر روکنا چاہا۔ نوجوان نے چاروں طرف دیکھا، اسے گزرنے کے لیے کوئی راستہ نہ ملا سوائے ان کے سامنے سے گزرنے کے۔ چناں چہ وہ پھر اسی طرف نکلنے کے لیے لوٹا۔ اس کو حضرت ابوسعید سے شکایت ہوئی، وہ شکایت لے کر مروان کے پاس گیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بھی اس کے پیچھے مروان کے پاس گئے۔ مروان نے ان سے معلوم کیا ابوسعید! آپ کے اور آپ کے اس بھتیجے کے بیچ کیا بات پیش آئی؟ انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص کسی چیز کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے اور اسے سترہ بنائے پھر کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے دھکا دے دینا چاہیے۔ اگر پھر بھی وہ مصر ہے تو اس سے لڑنا چاہیے، کیوں کہ وہ شیطان ہے۔

منظر عام پر آنا پڑتا ہے۔ ہاں حدیث سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جب فتنے دین کو متاثر کر رہے ہوں، اس وقت گوشۂ تنہائی بہر حال بہتر ہے۔

فرمایا صحابہ کرام کا معمول یہ تھا کہ جب آں حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو آپ کے لیے "ﷺ" استعمال نہ فرماتے، بلکہ صرف یا رسول اللہ کہتے، لیکن آپ کی عدم موجودگی میں جب آپ کا ذکر کرتے تو ﷺ کا اضافہ فرماتے۔

قرآنی محاورات وتعبیرات

فرمایا قرآن نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا ہے: "فَأَذَاقَهُمُ اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ" (۱)۔ اس آیت کی تفسیر میں علمائے تفسیر کو بڑے اشکالات پیش آئے ہیں کہ لباس ملبوسات میں سے ہے، نہ کہ مذوقات میں سے پھر خداتعالی نے اسے مذوقات یعنی چکھی جانے والی چیزوں میں کیسے شمار کیا؟ کوئی اس کا شافی جواب نہ دے سکا۔ اباجی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے "کشکول" میں اس کا جواب دیا ہے، تفصیل تو وہیں ملے گی لیکن مختصر یہ کہ میں اسے بھی محاورات وتعبیرات میں سے سمجھتا ہوں۔

عجیب خواب حیرت انگیز تعبیر

تعبیر رؤیا۔ خواب کی تعبیر۔ کی بابت فرمایا کہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ

---

(۱) وضربَ اللّٰهُ مَثَلًا قريةً كانت آمِنَةً مُطمئِنَّةً يأتيها رزقُها رَغَدًا من كلِّ مكانٍ فكفرت بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوعِ والخوفِ بما كانوا يَصْنَعُوْنَ. (سورۂ نحل: ۱۱۲)

ترجمہ: اور بتلائی اللہ نے ایک مثال۔ ایک بستی تھی چین امن سے، چلی آتی تھی اس کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے۔ پھر ناشکری کی اللہ کے احسانوں کی، پھر چکھایا اس کو اللہ نے مزہ کہ ان کے تن کے کپڑے ہوگئے بھوک اور ڈر، بدلہ اس کا جو وہ کرتے تھے۔

وہ ''غازی آباد'' کے ریلوے اسٹیشن پر ہے، اتنے میں ایک ٹرین آئی، اس سے حضور اکرم ﷺ اترے۔ مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب یہ دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ مغربی لباس میں ملبوس ہیں اور سر پر ہیٹ لگا رکھا ہے۔ اس نے یہ خواب حضرت گنگوہیؒ سے ذکر کیا۔ حضرت نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ہندوستان میں مغربی تہذیب کا غلبہ ہونے والا ہے۔ چناں چہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مغربی تہذیب نے کس طرح ہندوستان کے قصبات و دیہات اور شہروں کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔

اس لیے آپ سگریٹ نوشی چھوڑ دیجیے

فرمایا ایک صاحب دارالعلوم دیوبند کے مدرس تھے۔ انھوں نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں، مگر سگریٹ پی رہے ہیں۔ وہ بے حد پریشان ہوئے۔ جا کر حضرت مدنیؒ سے اپنا خواب بیان کیا تو حضرت نے فرمایا کیا آپ سگریٹ پیتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا خواب میں اسی جانب اشارہ تھا کہ آپ عالم دین ہیں۔ دارالعلوم کے استاذ ہیں، آپ کے لیے عامۃ المسلمین کی نظر میں سگریٹ نوشی اسی طرح معیوب ہے، جس طرح آپ کی نظر میں حضور اکرم ﷺ کے لیے، اس لیے آپ فوراً سگریٹ نوشی چھوڑ دیں۔

انسان علوی مخلوق ہے

فرمایا اباجیؒ فرماتے ہیں کہ قلب علوی چیز ہے، اس لیے کہ جملہ نباتات نیچے سے اوپر کو جا رہی ہیں۔ حیوانات مستوی ہیں کہ ان کا رخ نہ اوپر، نہ نیچے۔ لیکن انسان کی ساخت انحدار کی طرح ہے، سر اوپر سے نیچے کی طرف ہے، چہرہ اور داڑھی بھی، ہاتھ پاؤں اور بال بھی اور خود قلب بھی جو انسان کبیر میں انسان صغیر

کی حیثیت سے ہے۔ ابا جی فرماتے ہیں کہ یہ انسان کا اوپر سے نیچے کی جانب میلان بتاتا ہے کہ یہ مخلوق اوپر سے نیچے آئی ہے۔ جب یہ مخلوق علوی ہوئی تو اس کی توجہات اسفل میں نہیں بلکہ اعلی میں ہونی چاہییں اور یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس قلب کی بادشاہت داہنی جانب میں مطلوب ہے۔ اسی لیے اس کو بائیں جانب میں رکھا گیا ہے۔

آپ کا ایمان سلامت ہے مگر اعمال انتہائی خراب ہیں

خواب کی تعبیر کی مناسبت سے فرمایا ایک بار میں حضرت مہتمم صاحبؒ (قاری محمد طیب صاحبؒ) کے ہمراہ لدھیانہ گیا۔ یہ تقسیم ہند کے بعد کا واقعہ ہے۔ وہاں حضرت مہتمم صاحب کے پاس ایک صاحب آئے، یہ ''امروہہ'' کے رہنے والے تھے اور لدھیانہ میں ''ہمدرد دواخانہ'' کی ایک برانچ میں ملازم تھے۔ انھوں نے حضرت مہتمم صاحب سے اپنا خواب بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے ہیں، مگر اس حال میں کہ سینہ اور سر تو بالکل صحیح سالم، مگر ہاتھ پاؤں گلے ہوئے ہیں۔ حضرت قاری صاحب نے فرمایا آپ یہاں کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میں ہمدرد دواخانے میں ملازم ہوں۔ فرمایا خواب کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ایمان تو درست اور محفوظ ہے مگر اعمال انتہائی خراب ہیں، آپ ان اعمال سے توبہ کریں۔ حضرت مہتمم صاحب نے جیسے ہی تعبیر دی، وہ شخص پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا کہ حضرت! بالکل بات یہی ہے۔ یہاں چوں کہ مسلمان بہت کم ہیں، اس لیے میرا اٹھنا بیٹھنا ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ ہو گیا اور میں بھی ان کے ساتھ جوا کھیلنے اور شراب پینے لگا اور اسی طرح کے بعض اور دوسرے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ بعد میں حضرت مہتمم صاحب سے میں نے

عرض کیا کہ آپ نے اس کے خواب کی یہ تعبیر کس مناسبت سے دی؟ فرمایا کہ قرآن کریم میں عموماً اعمال کی نسبت ہاتھ کی جانب کی گئی ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے: ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (۱)'' وغیرہ اس لیے ہاتھ کے گلنے سے میں نے سمجھا کہ ان کے اعمال گندے اور خراب ہیں۔ جب کہ ایمان کا محل قلب کو بتایا گیا اور اس شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کا سینہ اور سر محفوظ تھے، اس لیے میں نے سمجھا کہ اس کا ایمان محفوظ اور درست ہے۔

حضرت تھانویؒ کا اصلاحی طریقۂ کار

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ کی علمی و دینی خدمات، کارناموں اور مجددانہ شان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت تھانویؒ نے عوام الناس کو صحیح مسائل سے صرف آگاہ نہ کیا، صرف رسوم و بدعات ہی سے نہیں روکا، ہزاروں کا تزکیہ ہی صرف نہ کیا، بلکہ عقائد کی درستگی اور اصلاح کی بھی ہر ہر مرحلہ پر کامیاب کوششیں کیں اور بے جا عقیدت پر بھرپور اور برمحل وار بھی کیا۔

فرمایا حضرت نے ایک وقت تعویذ لکھنے کے لیے بھی مقرر فرما رکھا تھا۔ تھانہ بھون، آس پاس نیز دور دراز سے لوگ آتے، اپنی پریشانیاں بیان کرتے اور حضرت سب کے لیے اسی وقت تعویذ لکھ کر دے دیا کرتے۔ اس میں اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ آنے والے نہ خانقاہ کے اصول سے واقف ہوتے، نہ آدابِ مجلس سے اور نہ ہی گفتگو سلیقہ سے کرتے، جس سے حضرت کو تکدر ہوتا، اس لیے یہ طے کیا کہ بجائے اس کے کہ ہر ایک سے اس کی پریشانیاں معلوم کر کے تعویذ دیا جائے، ایک جامع تعویذ لکھ کر رکھ لیا

---

(۱) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الروم: ۴۱) ترجمہ: پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں، لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے، چکھانا چاہیے ان کو کچھ مزہ ان کے کام کا، تاکہ وہ پھر آئیں۔

جائے جو جملہ امراض کے لیے کارآمد ہو۔ جیسا کہ بعض احادیث سے اس طرح کی دعائیں مروی بھی ہیں اور بغیر کسی سے کچھ معلوم کئے وہ تعویذ دے دیا جائے۔ کچھ دنوں تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ حضرت کو اس سے بڑی سہولت اور عافیت محسوس ہوئی۔ ایک روز اپنے بھتیجے مولانا شبیر علی صاحب سے فرمایا ماشاء اللہ یہ نئی تدبیر بڑی مفید ثابت ہوئی، مولانا شبیر علی صاحب نے عرض کیا حضرت! بات تو درست ہے مگر میں نے آج ہی بعض گاؤں والوں کو کہتے ہوئے سنا کہ اس مولوی کا کیا کہنا کسی سے کچھ نہیں پوچھتا اور ایسا تعویذ دیتا ہے جس سے فوراً شفا ہو جاتی ہے۔ اسے تو بغیر بتائے ہی ہماری پریشانیوں کا علم ہو جاتا ہے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت تھانویؒ گھبرا گئے اور فرمایا مولوی شبیر علی! اسی وقت اعلان کر دو کہ کل سے یہ صورت بند کی جارہی ہے۔ اس سے تو لاکھوں کے عقیدے خراب ہونے لگے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا یہ تھے حضرت تھانویؒ۔ ذرا ذرا سی بات پر بھی پوری گرفت اور تنبیہ، ورنہ آج کل کے پیر ہوتے تو یہ سن کر خوشی سے پھولے نہ سماتے کہ ہمارے متعلق لوگوں کے کیسے اچھے خیالات ہیں اور لوگ ہماری بزرگی کے کس درجہ قائل ہیں؟

ایمان اور اسلام میں نسبت

فرمایا اس مسئلے پر زبردست بحث ہوئی ہے کہ اسلام اور ایمان میں کیا نسبت ہے؟ امام غزالی چار نسبتوں میں سے سوائے عام وخاص من وجہ کے، باقی تینوں نسبتیں، اسلام وایمان میں ممکن مانتے ہیں۔ علامہ دوّانی بھی اسلام کی حقیقتِ ظاہری انقیاد یعنی تلفظِ شہادتین اور اقرار جو شہادتین کا ثمرہ ہے، اس کو قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اسلام کامل، صحیح ایمان ہے۔ ہاں اس ظاہری اسلام سے کبھی ایمان جدا ہو جاتا ہے، لیکن اسلام حقیقی جو خدا تعالیٰ کے یہاں قبول ہے،

اس سے ایمان جدا نہیں ہوتا۔

اباجی لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ایمان قلب سے نکل کر اعضاء پر آتا ہے اور اسلام پہلے ظاہر پر آئے گا، پھر باطن کی طرف جائے گا۔ گویا مسافت ایک ہی ہے، ایمان اگر اعضاء پر نمایاں ہو اور اسلام دل میں جاگزیں ہو تو ایمان و اسلام میں کوئی فرق نہیں اور اگر ایمان صرف دل میں ہو اور اس کے اثرات اعضاء پر ظاہر نہ ہوں اور اسلام ظاہر تک محدود ہو کر رہ جائے، باطن پر اثر انداز نہ ہو، ایسی صورت میں دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہوں گے۔

امریکا و برطانیہ کی اسلام دشمن پالیسی

عراق پر امریکہ و برطانیہ کی بلا جواز فوجی جارحیت کے حوالے سے فرمایا کہ امریکہ اور برطانیہ کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے کہ کسی بھی مسلم ملک یا اسلامی طاقت کو مضبوط نہ ہونے دیا جائے۔ موجودہ صدر عراق صدام حسین سے ہی ایران کی فوجی طاقت ختم کرانے کے لیے حملہ کرایا، یہ بے سود خونین جنگ آٹھ سال سے زیادہ چلی جس میں مالی نقصانات تو ایک طرف، جانبین کے دس لاکھ سے زیادہ افراد مارے گئے اور ان میں زیادہ تر بے قصور عوام تھے۔ یہ بے سود جنگ ختم ہوئی تو صدام حسین سے کویت پر چڑھائی کرادی اور آزادئ کویت کے بہانے خطۂ عرب میں اس کی فوجیں خیمہ زن ہو گئیں۔ یہ فوجیں خود سعودی عرب کے اندر حرمین سے کچھ زیادہ دور نہیں ہیں۔ اب جب کہ امریکی افواج قلب عرب میں پہنچ گئی ہیں تو انہیں کوئی باہر نہیں کر سکتا ہے، اب تو حرمین شریفین کا بھی خدا ہی حافظ۔

اقوام متحدہ امریکا کی کنیز

فرمایا امریکہ نے عراق پر فوجی جاریت کے لیے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل

کی بھی اجازت ضروری نہ سمجھی حالاں کہ اقوام متحدہ کی حقیقت ہی کیا ہے، امریکہ کی داشتہ سے زیادہ کچھ نہیں۔ لیکن امریکہ اس قدیم کنیز سے اپنا دامن جھٹک چکا ہے۔ اقوام متحدہ کا وجود ان ہی اسلام دشمن طاقتوں کا رہین منت ہے۔ اب سے کوئی پچاس پچپن سال پہلے اس کا قیام عمل میں آیا اور مقصد یہ تھا کہ دنیا سے جنگ وجدال کا خاتمہ ہو اور امن وآشتی کی باد بہاری چلے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ گزشتہ پچپن سال میں چھوٹی بڑی دوسو پچیس سے زیادہ جنگیں ہوئیں جن میں ۲ رکروڑ سے زیادہ لوگ ہلاک ہوئے اور ان میں سے ۹۰ رفیصد بے قصور عوام، معصوم بچے اور خواتین کی تعداد تھی۔

علامہ اقبال کی ژرف نگاہی

فرمایا اقوام متحدہ کیا ہے، اس کے قیام کا مقصد کیا ہے، اس کے پس پردہ کھیل کیا کھیلا جانے والا تھا؟ اس کو ڈاکٹر اقبال نے بہت پہلے واضح الفاظ میں واشگاف کر دیا تھا۔

من ازیں بیش نمی دانم کہ وزدے چند
بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

یہ صرف کفن چوروں کا ایک گروہ ہے جنھوں نے مختلف قبریں آپس میں تقسیم کرلی ہیں کہ فلاں قبر سے کفن تم نکالو، فلاں سے ہم اور فلاں سے وہ۔ یہ قبریں غریب، چھوٹے اور مسلم ممالک ہیں۔

معراج میں رویتِ باری قلبی نہ تھی

فرمایا ابا جی کہتے ہیں کہ ''لیلۃ المعراج'' میں سب سے پہلے آپ ﷺ

پر ''وحی'' کی گئی اور انتہار رویت تھی اور یہ عینی رویت تھی، قلبی رویت نہیں تھی، سورۂ نجم میں اس رویت کو ثابت کرنے کے لیے وقیع انداز اختیار کیا گیا اور وحی چوں کہ آپ کے لیے کوئی نادر چیز نہیں تھی، اس لیے وحی کا تذکرہ سرسری آیا۔ ایسا ہی طور پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ اولاً وحی پھر رویت۔ ہاں یہ بحث باقی رہ جاتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر رویت سے پہلے غشی طاری ہوئی یا بعد میں؟ اس پر کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جاسکتی۔ تاہم یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آں حضور ﷺ کو رویت ہوئی اور آپ پر غشی بھی طاری نہیں ہوئی، بلکہ آپ ﷺ سجدہ میں گر گئے جو اس وقت کے لیے بہت مناسب چیز تھی، عبدیت کا دامن اس وقت بھی آپ سے نہ چھوٹا اور یہی آپ کے شایان شان بھی ہے۔

یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے باہر کردو

اسی تعلق سے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا تھا ''لاخرجن الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (۱)'' یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں اس حکم نبوی کی تکمیل ہوئی اور خیبر وغیرہ کے یہود کو جلاوطن اور ان کو وہاں سے بے دخل کرکے جزیرۂ عرب کو ان سے پاک کردیا گیا۔

---

(۱) عن جابر بن عبد الله يقول أخبرني عمر بن الخطاب أنه سمع رسول الله ﷺ يقول لأخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب فلا أترك فيها إلا مسلمًا (أبو داؤد: في الخراج، باب في إخراج اليهود من جزيرة العرب: ۲/۴۲۹)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے اطلاع دی حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہ انھوں نے آں حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں ضرور بالضرور یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے باہر کردوں گا اور اس میں صرف مسلمانوں کو باقی رکھوں گا۔

مکہ پر غیر قدوسیوں کا تسلط

فرمایا ایک دوسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شہر مکہ ہمیشہ قدوسیوں کے قبضے میں رہے گا یعنی مسلمانوں کے زیر تسلط۔ ہاں ایک زمانہ ایسا آئے گا جب مکہ پر دوسروں کا قبضہ ہو جائے گا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے اپنے تفقہ، بصیرت، فراست، بالغ نظری سے نکتہ نکالا کہ قدوسیوں کا قبضہ ختم ہونے میں بھی ان ہی میں سے بعض کا ہاتھ ہوگا۔ شاہ صاحب نے فرمایا موجودہ حالت میں دیکھ لو کہ امریکہ ایک مسلم ملک عراق پر حملہ آور ہے اور دوسرے مسلم ممالک کویت اور قطر اسے ہر قسم کی مدد فراہم کر رہے ہیں۔ یہیں اس کے فوجی اڈے اور چھاؤنیاں ہیں اور یہیں اس حملہ آور فوج کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

ایک شریک مجلس نے عرض کیا کہ ترکی نے ساڑھے آٹھ ارب ڈالر کے عوض، امریکی افواج کو اپنی زمین شمال سے عراق تک رسد پہنچانے کے لیے اجازت دے دی ہے۔ واضح ہو کہ ترکی نے اب تک اس سے انکار کیا تھا اور اس وجہ سے عراق پر شمال کی جانب سے حملہ کرنا امریکہ کے لیے ممکن نہ رہا تھا۔ اس پر حضرت شاہ صاحب نے زور کی آہ بھری اور فرمایا ظالموں نے محض چند ارب ڈالر میں اپنا ضمیر، حمیت، ایمان سب کچھ فروخت کر دیا۔

فرمایا ایک زمانہ وہ تھا کہ اسی ترکی کے حکمراں خلیفہ عبدالحمید خاں سے یورپ کا ایک وفد ملا اور یہ پیش کش کی کہ اگر فلسطین یہودیوں کے حوالے کر دیں تو وہ ترکی حکومت کا سارا قرض چکا دیں گے، ترکی افواج کو اپنے خرچ پر تربیت دیں گے، یورپی اسکولوں، یونیورسٹیوں میں ترک طلبہ کے داخلے کے لیے دروازے کھول

دیے جائیں گے۔ اس کے علاوہ بھی جتنا سلطان فرمائیں، سیم وزر پیش کر دیا جائے گا۔ مگر قربان جایئے اس بوڑھے خلیفہ پر جو جاں بلب ترکی خلافت کا آخری بااختیار حکمراں ثابت ہوا۔ اس نے اپنے پیر کے انگوٹھے سے زمین کھودی اور فرمایا کہ اگر سارے یورپ کی دولت میرے قدموں میں ڈال دی جائے تب بھی عبدالحمید اپنی زندگی میں جتنی مٹی انگوٹھا رگڑنے سے نکلی ہے، اتنی بھی فلسطین کی زمین یہود کے حوالے نہ کرے گا۔ فرمایا ہائے افسوس! ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے؟

صحتِ عمل کے لیے اجمالی نیت کافی ہے

فرمایا اعمال کی صحت کے لیے اجمالی نیت کافی ہے، تفصیلات کا ملحوظ ہونا ضروری نہیں! حدیث میں ہے کہ جس نے جہاد کی نیت سے گھوڑا پالا۔ اس کے چارہ، پانی کا خیال کیا، اس کی خدمت کی تا آنکہ لید اور پیشاب پر بھی حدیث میں ثواب کی اطلاع ہے۔ حالاں کہ جس وقت وہ گھوڑا پال رہا تھا، یہ تفصیل اس کے ذہن میں نہ تھی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ نیت کی وسعت وعدم وسعت کو ثواب کی کمی وبیشی میں دخل ہوتا ہے۔

فرمایا اس سلسلے میں امام غزالی کی ایک تحقیق ہمیشہ سامنے رہنی چاہیے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ کسی کام سے اگر مقصود صرف دنیا ہے تو اس پر کوئی اجر نہیں ملے گا اور اگر آخرت سامنے ہے تو بھرپور اجر ملے گا۔ دنیا و دین دونوں برابر کی حیثیت میں پیش نظر ہوں تو اس میں بھی کوئی اجر نہیں۔ ایک چیز اور ہے کہ اگر کسی نے عبادت کی نیت کی اور بعد میں اخلاص باقی نہ رہا تو ایسی صورت میں سلف یہ کہتے ہیں کہ ابتدار کا اعتبار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے شاید سرفراز فرمائے، اس لیے ہمیشہ تصحیح نیت کا اہتمام ہونا چاہیے۔

فرمایا اباجی نے اس موقع پر بڑی عمدہ بات فرمائی کہ دنیا میں اعمال سامنے ہیں اور نیت مستور، جب کہ محشر میں اس کا عکس ہوگا، یعنی نیت سامنے ہوگی اور اعمال مستور ہوں گے۔

عہدِ نبوی میں حجاب

احقر مرتب نے عرض کیا حضرت! عہدِ رسالت میں عورتوں کے حجاب کی کیا شکل تھی اور اس کا کیا لباس تھا؟ فرمایا مدینہ منورہ کے سلسلے میں تو روایات میں جو کچھ آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈھیلا ڈھالا کرتا و پائجامہ اور دوپٹہ ہوتا تھا، جس سے عورتیں اپنا سر ڈھانکتی تھیں تاکہ جسم کا نشیب و فراز ظاہر نہ ہو۔ البتہ فی زمانہ حجاب کے لیے جو الگ سے "نقاب" رائج ہے، اس کی بابت کچھ نہیں ملتا، تاہم اس کی افادیت کا انکار ممکن نہیں کہ یہ زیادہ استر ہے۔ فرمایا اسی دوپٹے کو عورتیں سر پر کچھ آگے بڑھا کر اوڑھ لیا کرتی تھیں جس سے کچھ حد تک چہرہ ڈھک جاتا تھا۔

صاحبزادہ حضرت شاہ صاحب برادرم مولانا احمد خضر شاہ نے اس پر کہا کہ نماز فجر کے لیے مسجد نبوی میں عورتوں کے جانے کی بابت **"متلففات بمروطهن (۱)"** کے الفاظ آتے ہیں۔ اس سے بھی دوپٹے کو سینہ وغیرہ پر ڈالنے کی تائید اور حجاب کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ اس پر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ "مروط" دوپٹہ نہیں، الگ سے چادر ہوتی تھی۔

---

(۱) **عن عائشةؓ قالت كان رسول الله ﷺ ليصلي الصبح فينصرف النساء متلففات بمروطهن مايعرفن من الغلس. (ترمذی، فی الصلوة، باب ماجاء فی التغليس بالفجر: ۱/ ۴۰)**

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ جب فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو عورتیں چادر اوڑھ کر اس حال میں واپس ہوتی تھیں کہ تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔

سدِ فتنہ کے لیے چہرہ چھپانا بہتر ہے

احقر کے دریافت کرنے پر کہ غالباً اس وقت حجاب کا ایسا کوئی لباس نہ تھا جس سے چہرہ پوری طرح ڈھک جائے فرمایا ہاں۔ اور ابا جی۔ حضرت علامہ کشمیریؒ۔ اسی جانب گئے ہیں کہ عورتوں کا چہرہ اعضائے مستورہ میں داخل نہیں البتہ فتنہ کے سد باب کے لیے اسے چھپانا بہتر ہے۔

خواتین مصر کا قدیم لباس

فرمایا مصر کی خواتین کے بارے میں علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ ان کا لباس یہ ہوتا ہے کہ پائجامہ لمبا، ڈھیلا ڈھالا کرتا جس سے پائجامہ بھی ڈھک جاتا تھا اور اس کی آستین اوپر کو نہ چڑھ سکتی تھی۔

فرمایا پہلے سفر حج کے دوران مدینہ منورہ کے اشراف کی خواتین کا جو لباس تھا وہ پائجامہ، ڈھیلا ڈھالا لمبا کرتا جس سے پائجامہ کا بیشتر حصہ ڈھک جاتا اور لمبا سا دوپٹہ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسی قسم کا استر لباس عہد صحابہ میں خواتین کا رہا ہوگا۔

موجودہ نقاب قرن اوّل میں نہیں تھا

احقر نے عرض کیا حضرت! موجودہ حجاب کے اس وقت نہ ہونے کی ایک دلیل حضرت انسؓ کی وہ روایت ہے جس میں وہ خود اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں راستے سے گزر رہا تھا کہ ایک حسین و جمیل عورت پر میری نظر پڑی "فتأملت محاسنها" اگر نقاب یا اس طرح کا ساتر کوئی حجاب ہوتا تو نہ حضرت انسؓ کی اس خاتون کے چہرے پر نظر پڑتی اور نہ وہ اس کے حسن کو غور

سے دیکھتے۔ فرمایا تمہاری بات درست ہے۔

قرنِ اوّل میں دوپٹہ لازمی لباس تھا

اسی سلسلے میں فرمایا کہ دوپٹہ لازمی حصۂ لباس ہوتا تھا۔ اس کی بابت متعدد روایات بھی آئی ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جب میں جنگ جمل سے واپس آئی تو ام سلمہؓ کے دروازے پر جا کر تین بار سلام کیا، مگر انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا ام سلمہ! آخر کیا وجہ ہے کہ میں تین بار سلام کر چکی ہوں مگر تم نے جواب نہ دیا؟ حضرت ام سلمہؓ نے کہا اس وجہ سے کہ تم نے فرمان باری تعالیٰ کی خلاف ورزی کی ہے۔ قرآن میں ہم عورتوں کو حکم ہے "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الجَاهِلِيَةِ الأُولٰى (۱)" پھر کس نے تمہارے لیے جائز کر دیا کہ تم گھر سے نکل کر میدان جنگ میں جاؤ؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں یہ سن کر مجھے اپنی غلطی پر تنبہ ہوا کہ میں نے علیؓ کے مقابلے میں نکل کر بہت بڑی غلطی۔ اسی روایت میں ہے کہ جب بھی انھیں یہ بات یاد آتی تو اس قدر روتیں کہ ان کا دوپٹہ تر ہو جاتا کہ اس سے آنسوؤں کو نچوڑا جا سکتا تھا۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

ایک اور روایت حضرت عائشہؓ کے بارے میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

---

(۱) وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب: ۳۳) ترجمہ: اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں اور قائم رکھو نماز اور دیتی رہو زکوٰۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اس کے رسول کی اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والو! اور ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے۔

اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کے لیے بڑی رقمیں بھیجتے تھے۔ حضرت عائشہ انھیں فقرار ومساکین پر چند روز میں خرچ کر دیتیں، پھر فاقہ کی نوبت آجاتی اور یہ بات چل نکلتی کہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں فاقہ ہے۔ جب کئی دفعہ اس طرح ہوا تو حضرت عبداللہ نے یہ سوچ کر کہ میں تو اتنی بڑی بڑی رقمیں خالہ کے لیے بھیجتا رہتا ہوں اور وہ دوسروں پر لٹا کر فاقہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں، میری رسوائی ہوتی ہے اور قسم کھالی کہ اب میں خالہ کے پاس ایک حبہ بھی نہ بھیجوں گا۔ اس کی اطلاع حضرت عائشہؓ کو ہوگئی تو حضرت عائشہؓ نے بھی قسم کھالی کہ میں اب کبھی عبداللہ کا چہرہ نہ دیکھوں گی۔ جب اس کا علم حضرت عبداللہ کو ہوا تو سخت پریشان ہوئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ سے تفصیل بتائی اور اپنی غلطی پر بڑی ندامت کا اظہار کیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے کہا گھبراؤ نہیں ان شاء اللہ ام المومنین راضی ہو جائیں گی۔ آؤ تم میرے ساتھ چلو۔ حضرت ابوذر غفاریؓ ان کو اپنی چادر میں چھپا کر حضرت عائشہؓ کے گھر پہنچے۔ دروازے سے سلام کیا۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اور اندر آنے کی اجازت بھی دی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے کہا صرف میں آؤں یا ہم سب آجائیں؟ حضرت عائشہؓ کو یہ خیال نہ تھا کہ ساتھ میں عبداللہ ہیں، فرمایا سب آجاؤ۔ جب یہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو دونوں خوب روئے، اتنا کہ حضرت عائشہؓ کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو گیا اور اسے نچوڑنا پڑا۔

خدا تعالیٰ زمان ومکان سے بالاتر ہے

فرمایا مادّی چیزیں زمان ومکان کی محتاج ہوتی ہیں۔ وہ جس قدر مادّی ہوں گی، اتنی ہی زمان کی محتاج ہوں گی اور مادّہ سے جس قدر دور ہوں گی، اتنا ہی زمان ومکان سے بے نیاز ہوں گی اور چوں کہ خدائے تعالیٰ قطعاً مادّی نہیں، اس لیے وہ زمان ومکان سے بالکل بے نیاز ہے۔ نہ اس کے یہاں صبح نہ شام۔ فرمایا ابا جی فرماتے ہیں کہ شیخ

مجدد سرہندی کہتے ہیں کہ خدا تعالی خود زمان ومکان کا خالق ہے تو خالق اپنی مخلوق کا محتاج کیسے ہوگا؟ فرشتے مناطقہ کی اصطلاح میں اگر چہ مجرد نہیں ہیں۔ لیکن عالم اجساد سے فائق ہونے کی بنار پر مادیات کی طرف ان کی احتیاج بہت ہلکی ہے۔ اس لیے یہ بحث غلط ہے کہ وہ کیسے اترتے ہیں، کیسے آتے ہیں اور کیسے جاتے ہیں؟

احادیث کی شانِ ورود

احقر کے استفسار پر کہ حضرت! جس طرح قرآن کریم کی شان نزول پر مستقل کتابیں ہیں، مثلاً علامہ واحدی کی "أسباب النزول" نیز مفسرین کرام نے بھی عموماً اسباب نزول سے اپنی اپنی تفاسیر میں اعتنار کیا ہے تو کیا احادیث کی شان ورود پر بھی کوئی مستقل کتاب ہے؟ فرمایا ہاں علامہ ابوالحفص عکبری نے کتاب لکھی تھی مگر وہ ناپید ہے۔ افسوس کہ اس موضوع پر کسی اور نے کوئی مستقل کتاب تالیف نہ کی۔

اختر ام فی الاحادیث

فرمایا شان ورود اگر معلوم ہوجائے تو احادیث کا سمجھنا بہت آسان ہوجائے۔ بعض روایات میں کچھ اشارے ملتے ہیں، انھیں جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ایک حدیث کے مختلف طرق ہوتے ہیں اور اختلاف طرق سے حدیث کے الفاظ بھی بسا اوقات مختلف ہوجاتے ہیں، نیز ایک ہی حدیث کسی طریق میں مختصر ہوتی ہے اور دوسرے میں مکمل۔ جب تک حدیث کے مکمل الفاظ سامنے نہ ہوں، اس وقت تک کما حقہ سمجھنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کے مابین اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ حدیث کو مکمل ذکر کرنا ضروری ہے یا مختلف مواقع پر حسب ضرورت حدیث کے الگ الگ ٹکڑوں کو بھی ذکر کرنا جائز ہے؟ اسے اختر ام کہتے ہیں۔ اس میں تین آرار ہیں: ایک جماعت عدم جواز کی طرف

گئی ہے، دوسری جواز کی طرف۔ لیکن قول حق یہ ہے کہ جو شخص اس درجہ بلند پایہ علم و فضل کا حامل ہو کہ وہ اگر اختر ام کرے اور آں حضور ﷺ کا مقصد و مفہوم نہ بدلے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ امام بخاری بہ کثرت اختر ام کرتے ہیں۔ مگر وہ اس پایہ کے ہیں، اس لیے ان کے لیے ایسا کرنا درست ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا چہرۂ انور

حضور اکرم ﷺ کی سیرت و شخصیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام کا بیان ہے کہ ایک شب ہم مسجد نبوی میں حاضر تھے۔ حضور اکرم ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ چاندنی کھلی ہوئی تھی، ہم کبھی آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھتے اور کبھی چاند کو۔ ہم نے دیکھا کہ چہرۂ انور کا نور چاند سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ سرخ یمنی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کا پسینہ

فرمایا حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے پسینہ نکلتا تو ہم اسے جمع کرلیا کرتے۔ خدا کی قسم! جو خوشبو آپ ﷺ کے پسینے میں تھی، وہ مشک و عنبر میں بھی نہ ہوتی تھی۔

فتح الباری کی تکمیل پر ضیافت کا اہتمام

فرمایا حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح بخاری ''فتح الباری'' کی تکمیل پر بڑی ضیافت کا اہتمام کیا۔ اسی ۸ھ کے قریب فخر روزگار علماء کے ساتھ سلطان وقت کو بھی مدعو کیا اور ''فتح الباری'' کا مقدمہ سب کو پڑھ کر سنایا، حافظؒ کی اجازت سے شیخ بدر الدین عینیؒ کو ''فتح الباری'' ملی۔ حافظؒ کی احناف پر چیرہ دستیوں کو دیکھ کر شیخ

بدرالدین عینیؒ نے ''عمدۃ القاری'' لکھی جس میں احناف کا دفاع کیا اور حافظ ابن حجرؒ پر اعتراضات کیے۔ حافظ ابن حجرؒ نے جواب ''انتقاض الاعتراض'' کے نام سے لکھا۔ اباجی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ''مخطوطہ'' دیکھا ہے۔ بعض مواقع جوابات سے خالی ہیں، اس سے میں نے سمجھا کہ کوئی جواب بن نہیں پڑا، جب کہ بعض جواب کامل ومکمل ہیں۔ عجیب بات ہے کہ حافظ ابن حجرؒ ''انتقاض الاعتراض'' کو مکمل نہیں کر سکے کہ وفات ہوگئی۔

کتاب وسنت کے لیے ''ردّ'' کا لفظ مناسب نہیں

فرمایا قرآن واحادیث کے باب میں کسی مسئلہ پر گفتگو کے دوران الفاظ تعبیرات ادب وشائستگی کی اختیار کرنا چاہئیں۔ اباجی فرماتے ہیں کہ کیا خبر واحد سے قرآن پر زیادتی جائز ہے؟ اس پر گفتگو کرتے ہوئے اصول فقہ کی کتابوں میں عموماً یہ ملتا ہے کہ احناف قرآن پر عمل کرتے ہیں اور حدیث کو ردّ کرتے ہیں۔ جس کا مطلب تو یہ ہے کہ اس حدیث کو قرآن کا درجہ نہیں دے سکتے۔ یہاں تک تو بات ٹھیک ہے، لیکن حدیث کے لیے لفظ ''ردّ'' کا استعمال ناپسندیدہ ہے۔

انبیاء کی تخلیق جنت کی مٹی سے

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کہ حضور اکرم ﷺ کے فضلات سے بدبو کبھی نہ آئی، بلکہ ہمیشہ خوشبو ہی آتی تھی۔ اس پر ازراہِ استعجاب حضرت عائشہؓ نے استفسار کیا تو فرمایا عائشہ! تمھیں معلوم نہیں کہ انبیاء کی تخلیق جنت کی مٹی سے ہوتی ہے اور جنت کی مٹی عنبر ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ زمین حضرات انبیائے کرام کے فضلات پاخانہ پیشاب، خود نگل جاتی ہے۔

تم نے بہادر کہاں دیکھا؟

اسی ضمن میں فرمایا کہ حضرت علیؓ کی شجاعت مشہور تھی۔ ایک شخص آیا اور حضرت علیؓ کے سامنے ان کی شجاعت کی تعریف کرنے لگا۔ اس کی بات سننے کے بعد فرمایا تم نے شجاع اور بہادر کہاں دیکھا۔ اگر تم رسول اکرم ﷺ کو دیکھ لیتے تو آپ ﷺ کے بعد پھر کسی کی شجاعت پر تعجب نہ ہوتا اور فرمایا جب بڑے بڑے سورماؤں کے پاؤں اکھڑ جاتے، اس وقت آپ ﷺ اکیلے میدان کارزار میں ڈٹے رہتے اور دوسرے لوگوں کو ان الفاظ میں اپنے گرد جمع ہونے کی تلقین فرماتے "إلیّ عباد اللہ"۔

ابو حنیفہؒ! آپ نے اپنا جانشین نہ چھوڑا

سلسلۂ گفتگو دراز کرتے ہوئے فرمایا کہ جب امام ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی تو علماء وفقہاء نے آپ کو غسل دیا۔ یہ حضرات غسل دیتے ہوئے کہتے جاتے ابو حنیفہؒ! رسول اکرم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اپنا علمی جانشین چھوڑا۔ حضرت ابن مسعودؓ گئے تو علقمہ کو چھوڑ کر گئے۔ علقمہ گئے تو اپنا جانشین ابراہیم نخعی کو چھوڑا۔ ابراہیم کی وفات ہوئی تو ان کے جانشین حماد ہوئے مگر ابو حنیفہ! تم نے اپنے بعد تو کسی کو اپنا جانشین اور نائب نہ چھوڑا۔

سب سے بدنصیب انسان

فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک بار عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ! اس دنیا میں سب سے زیادہ شقی اور بدنصیب کون شخص ہے؟ فرمایا جو کسی نبی کو شہید کردے۔ عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا جو نبی کے ہاتھوں مارا جائے۔ عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا جو کسی معلم خیر اور مبلغ خیر کو شہید کردے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقام و مرتبہ

اسی ذیل میں فرمایا کہ ایک مرتبہ دورانِ سفر حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن مسعودؓ سے مسواک لانے کے لیے فرمایا۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کیکر کے درخت پر چڑھ گئے۔ یہ نہایت دبلے پتلے اور نحیف و نزار تھے۔ جب درخت پر چڑھے تو ان کی دبلی پتلی پنڈلیاں دیکھ کر بعض صحابۂ کرام کو ہنسی آ گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سنو! عبداللہ بن مسعودؓ نے راہِ خدا میں جہاد اور دعوت و تبلیغ کے لیے جو سفر کیا، اس سفر کے دوران ان کے پاؤں کی انگلیوں کے نیچے جو مٹی لگی، اس کا اتنا عظیم مقام ہے کہ روز جزا، صرف اسی سے میزان عدل کا نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا۔

عبدالرحیم خان خاناں کی دریا دلی

فرمایا مغل حکومت کا محسن اعظم ہے بیرم خاں۔ اس کا لڑکا ہے عبدالرحیم خان خاناں۔ یہ بڑا عالم و فاضل، فراخ دست اور جہاں گیر کا خصوصی اتالیق تھا۔ ایک دفعہ سفر پر جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک عورت آئی اور اپنا توا اس کے جسم سے رگڑنے لگی۔ سپاہی یہ دیکھ کر برہم ہو گئے۔ لیکن عبدالرحیم خان خاناں نے کہا نہیں، اس عورت کو کچھ نہ کہا جائے، بلکہ حکم دیا کہ اسے اس کے توے کے برابر سونا دے دیا جائے۔ سپاہیوں نے دریافت کیا حضور! ماجرا کیا ہے؟ کہنے لگا اس عورت نے سنا ہے کہ لوہا پارس کو لگ جائے تو لوہا بھی سونا ہو جاتا ہے۔ یہ عورت اپنا توا میرے جسم سے رگڑ کر دیکھ رہی تھی کہ میں پارس ہوں یا نہیں، لہٰذا اسے مایوس نہ کرنا چاہیے۔

اذان اللہ کی جانب سے ملاقات کی دعوت ہے

فرمایا اذان اللہ کی جانب سے بندے کو ملاقات کی دعوت ہے۔ شروع میں چار مرتبہ ''اللہ اکبر'' کے ذریعہ چہار جانب سے بندے کو کبریائی کے اندر گھیر دیا گیا۔ ابھی دو جانبیں باقی تھیں تو آخر میں دوبار مزید ''اللہ اکبر'' کہہ کر گویا بندے کو ہر شش جہات سے کبریائی میں گھیر دیا گیا۔

فرمایا علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ ''حي على الفلاح'' میں الفلاح اس قدر جامع کلمہ خیر ہے جس میں دین و دنیا کی تمام بھلائی سمٹ آئی اور جس کی تشریح کے لیے دفتر درکار ہے!

حدیث إنما الأعمال کی شانِ ورود

فرمایا حدیث ''الأعمال بالنيات (۱)'' جیسا کہ سبھی کو معلوم ہے، نہایت اہم حدیث ہے آج کی مجلس میں حدیث ہذا کے صرف ایک پہلو پر مختصراً عرض کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس حدیث کا آخری جملہ ہے: ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ماهاجر إليه.

---

(۱) عن عمر ان رسول الله ﷺ قال الأعمال بالنيات ولكل امرئ مانوى فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ماهاجر إليه (بخاري شريف: ۱۳/۱)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ لہٰذا جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور جس شخص کی ہجرت حصول دنیا کے لیے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہے تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لیے ہوگی جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

فرمایا اس جزو کا ایک خاص پس منظر ہے۔ ایک صاحب مکہ مکرمہ میں تھے جو ایک خاتون سے شادی کرنا چاہتے تھے، اس خاتون نے نکاح کرنا تو منظور کر لیا مگر یہ شرط لگادی کہ تمھیں مدینہ منورہ ہجرت کر کے جانا ہوگا تبھی نکاح کر سکتی ہوں۔ چناں چہ ان صاحب نے مکہ مکرمہ سے مدینہ ہجرت کی اور مقصد یہ تھا کہ اس خاتون سے نکاح ہو جائے۔

صحابہ کی بابت احتیاط

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حق جل مجدہ حضرات صحابہ کرام کی لغزشوں کی بابت کس قدر احتیاط اور پردہ پوشی کا معاملہ کرتے ہیں کہ ایسے مواقع پر عموماً ان کے نام وغیرہ کو بھی ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مثلاً یہی صاحب ہیں، آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ ان کا کیا نام تھا اور یہ کون تھے؟ حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی تک نے لکھا ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود ان صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ فرمایا یہ نکتہ بھی کس قدر حیرت انگیز ہے کہ جب کسی نبی سے کوئی بھول چوک ہوتی ہے تو حق جل مجدہ نام کی تصریح کرتے ہوئے تنبیہ فرماتے ہیں، مثلاً حضرت آدم کے بارے میں فرمایا ''عَصَیٰ آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوَیٰ (۱)'' لیکن جب صحابی سے خطا و گناہ کا صدور ہوتا ہے تو اس قدر پردہ پوشی فرماتے ہیں کہ نام تک ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں۔ فتدبر۔

---

(۱) فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰىٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (طٰہ: ۱۲۱)

ترجمہ: پھر دونوں نے کھالیا اس میں سے پھر کھل گئیں ان پر ان کی بری چیزیں اور لگے گانٹھنے اپنے اوپر پتے، بہشت کے اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہک گئے۔

تقویٰ کیا ہے؟

آیت ''إِنَّ أَكْرَمَكُم عندالله أتقاكم (۱)'' تم میں خدائے تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ معزز ومکرم وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہے- کے ذیل میں تقویٰ کے معنی ومفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت کعبؓ بن احبار سے جو پہلے یہودی تھے اور توریت کے ممتاز عالم، ان سے معلوم کیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا امیر المومنین! کیا آپ کا گزر کبھی ایسے راستے سے ہوا جس کے دو طرف کانٹے ہی کانٹے ہوں؟ فرمایا ہاں! عرض کیا آپ اس راستے سے کس طرح گزرے؟ فرمایا کپڑوں کو سمیٹ کر اور بہت بچ بچا کر- عرض کیا یہی تقویٰ ہے کہ انسان زندگی کی خاردار راہوں میں دامن سمیٹ کر بچ بچا کر بڑی احتیاط کے ساتھ گزرے-

حضرت صدیق اکبرؓ کا مثالی تقویٰ

فرمایا تقویٰ کی حقیقت مزید واضح کرنے کے لیے چند ایک واقعات بیان کئے جارہے ہیں- حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک بار ان کی اہلیہ نے کھجور کا حلوا بنایا اور حضرت صدیق اکبرؓ کے سامنے پیش کیا کہ یہ بہت خوش ہوں گے، مگر حضرت صدیق اکبرؓ نے الٹا ان سے سوال کیا کہ یہ حلوا کہاں سے بنایا؟ عرض کیا امیر المومنین! آپ کا جو وظیفہ بیت المال سے ملتا ہے، اس میں

---

(۱) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھی تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو، تحقیق کہ عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑی جس کو ادب بڑا اللہ سب کچھ جانتا ہے اور خبردار ہے-

سے ایک ایک پیسہ جمع کر کے حلوا بنایا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فوراً بیت المال کے ذمے دار کو ہدایت جاری کی کہ میرے وظیفے میں سے اتنی رقم ہر ماہ بحق بیت المال وضع کر لی جائے، کیوں کہ یہ میری ضرورت سے زیادہ ہے۔

عمر بھی رسولِ خدا کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتا ہے

فرمایا ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے اپنے والد محترم حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا ابا جان آپ بہت کام کرتے ہیں، بڑی مشقت برداشت کرتے ہیں آپ کیوں مغزیات ومقویات استعمال نہیں کرتے؟ فرمایا حفصہ! کیا تمھیں یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی غذا کیا ہوتی تھی اور آپ کی ذمے داریاں کتنی گراں بار تھیں؟ عرض کیا ابا جان! بالکل معلوم ہے۔ آپ ﷺ کے یہاں تو کئی کئی روز فاقے ہوتے تھے، مغزیات ومقویات کا کیا سوال؟ فرمایا بس عمر بھی اسی طرح زندگی بسر کرنا چاہتا ہے جس طرح رسول اللہ بسر کر چکے ہیں۔

یہ بیت المال کی ملکیت ہے

فرمایا حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں کسی جگہ سے بطور مال غنیمت ڈھیر سارا عمدہ قسم کا عطر آیا، آپ نے حسب دستور شریعت اسے مجاہدین میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ آپ کی اہلیہ نے عرض کیا امیر المومنین! تھوڑا سا گھر کے لیے بھی رکھ لیجیے گا، فرمایا یہ بیت المال کی ملکیت ہے اور بیت المال پر حق عام مسلمانوں اور مجاہدین کا ہے، عثمان کے لیے اس میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں۔ چناں چہ حضرت عثمان نے سارا عطر تقسیم کر دیا۔ مگر جس برتن میں رکھ کر تقسیم فرما رہے تھے، تقسیم کے بعد آپ کی اہلیہ نے اس میں اپنا کپڑا پونچھ لیا، چناں چہ وہ مہکنے لگا۔ حضرت عثمان

نے معلوم کیا تمھیں کہاں سے ملا؟ عرض کیا کہ میں نے برتن میں اپنا کپڑا پونچھ لیا تھا، یہ اس کی خوشبو ہے۔ فرمایا تم نے خود کو بھی اور عثمان کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا۔

تم یہی تلقین کرنے میرے پاس آئے تھے

اسی ذیل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک بار کوفہ میں ان کے عہد خلافت میں سردی کی رات کو ایک شخص ان کے پاس آیا، اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت علیؓ باہر نکلے۔ سخت سردی تھی، آپ کے بدن پر صرف ایک کپڑا تھا اس میں بھی اس شخص کا بیان ہے کہ سامنے کی طرف پیوند لگے ہوئے تھے اور حضرت علیؓ سردی کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ اس نے عرض کیا امیر المومنین! آپ سردی سے بچاؤ کے لیے بیت المال سے کپڑا کیوں نہیں لے لیتے؟ فرمایا تمہارا ناس ہو! تم یہی تلقین کرنے میرے پاس آئے تھے۔

ہم نے مدرسہ جنت میں جانے کے لیے قائم کیا ہے

اسی ذیل میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمدؒ یوسف صاحب بنوری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مرض الموت میں عیادت کے لیے گئے۔ مفتی صاحب کے پاس ان کے مدرسہ دارالعلوم کراچی کی گاڑی تھی جس پر وہ سفر کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ ڈاکٹر کے پاس اسی گاڑی سے گئے ہوئے تھے۔ مولانا بنوری نے کہا حضرت! آپ جیسا عالم دین اور دقیقہ رس فقیہ و مفتی بھی مدرسے کی گاڑی اپنے کام کے لیے استعمال کرتا ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا گاڑی میں تیل اپنے پیسے سے ڈلواتا ہوں۔ اس پر مولانا بنوریؒ نے فرمایا کہ مفتی صاحب! کیا گاڑی میں صرف تیل ہی خرچ ہوتا ہے، گاڑی کے پہیے، انجن کے پرزے

نہیں گھٹتے؟ اس کی آپ کیا تلافی کرتے ہیں؟ نیز کہا کہ ہم نے یہ مدرسے اس لیے قائم کیے ہیں کہ ہم دین کا کام کرکے جنت میں جاسکیں، اگر مدرسے کھول کر بے احتیاطی کرتے رہے اور جنت کے بجائے جہنم کی راہ پر چل پڑے تو مدرسوں سے کیا فائدہ! مفتی صاحب نے فرمایا مولانا! آپ کا بہت بہت شکریہ! آپ نے آج ایک اہم پہلو پر توجہ دلائی ہے، آئندہ اس سلسلے میں احتیاط برتوں گا۔

سیدنا امام علی محدث کی تنگ دستی

فرمایا اب طبیعتیں کس قدر سہولت پسند بن چکی ہیں کہ انسان ذرا سی بھی پریشانی اٹھانے کے لیے تیار نہیں۔ حد یہ ہے کہ اہل علم، علماء، اساتذۂ مدارس اور طلبہ بھی سہولت پسند بن گئے ہیں۔ حالاں کہ ہماری تاریخ تو یہ رہی ہے کہ امام علیؒ محدث بلخی بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ مشغلہ تھا حدیث نبوی لکھنا، اس کی تعلیم وتعلم۔ تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ بعض دفعہ کئی کئی روز فاقہ ہوجایا کرتا تھا۔ مگر یہ نہ تو کسی سے سوال کرتے اور نہ ہی اپنا مشغلہ موقوف کرتے تھے۔ جب فاقے کے باعث کمزوری اتنی بڑھ جاتی کہ حدیث لکھنے کی بھی طاقت نہ رہتی تو نان بائی کی دوکان کے سامنے بیٹھ جاتے اور کھانے کی خوشبو سے اتنی توانائی حاصل کرتے جس سے حدیث لکھنے کے قابل ہوجائیں۔

امام رازی کا اظہار افسوس

اسی ذیل میں فرمایا کہ امام رازی کو اس بات کا بڑا قلق رہتا تھا کہ شب وروز میں کچھ وقت کھانے میں صرف کرنا پڑتا ہے اور اس عرصے میں علمی مشغلہ بند رکھنا پڑتا ہے۔

قوموں کا عروج و زوال

مسلمانوں کی زبوں حالی پر فرمایا کہ کسی بھی قوم پر زوال دفعتاً نہیں آتا بلکہ بہ تدریج آتا ہے، لیکن اگر وہ قوم متنبہ ہوجاتی ہے اور اپنی غلط کاریوں کی اصلاح کی جانب متوجہ ہوجاتی ہے تو زوال کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ ورنہ رفتہ رفتہ وہ قوم قصہ پارینہ بن جاتی ہے۔ فرمایا کہ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں اس کے متعلق ایک جگہ لکھا ہے کہ جب کسی حکمراں طبقہ پر ایک مرتبہ زوال آجاتا ہے تو وہ دوبارہ بڑی مشکل سے ہی سنبھل پاتا ہے۔ فرمایا ابن خلدون نے اتنی واقعی بات لکھی ہے کہ اسے پوری تاریخ پر منطبق کر کے دیکھا جاسکتا ہے۔

فرمایا حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے بعد مغلیہ خاندان کا جب زوال شروع ہوا تو صرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی زندگی میں ۱۱/ بادشاہ تخت پر بیٹھے۔ کچھ چند مہینوں کے لیے اور بعض تو چند ہفتوں کے لیے ہی۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

فرمایا بعض بندگانِ خدا ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی زبان سے جو کچھ بھی نکل جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے یہاں قاری احمد میاں مرحوم کی ولادت ہوئی۔ یہ پانچ چھ سال کے ہوگئے، مگر بولتے نہ تھے۔ حضرت شیخ الادبؒ نے علاج و معالجہ بھی کیا، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک روز حضرت شیخ الہندؒ سبق پڑھا کر گھر تشریف لے جا رہے تھے، پیچھے پیچھے حضرت شیخ الادبؒ ہو لیے۔ مسجد چھتہ کے کونے پر پہنچ کر حضرت شیخ الہندؒ کو محسوس ہوا کہ جیسے کوئی پیچھے آ رہا ہو۔ رُک گئے،

دیکھا تو حضرت شیخ الادبؒ تھے۔ فرمایا مولوی صاحب! کیا بات ہے؟ عرض کیا حضرت! بچہ پیدا ہوا تھا، پانچ چھ سال ہو گئے، مگر بولتا نہیں ہے۔ ہر ممکن علاج بھی کرایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا دعا فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان کھول دے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا مولوی صاحب! جائیے فکر مت کیجئے یہ بچہ اتنا بولے گا کہ لوگ پریشان ہو جائیں گے۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

استغفار اور کشادگی رزق

فرمایا کشادگیٔ رزق میں نیکیوں اور استغفار کو بڑا دخل ہے۔ اسی طرح تنگیٔ رزق میں بد عملیوں کو۔ حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ملفوظات میں ہے کہ حضرت شیخ نے فرمایا لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ رزق کی پریشانی ہے، حضرت دعا فرما دیجیے۔ حالاں کہ انھیں چاہیے کہ استغفار کی کثرت کریں، اس سے ان شاء اللہ رزق میں کشادگی پیدا ہوگی اور گناہ معاف ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا وضو کے بارے میں آتا ہے کہ اس سے گناہ جھڑتے ہیں، اسی وجہ سے درمیان وضو یہ دعا پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے ”اللّٰهم وَسِّعْ لي في داري، وبارك لي فيما رزقتني (۱)“ خدایا! میرے لیے میرے گھر میں کشادگی پیدا فرما اور رزق میں برکت عطا فرما۔ ایک شریک مجلس نے کہا حضرت! ممبئی میں ایک صاحب کے یہاں بیٹھا ہوا تھا، وہ کہنے لگے کہ مفتی صاحب! میرا اتنا کشادہ مکان جو آپ دیکھ

(۱) عن عبيد بن القعقاع يحدث رجلاً من بني حنظلة قال: رمق رجل النبي ﷺ وهو يصلي فجعل يقول في صلاته: ”اللهم اغفرلي ذنبي ووسِّع لي في داري وبارك لي فيما رزقتني (مسند احمد: ۱۶۶۰۴/۶۳/٤)

ترجمہ: عبید بن قعقاع سے روایت ہے وہ بنو حنظلہ کے ایک آدمی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آں حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ دعا پڑھ رہے ہیں کہ اللہم الخ۔

رہے ہیں، وہ اسی دعا کی برکت ہے۔ کہنے لگے کہ مجھے ان صاحب کی اس بات پر بڑی حیرت ہوئی کہ عموماً مترجمین اس دعا میں "داری" کا ترجمہ آخرت سے کرتے ہیں۔ جب کہ لفظ دار میں دار دنیا اور دار آخرت دونوں کی گنجائش ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا بلکہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ "دار" سے دار دنیا ہی مراد لیا جائے۔ اس کا قرینہ بعد کا جملہ ہے "وبارك لي فيما رزقتني" کیوں کہ رزق سے عموماً رزق دنیا ہی مراد لیا جاتا ہے۔

بابِ فضائل میں تساہل

فرمایا فضائل کے باب میں لوگوں نے عموماً تساہل برتا ہے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ خطیب نے اپنی تاریخ میں بغداد کے فضائل میں احادیث نقل کی ہیں۔ اسی طرح مورخ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں "دمشق" کے بارے میں احادیث ذکر کی ہیں۔ حالاں کہ صرف یمن کے فضائل صحیح احادیث میں آئے ہیں، مثلاً حضور اکرم ﷺ کا ارشاد "الإيمان يماني، والحكمة يمانية (۱)" فرمایا اس قسم کی چیزیں فردوس دیلمی، کنز العمال وغیرہ کتابوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں۔

میانِ ما و تو

فرمایا کہ ابا جی کا قیام وطعام کئی سال تک حضرت مہتمم صاحب قاری محمد طیب صاحبؒ کے گھر رہا۔ گھر میں ابا جی کے کھانے کے لیے روزانہ ہی خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی بھی تشریف فرما ہوتے تھے۔ اس وقت بڑی علمی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت شاہ صاحب تو اپنے تبحر علمی

---

(۱) الإيمان يماني والحكمة يمانية (كنز العمال: ۱۲/ ۵۱/ ۳۳۹۵۶. عن أنس بحواله ابن عساكر) ترجمہ: ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔

ے اور مولانا سندھی اپنی ذہانت سے بازی مارتے تھے۔ فرمایا کہ ایک بار مولانا سندھی نے حضرت شاہ صاحب سے کہا کہ مولوی انور شاہ! مجھے تم سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے، حضرت شاہ صاحب نے وقت بتادیا۔ مولانا سندھی تشریف لے گئے اور کہنے لگے کہ صرف یہ بات کہنی ہے کہ میرا دعویٰ لمبا ہوتا ہے اور اس کی دلیل مختصر، لیکن تمہارا دعویٰ مختصر ہوتا ہے اور اس کی دلیل بہت لمبی۔ بس یہی میرے اور تمہارے درمیان فرق ہے۔

روشن دماغ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کے تذکرے میں فرمایا کہ حضرت پر کبھی کبھی جذب کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ اس وقت وہ ایک موٹا ڈنڈا لے کر نکلتے اور مسجد چھتہ میں آجاتے، یہ دیکھتے ہی حضرت نانوتویؒ اور حاجی عابد حسین صاحبؒ کمروں کے اندر چلے جاتے اور اندر سے کنڈی لگالیتے تھے۔ مولانا یعقوب صاحب فرماتے کہ مولانا قاسم تو بیعت وارشاد میں لگ گئے اور ایک یعنی حاجی عابد صاحب دعا، وتعویذ میں اور مدرسے کا سارا جھمیلہ میرے اوپر ڈال دیا ہے۔ جب ان کی یہ کیفیت ختم ہوتی اور پُرسکون ہوجاتے تب یہ حضرات کمروں سے باہر نکلتے۔ فرمایا کہ مولانا یعقوب صاحب پر وجد وجذب طاری ہوجاتا وہ جب کسی طالب علم کی پٹائی کرتے تو اپنے جوتے سے کرتے جس کا نام انھوں نے ''روشن دماغ'' رکھ رکھا تھا۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ

فرمایا جب کسی انسان کو دوسرے سے غایت درجہ تعلق ہوتا ہے تو بعض اوقات شکل وصورت میں بھی وہ بالکل اسی جیسا ہوجاتا ہے۔ چناں چہ مولانا

یعقوب صاحب ہی کا واقعہ ہے کہ وہ سبق پڑھا رہے تھے۔ محلہ گوجرواڑہ، دیوبند کا ایک بوڑھا آدمی مولانا کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت جی! میری لڑکی جوان ہوگئی ہے، مگر اس کا رشتہ نہیں آرہا ہے۔ حضرت مولانا نے اسی وقت سبق میں سے ایک جوان سال طالب علم سے فرمایا تم نکاح کروگے؟ اس نے کہا جیسا حکم ہو۔ چناں چہ اسی وقت نکاح پڑھا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر وہی بڑے میاں آئے اور عرض کیا حضرت جی! نکاح تو آپ نے کردیا تھا، مگر مولوی صاحب بات بات پر بڑی پٹائی کرتے ہیں۔ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ آپ طلاق دلوا دیجیے۔ داماد کو حضرت مولانا نے بلوایا وہ آئے اور دل دل میں سوچ رہے تھے کہ شاید حضرت کو میرے طرز عمل کی اطلاع ہوگئی ہے۔ وہ بڑے میاں بھی اس روز آگئے۔ حضرت کو جلال آگیا، اٹھے اور اپنے "روشن دماغ" جوتے سے داماد کی بڑی پٹائی کی اور فرمایا اسی وقت طلاق دے۔ اس نے دے دی۔ یہ صاحب حضرت تھانویؒ کے درسی ساتھی تھے۔

عقیدت ومحبت کے سبب صورت میں مشابہت

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ کئی سال بعد علی گڑھ وعظ کہنے کے لیے گیا۔ دیکھا کہ مغرب بعد ایک صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔ روشنی تھی نہیں، اس لیے پہچان نہ سکا۔ جب وہ صاحب بالکل قریب آگئے تو میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوگیا۔ میں نے سمجھا کہ جیسے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ تشریف لے آئے ہوں۔ مگر انھوں نے بتایا کہ میں وہی آپ کا ساتھی ہوں جس کی حضرت نے جوتے سے پٹائی کی تھی۔ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اطاعت استاذ اور استاذ سے غایت درجہ عقیدت ومحبت کے سبب وہ شکل وصورت میں بھی حضرت مولانا سے بالکل اشبہ ہوگئے تھے۔

یہ تو جیسے علامہ کشمیریؒ تشریف لا رہے ہوں

فرمایا ممبئی جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس ہو رہا تھا۔ حضرت مدنیؒ اور حضرت مہتمم صاحبؒ وغیرہ بھی تشریف فرما تھے، وہیں اطلاع ملی کہ حاجی محمد میاں صاحب سملکی ثم الافریقی آج ممبئی آ رہے ہیں۔ چناں چہ ان کے استقبال کے لیے حضرت مدنی، حضرت مہتمم صاحب، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ، بھائی مولانا ازہر شاہ قیصرؒ اور احقر ایئر پورٹ گئے۔ جب وہ جہاز سے باہر نکل رہے تھے تو حضرت مدنی نے حضرت مہتمم صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ تو جیسے شاہ صاحب تشریف لا رہے ہوں۔ حاجی محمد میاں حضرت علامہ کشمیری سے بالکل اشبہ ہو گئے تھے۔

قرآن کریم میں ربط آیات

فرمایا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ، امام سیوطیؒ اور دوسرے بہت سے کبار علماء و مفسرین کی رائے ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں اور آیات میں ربط نہیں پایا جاتا۔ جب کہ بعض علماء کی رائے ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں اور آیات باہم دیگر مربوط ہیں، ان میں عصر اخیر کے ممتاز عالم دین، مربی و مرشد حکیم الامت حضرت تھانویؒ نمایاں ہیں۔ چناں چہ حضرت نے "سبق الغایات في نسق الآیات" کے نام سے بہ زبان عربی ایک رسالہ بھی تالیف فرمایا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ احقر کی رائے بھی حضرت تھانویؒ کے ساتھ ہے۔ فرمایا چناں چہ سورۂ بقرہ کی ابتدا اس طرح ہے "الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ" اس کے بعد اس کتاب کے بعض اوصاف کا تذکرہ کیا گیا۔ کچھ دور جا کر پھر اسی مضمون کا اعادہ کیا گیا ہے۔

مگر اب بھی اس کتاب کے نزول کی کیفیت کی بابت کچھ نہیں بتایا گیا۔ کافی

آگے چل کر اس کی وضاحت کی گئی ''وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِثْلِهٖ (۱)'' اور بتایا گیا کہ قرآن کا نزول دیگر آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی طرح دفعتاً واحدۃً نہیں، بلکہ بتدریج اور موقع بموقع ہوا جو ۲۳ رسال کی مدت میں مکمل ہوا۔

سورۂ فاتحہ اور معوذتین میں ربط

فرمایا غور کیجیے تو سورۂ فاتحہ اور معوذتین، یعنی بالکل اوّلین اور بالکل آخری سورتوں میں بھی عجیب وغریب ربط پایا جاتا ہے۔ سورۂ فاتحہ کا مرکزی مضمون راہ راست کی ہدایت، اس پر استقامت اور اس کی دعا ر ہے۔ اس راہ راست سے ہٹانے والے صرف دو ہی ذرائع ہیں۔ جنات اور انسانوں کی جانب سے الٹے سیدھے خیالات کا ڈالا جانا۔ اس لیے معوذتین میں ان دونوں کے وساوس سے خداتعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

تصدیق سے تصدیق حالی مراد ہے

فرمایا حضرت یحییٰ کے تذکرے میں انہیں حضرت عیسیٰ کے لیے ''مُصَدِّق'' بتایا گیا۔ ارشاد ہے: ''مُصَدِّقًا سیدًا و حصورًا ونبیًا من الصالحین (۲)'' کہ

(۱) وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (البقرہ: ۲۳) ترجمہ: اور اگر تم شک میں ہو اس کلام کی بابت جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو۔

(۲) فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ (آلِ عمران: ۳۹) ترجمہ: پھر آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تم کو خوش خبری دیتا ہے، یحییٰ کی جو گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور نبی ہوگا صالحین میں سے۔

یحییٰ عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے، پیشوا، غیر شادی شدہ، نبی اور صالحین میں سے ہوں گے۔ فرمایا کہ میری رائے ہے کہ یہاں "مصدقا" میں تصدیق سے، تصدیق لسانی نہیں، بلکہ تصدیق حالی مراد ہے۔ کہ حضرت یحییٰ کی حیرت انگیز تخلیق، حضرت عیسیٰ کی ان سے بھی زیادہ حیرت انگیز تخلیق کے لیے تصدیق وتوثیق تھی۔

جس سے پوچھ تاچھ کی گئی وہ ہلاک ہوگیا

فرمایا ایک بار حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا "مَن حُوسِبَ عُذِّبَ (۱)" (جس سے پوچھ تاچھ کی گئی، اسے عذاب میں مبتلا کردیا گیا) اس پر حضرت عائشہ نے عرض کیا اللہ کے رسول! یہ بات تو قرآن کریم میں اس ارشاد باری سے متصادم نظر آتی ہے، "فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا" اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہ! قرآن کریم میں جس حساب کی بات کہی گئی ہے، وہ درحقیقت حساب ہے ہی نہیں، بلکہ عرض ہے یعنی اعمال نامے کی سرسری پیشی اور حساب وکتاب کی خانہ پری۔

---

(۱) عن ابن أبي مليكة قال إن عائشة زوجة النبي ﷺ كانت لاتسمع شيئًا لاتعرفه إلا راجعت فيه حتى تعرفه وإن النبي ﷺ قال من حوسب عذب قالت عائشة فقلت أو ليس يقول الله عزوجل "فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا" قالت فقال إنما ذلك العرض ولكن من نوقش الحساب يهلك (بخاری، فی العلم باب من سمع شيئًا فلم يفهمه فراجعه حتى يعرفه: ۲۱/۱)

ترجمہ: حضرت ابن ابوملیکہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ جب کوئی ایسی بات سنتی تھیں جسے وہ نہیں جانتی تھیں تو اطمینان کے لیے اس کی تحقیق بھی کرتی تھیں چناں چہ ایک مرتبہ آں حضور ﷺ نے فرمایا: جس سے حساب ہوگا اسے عذاب ہوگا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کیا یہ ارشاد باری نہیں ہے کہ حساب آسان لیا جائے گا۔ کہتی ہیں کہ اس پر آں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آیت میں حساب سے مراد پیشی ہے لیکن جس سے حساب ہوگا وہ برباد ہوجائے گا۔

تخلیق آدم پر فرشتوں کا تحفظ

اور فرمایا تخلیق آدم کے موقع پر فرشتوں نے بہ ظاہر اعتراض کیا اور حق تعالیٰ سے عرض کیا ''اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (۱)'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض کو ختم کرنے کے لیے حضرت آدم اور فرشتوں کا امتحان لیا۔ پہلے حضرت آدم کو کچھ اشیاء کی تعلیم دی، ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا'' (آدم کو تمام اشیاء کے نام کی تعلیم دی) پھر انھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا ''ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ'' (پھر وہ اشیاء فرشتوں کے روبرو کر دیں) اس کے بعد جب دونوں سے پوچھا تو حضرت آدم نے بتلا دیا اور فرشتے عاجز رہ گئے۔

حضرت آدم اور فرشتوں کا امتحان

فرمایا اس موقع پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ یہ بھی کوئی امتحان ہے کہ ایک کو تو پہلے سے ہی جوابات بتا دیئے گئے اور دوسرے کو نہ بتایا گیا۔ فرمایا اس کا جواب ابا جی (حضرت علامہ کشمیریؒ) نے بہت خوب دیا ہے۔ لکھا ہے کہ جوابات تو آدم و ملائکہ ہر دو کو بتائے گئے تھے۔ چناں چہ آدم کی بابت ارشاد ہے ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کلها'' اور فرشتوں کی بابت ''ثُمَّ عَرَضَهم علی الملائکة'' مگر

---

(۱) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ○ (بقرہ: ۳۰)

ترجمہ: اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں، زمین میں ایک نائب کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں اور خون بہائے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو فرمایا بے شک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

بات یہ ہے کہ حضرت آدم ان اسمار واشیار کو سمجھ گئے اور یہ ان کے ذہن نشین ہو گئے، جب کہ فرشتے نہ سمجھ سکے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نئے اور مشکل مسئلہ کی تشریح استاذ کرتا ہے، درجہ میں سے کوئی ایک طالب علم ہر ایک بات بخوبی سمجھ جاتا ہے اور بعد میں ساتھیوں کے سامنے دہراتا بھی ہے۔ جب کہ بعض ساتھی استاذ کی تشریح خود تو سمجھے ہوئے نہیں ہوتے، مگر جب وہ طالب علم دہراتا ہے تو وہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ اس نے اچھی طرح تشریح سمجھ لی ہے۔

اعتراض کا دوسرا جواب

اس موقع پر برادرم مولانا احمد خضر شاہ مسعودی نے کہا کہ یہاں دوسری توجیہ بھی ممکن ہے جس پر مذکورہ بالا اشکال وارد نہیں ہو سکتا اور وہ یہ ہے کہ یہ صورت امتحان ہی نہیں، بلکہ تخلیق واستخلاف آدم کے تعلق سے ملائکہ نے جو بہ ظاہر تحدی اور چیلنج کیا تھا کہ یہ مخلوق تو خون ریزی کرے گی اور فساد مچائے گی، درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ان کے اس چیلنج کا جواب دیا ہے کہ تم لوگ جب ان معمولی چیزوں کے ناموں سے واقف نہیں تو بھلا تخلیق آدم کے بعد مرتب ہونے والی اس خوں ریزی کا علم تمھیں کیسے ہو گیا؟ چناں چہ فرشتوں نے فوراً ہی اعتراف بھی کر لیا ''لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا'' (ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھلایا) شاہ صاحب نے بھی اس توجیہ کی تصویب فرمائی۔

مفتیانِ کرام کا بورڈ تشکیل دیے جانے کی ضرورت

آج کل بعض مفتیان کرام کی جانب سے غیر ضروری طور پر اور بغیر آپسی صلاح ومشورہ کے، فتاویٰ صادر کیے جانے پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ

ایک الم ناک اور افسوس ناک صورت حال ہے۔ نئے حالات، نئے مسائل اور نئے معاملات کی حقیقت، حیثیت اور ان کی گہرائی میں جائے بغیر، نیز ان سے مکمل واقفیت کے بغیر ہی لوگ فتاویٰ جاری کر رہے ہیں، جب کہ ہونا یہ چاہیے کہ اس قسم کے معاملات میں ماہرین فقہ وفتاویٰ کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں کسی بھی قسم کی جانب داری کے بغیر باصلاحیت اور تجربہ کار مفتیان کرام کو شامل کیا جائے اور بورڈ جو فیصلہ صادر کرے، اسے تسلیم کیا جائے۔

فتویٰ کی بابت حضرت تھانویؒ کا طرزِ عمل

فرمایا اس قسم کی بے اعتدالی سے بچنے کی خاطر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ اہم اور نازک مسائل میں مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی اور مولانا شبیر علی صاحب سے باضابطہ بحث ومباحثہ کرتے اور جب دلائل کی روشنی میں کوئی بات طے ہو جاتی تو اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ بحث وتمحیص کے بعد کسی ایک مسئلہ پر اتفاق نہ ہو پاتا تو پورے انشراح کے ساتھ مفتی شفیع صاحب وغیرہ سے فرمادیا کرتے تھے کہ آپ حضرات اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیں اور میں اپنی رائے کے مطابق۔ جب کوئی فوری فتویٰ کے لیے اصرار کرتا تو فرماتے کہ وعظ تو چاہے ابھی کرالو لیکن اگر فتویٰ کی بات آئے گی تو مجھے کتابیں دیکھنا پڑیں گی۔

مفقود الخبر شوہروں کی بیویاں

فرمایا مفقود الخبر شوہروں کی بیویوں کی بابت، جو جنگ عظیم کے زمانے میں شدید مسائل اٹھ کھڑے ہوئے تھے، اس نے ایک خطرناک صورت حال پیدا

کردی تھی۔ حضرت تھانویؒ کے پاس اس سلسلے میں بڑے استفسارات آئے اگر
حضرت چاہتے تو احناف کے مشہور مسلک کے مطابق فتویٰ دے دیتے کہ عورت
نوے سال تک انتظار کرے، اس کے بعد ہی نکاح کی اجازت دی جاسکتی ہے یا پھر
یہ کہ جب مفقود الخبر شوہر کے ہم عمر لوگ مرنے لگیں تب نکاح کرے۔ نیز یہ بھی
کر سکتے تھے کہ حرج عظیم کے پیش نظر امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ دے دیتے کہ
چار سال تک اگر شوہر کا پتہ نہ چلے تو عورت قاضی کے ذریعہ فسخ نکاح کرا کے دوسرا
نکاح کرلے، مگر حضرت نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ صورتِ حال پر مشتمل ایک
تحریر مرتب فرمائی، پھر اسے ہند و بیرون ہند کے تمام مسالک اربعہ کے اعیان علماء
ومفتیانِ کرام کے پاس بھیجا، ان سے متعلق مستقل مکاتبت ومراسلت فرمائی اور
جب ایک متفقہ رائے قائم ہوگئی تب جا کر امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ دیا اور
باضابطہ ایک رسالہ تالیف فرمایا ''الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة''

امام ابوحنیفہؒ اور مسائل کی تنقیح

فرمایا خود امام ابوحنیفہؒ جن کی حذاقت، ذکاوت، تدبر وتفقہ بے مثیل وبے
عدیل ہے، وہ محض اپنی صواب دید، صلاحیت یا رائے سے فیصلہ وفتویٰ صادر نہ
فرماتے، بلکہ چالیس رکنی کمیٹی مقرر فرمادی تھی جس میں ہر فن کے ممتاز ماہرین
شامل تھے۔ جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اسے اس کمیٹی کے سپرد کردیتے، تمام شرکاء
اس پر بحث کرتے۔ امام صاحب خاموشی سے ساری بحث سنتے اور آخر میں جا کر
اپنی رائے ظاہر کرتے تھے جب دیگر حضرات بھی تائید کرتے تب رجسٹر میں اس کا
اندراج کیا جاتا تھا۔ ایسا بارہا ہوا کہ امام صاحب کے تلامذہ نے امام صاحب سے
اختلاف کیا اور اسے امام ہمام نے بڑی خندہ پیشانی سے قبول بھی کیا۔ فرمایا کہ احقر

نیز ایک پوری نسل کے استاذ و مربی اور فنا فی العلم حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے جس کی کوئی دلیل احقر کو تو اب تک نہ مل سکی کہ فقہ حنفی میں جو امام صاحب کے تلامذہ کے الامام سے ہٹ کر منقول ہیں در حقیقت اسی بحث ومباحثہ کے دوران انھوں نے اختیار کیے تھے اور دلیل کی روشنی میں ان کو قوی گردانتے تھے۔

ابو یوسفؒ اب تم فقیہ ہو گئے ہو

فرمایا ایک مسئلہ پر امام زفرؒ اور امام ابو یوسفؒ مباحثہ کر رہے تھے۔ امام صاحب دونوں کی بحث سنتے رہے۔ جب دیر ہو گئی تو امام صاحبؒ نے امام زفرؒ کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا زفرؒ! ابو یوسفؒ جہاں ہوں، وہاں قضاء کی خواہش نہ کرنا۔ اس طرح امام ہمام نے امام ابو یوسفؒ کی رائے کی تائید وتصویب فرمائی۔ اس موقع پر ایک شریک مجلس نے کہا کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران امام ابو یوسفؒ نے فجر کی نماز پڑھائی، امام ابو حنیفہؒ بھی ساتھ تھے۔ امام ابو یوسفؒ نے سورۂ ''عصر'' اور سورۂ ''کوثر'' پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام صاحبؒ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا ''ابا یوسف! کُنْتَ فقیها'' ابو یوسف! اب تم فقیہ ہو گئے ہو۔

حدیث میں صحتِ اعراب کی اہمیت

فی زمانہ طلبہ کی سہولت پسندی اور تعلیم میں عدم دلچسپی پر فرمایا کہ میرے درس بخاری کا نصف حصہ طلبہ کو نصیحتیں کرنے میں ہی گزر جاتا ہے۔ تصحیح اعراب اور حدیث شریف کا متن درست پڑھنے پر بڑا زور دیتا ہوں، لیکن نتیجہ کے تعلق سے بڑی مایوسی ہے۔ حالاں کہ صحیح حدیث میں ہے ''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فليتبوأ

مقعده من النار (۱)" اباجی اس کا ترجمہ یہ کیا کرتے تھے "جو شخص عمداً میرے اوپر کذب باندھے اسے چاہیے کہ تیاری کرے گرم گرم جگہ جانے کی" فرمایا کہ حافظ بدرالدین عینیؒ نے اس ذیل میں لکھا ہے کہ حدیث کا اعراب درست نہ پڑھنا بھی اس وعید میں شامل ہے۔ فرمایا کہ میں نے ساڑھے تین سال تک مسلسل بعد عصر بخاری شریف کی عبارت خوانی کی ہے، جس کی برکات ظاہری و باطنی میں نے محسوس کیں۔

اگر میں نے تیری رحمت سے پردہ اٹھا دیا تو...

ایک موقع پر فرمایا کہ خواجہ فریدالدین عطار علیہ الرحمہ کو غیب سے ندا آئی فرید الدین! تو بڑا بزرگ، پارسا اور نیک بنا پھرتا ہے، مگر تجھے معلوم نہیں کہ یہ سب میری ستاری کی وجہ سے ہے۔ اگر میں تیرے عیوب سے پردہ ہٹا دوں تو کوئی شخص تیری طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرے۔ خواجہ عطارؒ نے اس پر عرض کیا بیشک! لیکن دنیا میں اتنے لوگ جو مسلمان ہیں، عبادات وطاعات میں مصروف ہیں وہ بھی اس وجہ سے کہ تیری رحمت پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر تیری رحمت سے پردہ اٹھا دوں تو کوئی بھی عبادت نہ کرے۔ آواز آئی فریدالدین! بس اب یہ کرو کہ ہم نہ تمہارے عیوب سے پردہ اٹھائیں گے اور نہ تم میری رحمت سے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا رحمت

---

(۱) عن ابي هريرةؓ عن النبي ﷺ قال تسموا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي ومن رآني في المنام فقد رآني فإن الشيطان لا يتمثل في صورتي ومن كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار (بخاري في العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ: ۲۱/۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے جیسا نام رکھو لیکن میری جیسی کنیت نہ رکھو اور جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور جو شخص قصداً میرے بارے میں جھوٹ بولتا ہے اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

الٰہی کا اندازہ لگانا ہی ممکن نہیں ہے۔ خود فرماتے ہیں ''سبقت رحمتی غَضَبی (۱)''۔ اور فارسی میں ایک مقولہ ہے ''رحمتِ حق بہانہ می جوید'' حق تعالیٰ کی رحمت تو بندے کو معاف کرنے اور نوازنے کے لیے معمولی سا بہانہ تلاش کرتی ہے۔

اولاد پر والدین کی نیکی و بدی کے اثرات

حدیث صحیح ''کلُّ مولودٍ یُولَدُ عَلَی الفطرة فأبَواه یُهوِّدانِه أو یُمَجِّسانِہٖ (۲)'' کی تشریح اس تمثیل سے فرمائی کہ بچہ کورے کاغذ کی طرح ہوتا ہے جس پر کسی بھی قسم کی تحریر لکھی جا سکتی ہے، اسی طرح بچہ کو کسی بھی راستے اور مذہب پر ڈالا جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ علامہ رشید رضا مصری نے اپنی تفسیر ''المنار'' میں اس کے تحت لکھا ہے کہ بچہ کے اوپر والدین کی نیکی کا بھی اثر پڑتا ہے اور بدی کا بھی۔ اسی طرح ماں کے دودھ کا بھی گہرا اثر پڑتا ہے۔

بس یہی وجہ ہے جو بچے نے چوری کی

اسی ذیل میں یہ واقعہ بھی ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے عہد و پیمان

---

(۱) عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال قال الله عزوجل سبقت رحمتي غضبي (مسلم، في العوبة، باب سعة رحمة الله تعالیٰ: ۳۵۶/۲) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غصے پر غالب ہے۔

(۲) عن أبي هريرة قال: قال ﷺ كل مولود يولد على الفطرة. فأبواه يهوّدانه أو ينصّرانه أو يمجّسانه كمثل البهيمة تنتج البهيمة هل ترى فيها جدعاء (بخاري: كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين: ۱۸۵/۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جس طرح جانور، جانور ہی کو جنتا ہے تو تمھیں اس میں کوئی کن کٹا نظر نہیں آتا۔

کیا کہ ایام حمل میں نہ تو میں کوئی گناہ کروں گا اور نہ ہی تم۔ بیوی نے کہا بالکل صحیح، میں ہرگز کسی قسم کی ادنیٰ معصیت کا بھی ارتکاب نہ کروں گی۔ خیر بچے کی ولادت ہوئی وہ بڑا ہوا، اس نے ایک دفعہ کسی کے یہاں چوری کر لی، والد کو اطلاع ملی وہ گھبرایا اور پریشان، بیوی کے پاس گیا اور کہنے لگا، لگتا ہے کہ ایام حمل کے دوران تم نے کوئی گناہ کیا تھا۔ ماں بولی ہاں! مجھ سے ایک غلطی ہوگئی تھی۔ وہ یہ کہ پڑوسی کے بیر کے درخت کی شاخ میرے چھت پر آتی تھی، اس میں بیر لگے تھے۔ میں نے ایک روز کچھ بیر بغیر پڑوسی کی اجازت کے توڑ کر کھا لیے تھے۔ باپ نے کہا بس یہی وجہ ہے کہ بچہ نے چوری کی ہے۔

یہ باندی کے دودھ کے اثرات ہیں

اسی ذیل میں یہ واقعہ سنایا کہ امام الحرمین عبدالملک الجوینیؒ کے یہاں لڑکا تولد ہوا۔ شیر خوارگی کی مدت کے دوران ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بچہ رو رہا تھا، ماں کسی کام میں مشغول تھی، اس لیے باندی نے بچہ کو دودھ پلانا شروع کر دیا۔ اتنے میں امام الحرمین آگئے۔ دیکھتے ہی اس بچے کو باندی سے لے لیا اور اس کے منہ میں انگلی ڈال کر سارا دودھ اُگلوا دیا۔ بچہ بڑا ہوا تو وہ بھی "الولد سر لأبيه" (باپ، بیٹے کا حامل اسرار اور اس کی خصوصیات کا وارث و امین ہوتا ہے) امام الحرمین کے منصب پر فائز ہوا، لیکن دوران تقریر بیٹے کی زبان کبھی کبھی رک جاتی اور الفاظ پھسل جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر ان کے والد روتے اور فرماتے کہ جو تھوڑے بہت اثرات باندی کے دودھ کے، اس کے معدے میں رہ گئے تھے، یہ اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا ارشاد

فرمایا ایک صاحبِ کشف بزرگ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنے گھر

سے نکلے اور کتے اسے بھونکیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس سے کسی گناہ کا ارتکاب ہوا ہے، ورنہ تو کتے اور دیگر تمام جاندار ہماری خدمت کے لیے ہیں، بھونکنے کا کیا مطلب؟

شیر ساتھ چلتا اور راستہ بتا تا رہا

اسی ذیل میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ صحابی رسول حضرت سفینہؓ بوجھ لادے ہوئے گزر رہے تھے، حضور اکرم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا تم ''سفینہ'' ہو سفینہ اور کشتی کی طرح تم بھی ڈھیر سارا سامان اٹھا لیتے ہو۔ انہی حضرت سفینہ کا واقعہ ہے کہ ایک بار کسی غزوے میں ساتھیوں سے بچھڑ گئے تو شیر سامنے آ گیا۔ حضرت سفینہ نے اسے دیکھا تو مطلق نہ گھبرائے، بلکہ اس کو مخاطب کر کے فرمایا سنو! میرا نام سفینہ ہے اور میں رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہوں، تم مجھے راستہ بتاؤ۔ چناں چہ شیر نے بالکل تعرض نہ کیا بلکہ سر نیچا کر کے ان کے آگے آگے چلتا رہا اور جب تک حضرت سفینہ جنگل سے بالکل باہر نہ نکل گئے، شیر ان کے ساتھ ساتھ چلتا اور ان کی حفاظت و رہنمائی کرتا رہا۔

تو دنیا کی ہر مخلوق تمہاری اطاعت کرے گی

اسی مناسبت سے شیخ سعدی نے ''گلستاں'' میں جو واقعہ لکھا ہے، اسے سنایا کہ شیخ سعدی سفر میں جا رہے تھے، راستے میں ایک جگہ دیکھا کہ ایک باریش شخص نورانی چہرہ شیر پر سوار چلا آ رہا ہے۔ وہ قریب آیا تو شیخ سعدی گھبرائے بھی اور حیرت میں بھی پڑ گئے۔ اس شخص نے کہا ڈرو مت یہ شیر بالکل کچھ نہیں کہے گا۔ اس شخص نے کہا اس میں حیرت و تعجب کی بھی کوئی بات نہیں ہے، میں تمہیں ایک نسخہ بتاتا ہوں، اگر تم نے اس پر عمل کر لیا تو شیر اسی طرح تمہارے بھی تابع ہو جائیں

گے۔ شیخ نے پوچھا وہ نسخہ کیا ہے؟ اس شخص نے کہا تقویٰ اور خشیت الٰہی۔ اگر تم خدا
تعالیٰ کے فرماں بردار بن جاؤ گے، اس سے ڈرنے لگو گے تو دنیا کی ہر مخلوق تمہاری
اطاعت کرے گی اور تم سے ڈرنے لگے گی۔

گلستاں و بوستاں کا معنی

اسی ذیل میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ گلستاں اور بوستاں
کا معنی بتاتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ گلستاں اس باغ کو کہتے ہیں جس میں پھول
ہی پھول ہوں اور بوستاں اس باغ کو جس میں صرف پھل ہی پھل ہوں۔

حیا کا حقیقی مصداق

فرمایا حیاء ایک اہم اور عظیم ترین انسانی خصوصیت ہے۔ حیاء کی بابت امام
بخاریؒ نے باب قائم فرمایا ہے ''الحیاء شعبة من الإیمان'' لیکن حیاء کا معنی
وہ نہیں ہے جو ہم اور آپ سمجھتے ہیں، بلکہ اس کا مفہوم وہ ہے جو ترمذی شریف میں
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آیا ہے۔

حیا حدیث کی روشنی میں

فرمایا ترمذی میں ''أبواب صفة الجنة''[1] میں روایت ہے کہ رسول اکرم
ﷺ نے فرمایا لوگو! اللہ سے حیا کرو جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ صحابہ
کرام نے عرض کیا اللہ کے رسول! ہم تو اللہ تعالیٰ سے حد درجہ حیا کرتے ہیں۔
فرمایا یہ حیا نہیں ہے، بلکہ حیا یہ ہے کہ لقمہ حرام تو کجا لقمہ مشتبہ بھی پیٹ کے اندر نہ
جائے اور یہ کہ اپنے ذہن کو پراگندہ خیالات سے پاک رکھو۔

[1] ترمذی ۲/۲۴۵ باب صفۃ اوانی الحوض رقم حدیث ۲۴۵۸

فہم میں صحابہ کے درمیان فرق مراتب

اسی مناسبت سے فرمایا کہ فہم میں صحابۂ کرام کے اندر فرق مراتب ہے۔ لہٰذا جو صحابی جس درجہ کے ذہین وذکی ہوں گے، ان کی روایت اتنی ہی زیادہ بلند پایہ ہوگی۔ فرمایا کہ جب سورۂ نصر نازل ہوئی جس میں فتح خداوندی کی آمد اور لوگوں کے قطار اندر قطار دخول اسلام کی بشارت دی گئی ہے تو تمام صحابہ کرام بہت خوش ہوئے، مگر حضرت صدیق اکبرؓ رو رہے تھے۔ بعض حضرات نے معلوم کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا کہ حضور اکرم ﷺ کی آمد و بعثت کا مقصد تھا اسلام کی تبلیغ و اشاعت، اب جب کہ دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تو آپ کا کام بھی پورا ہوگیا، لہٰذا اب دنیا میں آپ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ گویا اس سورت میں آپ کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔

کسی گناہ اور نیکی کو حقیر نہ سمجھو

ایک موقع پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا خبردار تم کسی گناہ کو معمولی نہ سمجھنا کہ بعض لوگوں کو برزخ میں معلوم ہوگا کہ معمولی سا گناہ ہی عذاب کا باعث بن گیا۔ اسی طرح کسی نیکی کو بھی حقیر نہ گردانا کہ برزخ میں معمولی سی نیکی نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔ اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبر اور اس کے مراحل کو یاد کیا کرو۔

ایک گورکن کا واقعہ

فرمایا حافظ ابن قیمؒ نے ''کتاب الروح'' میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک

شخص بادشاہ کے دربار میں آیا۔ چہرہ انتہائی خوف ناک، لوگ اسے دیکھ کر بھاگ نکلے، بادشاہ بھی ڈرنے لگا، لیکن اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ وہ شخص قریب آیا اور اس نے کہا امیر المومنین! میں گورکن ہوں، آج ہی ایک نوجوان کی موت ہوئی ہے، میں نے ہی قبر کھودی، عصر کے وقت اس کی تدفین کی گئی، سارے لوگ واپس چلے گئے، میں وہیں رکا رہا۔ دیکھا کہ ایک اونٹ جانب مغرب سے آیا اور ایک جانب مشرق سے، میں ڈر گیا اور بھاگ کر ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ ان اونٹوں نے مردے سے پوچھا کہ تمھیں حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ پائجامے ٹخنے سے اونچے رکھو؟ مردے نے کہا پہنچی تھی۔ انھوں نے کہا پھر تم نے اس پر عمل کیوں نہ کیا؟ وہ خاموش رہا، چناں چہ ان میں سے ایک نے اس کو ایک چھڑ ماری جس سے اس کی پسلیاں ایک دوسری سے مل گئیں۔ اسی دوران دوسرے کی نظر میرے اوپر پڑ گئی۔ وہ یہ کہتے ہوئے میری طرف بڑھا اچھا تو خدا کا راز دیکھ رہا ہے اور ایک طمانچہ مجھے مارا، جس کی ہلکی سے خراش چہرے پر لگی، اس کی وجہ سے میرا یہ برا حال ہو گیا ہے۔

ایک مستشرق کی شہادت

فرمایا مشہور مستشرق عالم ڈاکٹر اسپرینگر نے لکھا ہے کہ مسلمان دنیا کی وہ واحد قوم ہے، جس نے ایک لاکھ سے زیادہ افراد کی زندگی کے تمام لمحات ریکارڈ کر رکھے ہیں۔ ایسی قوم نہ پہلے کبھی ہوئی اور نہ آئندہ ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ یہ ہیں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، جن کی زندگی کا ایک ایک ورق آج بھی کھلی ہوئی کتاب ہے۔ جب یہ شغف، یہ اہتمام صحابہ کی زندگیوں کے ساتھ رہا، پھر کیا خیال ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ایک ایک

سیکنڈ، آپ کے ایک ایک لفظ، ایک ایک ادا کو کس قدر انہماک، اہتمام اور پابندی کے ساتھ ریکارڈ کیا گیا ہوگا۔

ہر زمانے کی ضرورت کے تحت رجال کی تخلیق

فرمایا نظامِ قدرت ہے کہ جس زمانے میں جس انداز کا کام لینا مقدر ہوتا ہے، اس زمانے میں ویسے ہی افراد پیدا کر دیے جاتے ہیں۔ فرمایا عہدِ صحابہ کے اختتام کے ساتھ ہی، جس بات کی سب سے زیادہ ضرورت محسوس ہوئی، وہ تھی تدوین و ترتیبِ حدیثِ نبوی۔ چناں چہ حق تعالیٰ نے اس عظیم الشان کام کے لیے عظیم المرتبت شخصیات کو پیدا کیا۔ جنھوں نے کسی تعلق، کسی رشتہ، کسی قسم کے خوف یا لالچ کو خاطر میں لائے بغیر، تدوین حدیث کی خدمت انجام دی۔ اسی کے ساتھ ''جرح و تعدیل'' کے باب میں ہر قسم کے لالچ اور دار و گیر سے بے پروا ہو کر، دین و دیانت کے تقاضوں کو پورا کیا۔

ائمۂ جرح و تعدیل کی بے نظیر دیانت و امانت

اسی ذیل میں فرمایا کہ محدث ابوداؤد علیہ الرحمہ سے کسی نے ان کے والد سے روایتِ حدیث کی بابت دریافت کیا تو فرمایا میرے والد کی بابت کسی دوسرے سے معلوم کر لو۔ سائل نے عرض کیا حضرت! آپ کی موجودگی میں کس سے معلوم کیا جائے؟ فرمایا تو پھر بات یہ ہے کہ میرے والد روایتِ حدیث میں کمزور ہیں' ان سے روایت نہ لی جائے۔

فرمایا ایسا ہی واقعہ امام مدینیؒ کا بھی ہے۔ ان کے صاحبزادے لائق و فائق اور بڑے صاحبِ علم تھے۔ امام موصوفؒ سے لوگوں نے ان کے صاحبزادے

سے روایتِ حدیث کی بابت دریافت کیا تو فرمایا اس کی بابت کسی اور سے معلوم کرلو۔ جب لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا دیکھو وہ میرا بیٹا ضرور ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ روایت حدیث میں کمزور ہے۔

امام بخاریؒ امامِ فن ہیں

امام دار قطنیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے امام بخاریؒ کی ایک سو غلطیاں پکڑی ہیں۔ والد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ دارِ قطنی نے امام بخاریؒ کی جن سو غلطیوں پر گرفت کی ہے، وہ سب فنی نوعیت کی ہیں، جب کہ امام بخاری خود امامِ فن ہیں اس لیے یہ فروگذاشتیں نا قابل توجہ ہیں، مزید فرماتے تھے کہ میری نظر میں امام بخاریؒ کی ایک سو سند سے متعلق غلطیاں ہیں، جن کی طرف کسی کا ذہن متوجہ نہ ہوا۔ نیز فرماتے تھے کہ حافظ ابن حجر کی چھبیس سے زیادہ اسنادی غلطیوں پر میں مطلع ہوں۔

حافظ الدین پر علامہ کشمیری کے تعقبات

حافظ ابن حجر کے تذکرے کے ذیل میں فرمایا کہ اباجی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر احناف کے سخت ترین مخالف ہیں۔ ایسی حدیث جس سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہو، لاتے ہی نہیں، اگر لے آئے تو ٹکڑوں میں بانٹ دیتے ہیں، تاکہ مفید مطلب نہ رہ سکے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کسی راوی کو ہی ضعیف قرار دے دیتے ہیں۔ فرمایا اسی قسم کی ایک حدیث کے ذیل میں حافظ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا فلاں راوی بعض اوقات نماز باجماعت نہ پڑھتا تھا؛ اس لیے اس کی روایت نا قابلِ قبول ہے۔ اباجیؒ نے اس پر گرفت کی اور فرمایا کہ امام

مالکؒ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیوں کہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے میں نے تین ماہ تک مسجد نبوی میں جماعت سے نماز پڑھنے کے بہ جائے گھر پر پڑھی۔ فرمایا کیا اس وجہ سے امام مالک کو بھی ساقط الروایہ قرار دیا جائے گا؟ اگر نہیں تو اس روایت کے راوی کو بھی محض ترک جماعت کے سبب کیوں ساقط قرار دیا جاسکتا ہے؟

درسِ حدیث میں امام مالکؒ کا اہتمام

حضرت امام مالکؒ کی بابت فرمایا کہ ان کے یہاں طالب حدیث کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ معمول یہ تھا کہ جب گھر ہوتے اور کوئی شخص آواز دیتا تو باندی جاکر معلوم کرتی، کون صاحب ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور کس مقصد سے۔ اگر باندی امام ہمام سے جاکر یہ بتاتی کہ کوئی صاحب مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں تو امام صاحب جس حال میں ہوتے، اسے بلا لیتے اور مسئلہ بتادیا کرتے، لیکن جب باندی کہتی کہ کوئی صاحب حدیث پڑھنے کے لیے آئے ہیں تو عمدہ لباس زیب تن کرتے، خوشبو لگاتے، مسند پر بیٹھتے، پھر ان صاحب کو بلاتے تھے۔

امام مالکؒ کا درس موطا

فرمایا امام مالکؒ کے موطا پڑھانے کا انداز یہ تھا کہ طلبہ احادیث پڑھتے اور امام صاحب سنتے تھے۔ زندگی میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا ہے جب امام صاحب نے خود قراءتِ حدیث فرمائی ہے: ایک بار تب جب امام محمد بن حسن الشیبانی روایت موطا کے لیے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ اس وقت امام مالکؒ نے ان کے احترام میں چھبیس احادیث کی خود قراءت فرمائی اور دوسری

مرتبہ جب امام شافعیؒ ان کی خدمت میں روایتِ موطا کے لیے حاضر ہوئے۔ اس وقت بھی امام مالکؒ نے چند احادیث کی قرارت فرمائی۔

اندلس سے یہاں ہاتھی دیکھنے کے لیے نہیں آیا

اسی ذیل میں فرمایا کہ ایک بار مدینہ منورہ میں ہاتھی آیا۔ طلبہ ہاتھی دیکھنے چلے گئے۔ صرف یحییٰ اندلسی رہ گئے۔ امام مالکؒ جب درس کے لیے تشریف لائے تو دیکھا طلبہ غائب ہیں۔ یحییٰ اندلسی سے معلوم کیا کہ کہاں گئے؟ جواب دیا ہاتھی دیکھنے گئے ہیں۔ فرمایا اور تم کیوں ہاتھی دیکھنے نہ گئے؟ عرض کیا حضرت! اندلس سے مدینہ منورہ کا سفر ہاتھی دیکھنے کے لیے نہیں؛ بلکہ آپ سے استفادہ اور روایتِ حدیث کے لیے کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ یحییٰ اندلسی کا اخلاص حق تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو گیا اور ان ہی کا نسخہ موطا اب دنیا میں زیر درس ہے۔

امام بخاریؒ کا رویہ احناف کے تئیں

فرمایا امام بخاریؒ کا معاملہ دیکھئے کہ ایک طرف تو وہ امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت نہیں لیتے، امام ابو یوسفؒ سے نہیں لیتے، امام محمدؒ سے نہیں لیتے، مگر دوسری طرف مروان بن حکم جیسے خبیث انسان کی روایت قبول کر لیتے ہیں۔ فرمایا کہ مروان بن حکم ہی وہ شخص ہے جس نے حضرت عائشہ اور حضرت علیؓ میں صلح نہ ہونے دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب تم حق کے مقابلے میں باطل کی حمایت کرو گے اور تمہاری تلوار باطل کے لیے اٹھے گی۔ حضرت عائشہ سے بھی فرمایا تھا کہ تم باطل کا ساتھ دو گی اور فلاں مقام پر کتے تم کو بھونکیں گے۔ فرمایا ''جنگِ جمل'' کے موقع پر یہ دونوں پیشین گوئیاں درست

ثابت ہوئیں۔ حضرت عائشہ اونٹنی پر سوار حضرت علیؓ کے مقابلے میں جارہی تھیں ٹھیک اس مقام پر کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ حضرت عائشہ چونک گئیں، معلوم کیا کہ یہ فلاں جگہ تو نہیں ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا؟ حضرت معاویہؓ کے حامیوں نے بہکا دیا کہ نہیں یہ وہ جگہ نہیں ہے۔

مروان بن حکم کی سازش

عین جنگ سے پہلے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ کے پاس آئے ہیں اور انہیں رسول اکرم ﷺ کے ارشادات سنائے ہیں۔ حضرت زبیرؓ سب کی تصدیق کر رہے ہیں صلح ہو جاتی ہے۔ ارادہ جنگ ختم کر دیتے ہیں اور واپس جانے لگتے ہیں کہ اسی مروان کے ہم پیشہ سپاہیوں نے ایسا زور کا تیر مارا کہ حضرت زبیرؓ کے بدن کو چیر کر پار نکل گیا اور وہ شہید ہو گئے پھر اسی نے کمال عیاری سے اس کا الزام مخالف جماعت حضرت علیؓ کے حامیوں پر رکھ دیا اور بالآخر جنگ ہو کر رہی۔

مروان کا خبثِ باطن

فرمایا حضور اکرم ﷺ، حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں خطبہ عیدین، نماز کے بعد ہوا کرتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے نماز سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا اور حضرت عثمانؓ کے بعد مروان بن حکم نے بھی ایسا ہی کیا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے خطبہ عیدین حسن نیت کے ساتھ مقدم فرمایا تھا، یہ سوچ کر کہ لوگ زیادہ سے زیادہ نماز میں شریک ہو سکیں۔ جب کہ مروان نے خبثِ نیت کے ساتھ کہ یہ خطبہ میں اہل بیت کو برسرِ منبر مغلظات بکتا تھا۔ اگر خطبہ نماز کے بعد دیتا تو لوگ نہ رکتے۔ لہٰذا اس نے خطبہ مقدم کر دیا، تاکہ لوگ مجبوراً خطبہ سنیں۔

شہادتِ عثمانؓ اور مروان

فرمایا یہی مروان حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا بھی ذمہ دار ہے۔ صورت یہ ہوئی کہ مصر میں بغاوت ہوگئی۔ حضرت عثمان اسے فرو کرنا چاہتے تھے۔ محمد بن ابی بکرؓ حاضر خدمت ہوئے کہ میں بغاوت فرو کرسکتا ہوں، اگر مجھے مصر کی ولایت مل جائے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے لیے ولایتِ مصر کی تحریر لکھ دی۔ حضرت عثمان کی خصوصی مہر مروان کے پاس رہتی تھی۔ حضرت عثمان نے محمد بن ابی بکر کے لیے اہل مصر کے نام جو تحریر لکھی، اس کے آخری الفاظ تھے "إذا جاء کم أمیر فاستقبلوہ" - جب نیا امیر تمہارے پاس پہنچے تو تم اس کا استقبال اور خیر مقدم کرو- جب یہ تحریر مہر لگانے کے لیے مروان کے پاس پہنچی تو اس نے "فاقتلوہ" کردیا کہ جب نیا امیر تمہارے پاس پہنچے تو اسے قتل کر ڈالو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے محمد یہ تحریر لے کر مصر روانہ ہوگئے۔ راستہ میں کھول کر پڑھا تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ سوچا کہ حضرت عثمانؓ نے میرے ساتھ اتنا غلط معاملہ کیا ہے۔ میرے قتل کی سازش کی، جب کہ خود مجھ سے ولایت کا وعدہ فرمایا۔ فوراً واپس ہوئے اور حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ بالآخر حضرت عثمانؓ شہید کردیئے گئے۔

فرمایا ان میں سے اکثر حرکات نازیبا اور فتنہ انگیزیوں کا مجرم مروان بن حکم ہے۔ اس کے باوجود امام بخاریؒ نے اس کی روایت تو لی، مگر ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ اور محمد بن حسن الشیبانی جیسے اعلام فقہاء و محدثین کی نہ لی۔ اگر چہ یہ روایت ذیلا ہے، مروان کو بنیاد نہیں بنایا۔ تاہم یہ سوال تو رہے گا کہ امام اعظم کا تو ذکر ضمناً بھی بخاریؒ کو گوارا نہیں ہوا۔

فرمایا بہ ایں ہمہ امام بخاریؒ کی شان اتنی بلند ہے کہ ہم سب کی گردنیں ان

کی عظمت کے سامنے جھکی رہتی ہیں اور ہم ان پر حرف گیری کے قطعاً مجاز نہیں۔

امام مالکؒ کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ

فرمایا ان حضرات ثلاثہ کی شان یہ ہے کہ ایک بار امام ابوحنیفہؒ حج کے لیے گئے۔ روضہ اقدس پر حاضری کی غرض سے مدینہ منورہ بھی حاضر ہوئے۔ امام مالکؒ سے ملاقات کے لیے ان کے حلقہ درس میں آئے۔ امام مالکؒ نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے، امام صاحب کا استقبال کیا اور انھیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ حالاں کہ امام مالکؒ وہ شخص ہیں جو کبھی امیر المومنین کے استقبال کے لیے بھی نہ اٹھے۔ طلبہ حیران کہ یہ کون شخص ہے جس کا امام مالکؒ خلافِ عادت اس قدر عقیدت ومحبت کے ساتھ استقبال کررہے ہیں۔ جب امام ابوحنیفہؒ چلے گئے تو طلبہ کے استفسار پر فرمایا کہ یہ نعمان بن ثابت الکوفی تھے۔ یہ اس قدر ذہین وفطین ہیں کہ اگر مسجد نبوی کے اس ستون کے بارے میں دعویٰ کر دیں کہ یہ سونے کا ہے تو اسے دلائل سے ثابت کر دیں گے اور مجھے بھی ماننے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ حالاں کہ میں جانتا ہوں کہ یہ ستون پتھر اور گارے کا ہے اور میرے ہی سامنے بنا بھی ہے۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس واقعہ کے قبول کرنے میں تامل ہے اولاً تو اس وجہ سے کہ امام صاحب کی جلالت شان کو صرف ذہانت پر گھما دیا۔ دوسرے اس بنا پر کہ یہ تعریف ہے یا مذمت؟ کہ باطل کو حق ثابت کر دیں اور حق کو باطل۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعہ مخالفین ابوحنیفہؒ کی جانب سے گھڑا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام ابویوسفؒ کی جلالتِ شان

امام ابویوسفؒ کی جلالتِ شان کے بارے میں فرمایا کہ امام زفرؒ تلامذۂ امام

ابوحنیفہؒ میں مسائل قضاء کے سب سے زیادہ ماہر تھے۔ ایک مرتبہ قضاء کے کسی مسئلہ میں ان کی امام ابو یوسفؒ سے بحث چل پڑی۔ جو تین روز تک جاری رہی۔ امام ابوحنیفہؒ خاموشی سے سنتے رہے۔ چوتھے دن امام زفرؒ سے فرمایا زفر! جب ابو یوسفؒ کسی شہر کے قاضی ہوں تو اس شہر میں عہدۂ قضا کی تمنا نہ کرنا، امام ہمام کے یہ الفاظ پیش گوئی بھی بن گئے کہ ابو یوسفؒ خلفائے عباسی کے دور میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) چنے گئے۔

امام محمدؒ کا مقام امام شافعیؒ کی نظر میں

امام محمدؒ کی عظمت شان کے حوالے سے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک مسئلہ دریافت کیا۔ امام شافعیؒ نے مسئلہ بتادیا۔ اس شخص نے کہا کہ حضرت! آپ یہ کہہ رہے ہیں، جب کہ دوسرے فقیہ اس کے خلاف کہہ رہے ہیں۔ یہ سن کر امام شافعیؒ غضب ناک ہوگئے اور فرمایا تم نے فقیہ دیکھا بھی ہے؟ پھر خود ہی فرمایا اگر تم امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کو دیکھتے تو یہ کہہ سکتے تھے کہ میں نے فقیہ دیکھا ہے۔

امام بخاریؒ اور امام مسلم کا صنیع

فرمایا امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق ''کتاب الایمان'' میں بھی مختصر احادیث ذکر کی ہیں اور وہ بھی اہم ترین ایمانیات کی بابت۔ اس سے زیادہ مفصل اور زیادہ احادیث امام مسلم نے ذکر کی ہیں۔ ان ہی میں ایک حدیث ''الحیاء شعبة من الإیمان'' ہے۔ بخاری شریف، کتاب الایمان میں یہ روایت بھی مختصر ہے، اس لیے حیا کی حقیقت پر روشنی نہیں پڑتی۔ امام راغب اصفہانیؒ نے ''حیا'' کا صرف لغوی مفہوم بیان کر دیا اور عموماً اسی کو علماء کے یہاں

قبولیت حاصل ہوگئی کہ حیا نام ہے دل میں اس شکستگی کا، جس کی وجہ سے انسان کو ارتکابِ معصیت سے پہلے یا بعد میں ندامت لاحق ہوتی ہے۔

حیا کے عناصر ترکیبی

فرمایا ''الأدب المفرد'' میں یہ روایت قدرے تفصیل سے ہے، لیکن مکمل حدیث ترمذی[۱] میں ہے، جس سے ''حیا'' کی پوری حقیقت بہ خوبی واضح ہوجاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا لوگو! خدا تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی کرنی چاہیے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! الحمد للہ ہم ایسی ہی حیا کرتے ہیں۔ فرمایا نہیں بلکہ حیا یہ ہے۔ پھر آپ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ آدمی اپنے دماغ کو گندے خیالات سے، اپنے شکم کو لقمہ حرام سے پاک رکھے اور قبر نیز وہاں کی ہولناکیوں کو یاد کرے اور جو شخص طالب آخرت ہوتا ہے، وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔

اختیاری اور غیر اختیاری وسوسے

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حیا ان چار عناصر سے مرکب ہوتی ہے۔ فرمایا اب یہاں تھوڑا سا اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسد خیال کو بھی حیا کے منافی قرار دیا ہے، جب کہ انسان کے بس میں نہیں ہے کہ کوئی غلیظ خیال اپنے ذہن میں نہ آنے دے اور قرآن کریم کی صراحت ہے ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا''(۱) نیز حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں وضاحت ہے کہ ناپاک

---

(۱) لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ: ۲۸۶)

ترجمہ: اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے۔

[۱] ترمذی ۲/۴۵ تحت باب صفۃ اوانی الحوض رقم الحدیث ۲۴۵۸

خیالات کے ذہن میں آنے پر مواخذہ نہ ہوگا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے یہ بات کیوں فرمائی؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس کے علماء ومحدثین نے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ ایک مشہور جواب تو یہ ہے کہ ذہن ودماغ میں آنے والے بدترین خیالات ووساوس کی اولاً دو قسمیں ہیں۔

۱- اختیاری ۲- غیر اختیاری

غیر اختیاری وہ کہلاتے ہیں جو بغیر کسی اختیار وتحریک کے اچانک پیدا ہوں، انہیں "ھاجس" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دیگر امتوں کے لیے بھی معاف تھے اور امت مسلمہ کے لیے بھی معاف ہیں۔ اگر یہی وسوسے دل میں جاگزیں ہوجائیں تو انہیں "خاطر" کہا جاتا ہے۔ یہ بھی امت محمدیہ کے لیے معاف ہیں۔

اختیاری وسوسے وہ ہیں جو دل میں پیدا ہوکر اسی طرح باقی رہیں اور اس میں اصرار ودوام ہو اور دل میں تردد بھی، اس پر عمل بھی کرنا چاہے اور یک گونہ لطف اندوز بھی، اسے "ھم" کہا جاتا ہے۔ اس پر بھی امت محمدیہ سے مواخذہ نہ ہوگا اور نہ اس پر عمل کیے بغیر گناہ لکھا جائے گا۔ بلکہ اگر عمل نہ کرے اور باز رہے تو ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

اختیاری وسوسے کی ایک قسم "عزم" ہے یعنی کسی معصیت اور گناہ کے خیال کو دل میں تقویت دینا کہ اگر کوئی خارجی مانع نہ ہو تو ارتکاب کر بیٹھے، اس پر مواخذہ ہوگا۔

تو حضرت عائشہؓ کی حدیث میں جس وسوسہ پر مواخذہ نہ ہونے کی بات ہے، وہ اضطراری وسوسہ ہے اور حضور اکرم ﷺ نے جس وسوسے سے دل کو پاک کرنے کی بابت فرمایا، وہ از قسم اختیاری ہے۔

آورد پر مؤاخذہ ہے آمد پر نہیں

حضرت تھانویؒ نے اس کا جواب مختصر مگر جامع دیا کہ وسوسے میں آمد معاف

ہے، اس پر مواخذہ نہیں ہے، لیکن آورد پر مواخذہ ہے۔ حدیث میں آورد مراد ہے، اسی لیے اس سے دل و دماغ کو پاک کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے۔

حضرت عثمانؓ کو أحیاھم کیوں قرار دیا گیا؟

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا حیا کی اس تفصیل کو نظر میں رکھتے ہوئے اب غور کیجیے کہ حضرت عثمان غنیؓ کو ''أحیاھم'' قرار دیا گیا اس لیے کہ ان میں یہ چاروں خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ قبر اور موت کے خیال کا یہ حال تھا کہ جب بھی موت کی یاد آجاتی تو ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ قبرستان جاتے زار و قطار روتے، بلکہ آخر میں تو یہ حال ہو گیا تھا کہ میت کو دیکھنے پر قدرت نہ رہ گئی تھی۔ رزق حلال کا اہتمام شدید تر سبھی صحابہ کرام کے یہاں تھا، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کے تعلق سے دیکھئے کہ حضرت عثمان چند گنے چنے مال دار مسلمانوں میں سے ایک تھے، مگر خود ان کی حالت فاقہ کی ایسی عبرت ناک کہ شاید و باید اور جہاں تک حیا کے معروف لغوی معنی کا تعلق ہے تو حضرت عثمانؓ کی بابت آتا ہے کہ وہ دوشیزہ لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ کسی غیر محرم یا گندی چیز پر نظر نہ پڑ جائے، اس لیے وہ اپنے چہرے پر لمبا رومال ڈالے رکھتے تھے۔ یہ وصف آپ میں اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اگر کوئی اتفاق سے خلافِ حیا رکام میں مبتلا ہوتا تو حضرت عثمانؓ کی لطیف حیا اس کا بھی ادراک کر لیتی۔

مقام صدیقیت مقام نبوت سے قریب تر

اسی تعلق سے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے جو بعض صحابہ کرام کو خصوصی القاب سے نوازا، اس میں معانی کا گہرا سمندر ہے۔ ضرورت ہے کہ اس پر تفصیل سے کام کیا جائے۔ مثلاً حضرت ابو بکر کو ''صدیق'' کا خطاب عطا فرمایا۔ سوال یہ

ہے کہ حضرت ابوبکر ہی کو "صدیق" کیوں فرمایا، کسی دوسرے صحابی کے لیے یہ لقب استعمال کیوں نہ فرمایا؟ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے اور حضرت ابوبکرؓ کی حیات طیبہ نیز "صدیق" کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا دیکھئے مقام صدیقیت مقام نبوت سے بہت قریب تر ہے۔ اسی وجہ سے بعض انبیائے کرام کے بارے میں "صِدِّيقاً نَبِيًّا(۱)" قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

فرمایا حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں اور حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ نبی کے لیے "صدیق" دائیں اور "فاروق" بائیں ہاتھ کی طرح ہیں، نبوت انہی دونوں بازوؤں کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ فرمایا "صدیق" بالکل مزاج نبوت پر ہوتا ہے چناں چہ جب صلح حدیبیہ ہوئی جو مسلمانوں کی مغلوبیت ظاہر کررہی تھی۔ یہ صورت حال عام مسلمانوں کے لیے پریشان کن تھی، بعض کی زبانوں پر شکوہ بھی آگیا اور حضرت فاروق اعظمؓ نے تو خود حضور اکرم ﷺ سے اس سلسلے میں بات کی کہ کیا آپ اللہ کے سچے رسول نہیں؟ کیا اسلام دین حق نہیں؟ کیا قرآن اللہ کی کتاب نہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک ہیں۔ عرض کیا پھر آپ نے دب کر صلح کیوں فرمائی؟ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر کو مطمئن کرنے کی کوشش کی، مگر انھیں اطمینان نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے انہیں وہی جواب دیا، جو حضور اکرم ﷺ دے چکے تھے۔

ایک یہودی اور منافق

اسی طرح ایک یہودی اور منافق کے جھگڑے کا واقعہ ہے۔ یہودی کا

(۱) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا. (مریم: ۵٦)

ترجمہ: اور مذکور کر کتاب میں ادریس کا وہ تھا سچا نبی۔

موقف صحیح تھا اور منافق غلطی پر۔ فیصلہ کے لیے دونوں حضور اکرم ﷺ کے پاس گئے۔ یہودی کو یقین تھا کہ محمد انصاف پسند ہیں اور منصفانہ ہی فیصلہ کریں گے۔ اور چوں کہ میں حق پر ہوں، اس لیے میرے حق میں فیصلہ ہوگا۔ منافق نے سوچا کہ یہ دشمن رسول و خدا ہے اور میں بہ ظاہر مسلمان، اس لیے حضور میری رعایت کریں گے، دونوں گئے، آپ نے دونوں کی بات سنی۔ چوں کہ یہودی کا موقف درست تھا اور منافق کا غلط، اس لیے آپ ﷺ یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

منافق اس فیصلہ پر مطمئن نہ ہوا، کہنے لگا ابوبکر کا فیصلہ مانوں گا۔ چناں چہ دونوں وہاں گئے۔ صورت حال بیان کی۔ یہودی نے کہا ہم حضور اکرم ﷺ کے پاس گئے تھے اور آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ منافق نے اس کی تائید کی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی وہی فیصلہ کیا۔ منافق نے سوچا کہ عمر کے پاس چلو کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زیادہ پرجوش ہیں، وہ ضرور میرے حق میں فیصلہ کریں گے۔ دونوں حضرت عمر کے پاس پہنچے۔ اپنا معاملہ پیش کیا۔ یہودی نے کہا کہ ہم اس سے پہلے حضور اکرم ﷺ اور ابوبکرؓ کے پاس جا چکے ہیں اور دونوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ مگر یہ مسلمان کہتا ہے کہ مجھے آں حضور ﷺ کا فیصلہ منظور نہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کا فیصلہ سن کر منافق سے کچھ نہ کہا، بلکہ اندر گئے، تلوار لے کر آئے اور منافق کی گردن اڑا دی کہ جس شخص کو حضور اکرم ﷺ کا فیصلہ منظور نہیں، اس کا فیصلہ میری یہ تلوار کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مزاج صدیق، نبوت سے کس درجہ قریب ہے۔

ابوذرؓ دنیا میں اکیلا آیا اور اکیلا ہی رہے گا؟

فرمایا اسی طرح آں حضور ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی بابت فرمایا

"ابوذر" دنیا میں اکیلا آیا، اکیلا ہی رہے گا اور دنیا سے اکیلا ہی جائے گا۔ نیز فرمایا:
کہ ابوذر کی تدفین ایک قافلہ والے کریں گے، جو ابوذر کی وفات کے بعد وہاں
سے گذر رہے ہوں گے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کی زندگی
دیکھئے، وہ صحابہ کرام کی کثیر تعداد کے درمیان بھی اکیلے رہے۔ نہ ان کی حضرت
معاویہؓ سے بنی، نہ حضرت ابن عباسؓ سے، نہ کسی اور سے۔ حد یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ
سے بھی نہیں۔ حضرت عثمانؓ ہی نے انہیں مدینے سے دور مقام "ربذہ" بھیج دیا تھا،
جہاں وہ اکیلے اپنی اہلیہ کے ساتھ رہے جب وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ تو ان
کی اہلیہ رونے لگیں۔ حضرت ابوذرؓ نے معلوم کیا کیوں رو رہی ہو؟ جواب دیا اس
لیے کہ میں عورت ذات اور اکیلی سوچتی ہوں کہ آپ کی تجہیز و تکفین کیسے کر سکوں
گی؟ فرمایا گھبراؤ مت؟ میری وفات کے بعد تم قافلوں کے راستے پر جا کر بیٹھ
جانا۔ وہاں سے ایک قافلہ گزرے گا، قافلے والوں سے کہہ دینا کہ ابوذرؓ کی وفات
ہوگئی ہے، وہ آ کر تجہیز و تکفین کر دیں گے اور دیکھو میری وصیت ہے کہ ان قافلے
والوں کی بکری کا بچہ ذبح کر کے ضیافت کرنا، انہوں نے عرض کیا اب موسم حج
بالکل قریب آیا یہ تمام قافلے جا چکے ہیں، اب کہاں کوئی قافلہ یہاں سے گزرے
گا؟ فرمایا نہیں گزرے گا، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ بات خود فرمائی تھی۔

قافلہ والوں کے ہاتھوں حضرت غفاریؓ کی تجہیز و تدفین

چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ وفات کے بعد وہ راستے پر آ کر بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر کے
بعد دور سے غبار اڑتا ہوا نظر آیا۔ جب قافلہ وہاں پہنچا تو انھوں نے ہاتھ کے
اشارے سے روکا۔ قافلہ سالار اترے، صورت حال معلوم کی۔ بتایا کہ ابوذرؓ کی
وفات ہوگئی ہے۔ میں اکیلی ہوں، آپ لوگ چل کر ان کی تجہیز و تکفین کر دیں۔

ابوذر نے مجھ سے آخری وقت میں بتایا ہے کہ آں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہاں سے ایک قافلہ گزرے گا، جو تمہاری تدفین وغیرہ کرے گا۔ سالار قافلہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ معلوم کیا کون سے ابوذرؓ؟ کیا صاحبِ رسول اللہ؟ اہلیہ نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا درست ہے، اس مجلس کے اندر میں بھی موجود تھا، جس میں آں حضور ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ نیز فرمایا کہ آں حضور ﷺ کی صداقت کے تو بہت سے واقعات دیکھ لئے ہیں، یہ آپ کی صداقت کا ایک اور واقعہ سامنے آگیا۔

تجہیز وتدفین سے فراغت کے بعد اہلیہ نے کھانے کے لیے کہا، ان حضرات نے معذرت کی تو کہا ابوذر نے آخری وقت میں قسم دے کر وصیت کی تھی کہ قافلہ والوں کی بکری کے بچے کے گوشت سے ضیافت ضرور کرنا چناں چہ ان حضرات سب نے کھانا تناول کیا، پھر آگے بڑھے۔

امانت کی حقیقت

فرمایا اسی طرح حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو حضور اکرم ﷺ نے ''أمین هــــذه الامة (۱)'' قرار دیا کہ وہ اس امت کے امین ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ امانت کیا چیز ہے؟ اس کا دائرہ کہاں تک وسیع ہے؟ کیا محض مالیات میں دیانت وامانت اور رکھی ہوئی چیز کی حفاظت کا نام امانت ہے؟ اور صرف اس صفت کا حامل شخص امین کہلائے گا؟ اگر یہ کوئی بہت بڑی امتیازی صفت ہے تو پھر حضرت

---

(۱) عن أنس قال النبي ﷺ لكل أمة أمين وأمين هذه الأمة أبو عبيدة بن الجراح (بخاري في خبر الأحاد، باب ماجاء في إجازة خبر الواحد الصدوق: ۲/۱۰۷۷)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔

ابوعبیدہؓ کو ہی خاص طور سے امین کیوں فرمایا گیا؟ شاہ صاحب نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ امانت کا دائرہ زندگی کے تمام شعبوں کو، جسم کے تمام اعضاء کو محیط ہے۔ انسان حقوق العباد کے تئیں امانت داری برتے، حقوق اللہ میں امین ہو، کھانے پینے میں امین ہو، سفر و حضر میں امین ہو، اقتصادیات میں امین ہو، زبان سے کوئی غلط بات نہ کہے، آنکھ سے کسی غیر محرم کو نہ دیکھے، کان سے کوئی غلط بات نہ سنے، ہاتھ کسی غلط جگہ نہ پڑیں کسی پر ظلم نہ کریں، پیر غلط جگہ نہ جائے، ذہن و دماغ غلط حرکت کی سازش نہ کریں۔ قلب کسی غلط یا ناجائز اوہام میں مبتلا نہ ہو وغیرہ ذلک۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ''امانت'' پہاڑوں، زمین اور آسمانوں کو پیش کی تو انہوں نے اس سے معذرت کردی کہ وہ امانت کی گراں باری سے واقف تھے، مگر انسان اپنے دو مشہور وصف حد سے تجاوز اور انجام سے بے فکری کی بنا پر اس کی شدت سے واقف نہ تھا، اس لیے قبول کرلی۔ حضرت ابوعبیدہ کی زندگی کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ زندگی کے ہر مرحلہ میں امین رہے۔

تاکہ لوگ نیک سمجھ کر میرے پاس کوئی امانت نہ رکھیں

اسی سلسلے میں ایک واقعہ سنایا کہ شیخ یوسف کو ان کے مرشد شیخ ہارون نے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ شیخ یوسف صلاح و تقویٰ میں نمایاں مقام کے حامل تھے۔ ان کے علاقے کا ایک بڑا تاجر طویل سفر پر جارہا تھا، اس کے پاس ایک نہایت حسین و جمیل باندی تھی، تاجر کو اس کی زیادہ فکر تھی، اس نے شیخ یوسف کی صلاح و نیکی کے پیش نظر، باندی بہ طور امانت ان کے گھر بھیج دی۔ مگر ہوا یہ کہ کچھ دنوں کے بعد شیخ یوسف اس کے حسن و جمال سے متاثر ہوکر بدکاری میں مبتلا ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ بیعت ہونے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کو ارتکابِ معصیت کے فوراً بعد تنبہ ہوتا ہے۔ شیخ یوسف کو بے حد افسوس ہوا اور شدید پشیمان

ہوئے۔ کوئی صورت نظر نہ آئی تو اپنے مرشد شیخ ہارون کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے بھی صورت حال سن کر فرمایا میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ فلاں جگہ ایک عارف باللہ ہیں، ان کے پاس جاؤ، وہی کچھ تدبیر بتا سکتے ہیں۔ شیخ یوسف گئے، مگر جب وہاں پہنچے تو لوگوں نے اس عارف کی سخت مذمت کی اور بہت برا بھلا کہا کہ وہ تو بہت بدکار، بداعمال، غلط کار ہے، چہ جائے کہ نیک یا صوفی و عارف ہو۔ شیخ یوسف ساری باتیں سن کر بغیر ملاقات کئے واپس ہو گئے۔ شیخ ہارون کے پاس گئے اور ساری بات بیان کی۔ مگر شیخ نے تاکید کی کہ جاؤ ان سے ملاقات کرو، خواہ لوگ کچھ ہی کہیں۔ یہ پھر گئے اور لوگوں سے ان کا گھر پوچھا، لوگوں نے بہت سی مغلظات بکیں اور کہا اس شخص کا گھر وہ ہے، لیکن ہم وہاں تک جا بھی نہیں جا سکتے، وہ بہت غلط آدمی ہے۔ تاہم شیخ یوسف گئے اور اس عارف سے ملاقات کی۔ شیخ یوسف نے دیکھا کہ کئی ایک بوتلیں سامنے رکھی ہیں اور ہر ایک میں الگ الگ رنگ کے مشروب تھے۔ وہ عارف ایک گلاس سے ایک دو گھونٹ پیتے اور پھر بغل میں ایک خوب رو، بے ریش بچے کو لے کر اس کا بوسہ لیتے۔ یہ دیکھ کر شیخ یوسف نے پوچھا کہ آپ نے سلوک و معرفت کی جو باتیں کیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلوک و معرفت کے روشن مینار ہیں اور آسمان سلوک پر فائز ہیں، مگر آپ کا یہ عمل کیسا ہے کہ شراب پیتے ہیں پھر خوب رو، بے ریش بچے کو بغل میں دبا کر اس کا بوسہ لیتے ہیں؟ اس پر عارف نے کہا کہ ان گلاسوں میں شراب نہیں، بلکہ شربت ہے اور یہ بچہ میرا حقیقی پوتا ہے۔ شیخ یوسف نے کہا پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس عارف نے کہا تاکہ لوگ مجھے نیکوکار سمجھ کر میرے پاس کوئی امانت نہ رکھیں۔ اور مجھ سے اس میں خیانت ہو جائے۔ یہ سنتے ہی شیخ یوسف کی چیخ نکل گئی اور پھر ان کی حالت بدل گئی اور اپنی غلطی پر نہ صرف متنبہ ہوا، بلکہ اپنے احوال و معارف کے اخفار کا بھی اہتمام کرنے لگے۔

میں نے تمام قرضے معاف کر دیے

حضرت عبادہؓ بن صامت بڑے خوش حال صحابی تھے۔ ان سے بہت لوگوں نے قرضے لے رکھے تھے لیکن حضرت عبادہؓ کے مرض الموت میں لوگ عیادت کے لیے نہیں آرہے تھے۔ انھوں نے اہل خانہ سے معلوم کیا کہ آخر کیا بات ہے کہ لوگ عیادت کے لیے نہیں آرہے ہیں؟ گھر والوں نے بتایا کہ بہت سے لوگ آپ کے مقروض ہیں اور مقروض آپ کے سامنے آنے سے حجاب محسوس کر رہے ہیں، یہ سن کر حضرت عبادہؓ نے فرمایا اعلان کر دو کہ عبادہ بن صامت نے تمام قرضے معاف کر دیے یہ اعلان ہوتے ہی لوگ مزاج پرسی کے لیے آنے لگے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

فرمایا دار العلوم دیوبند کے اوّلین صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ بڑے پارسا، خدارسیدہ بزرگ، نہایت پختہ صلاحیت عالم وفقیہ، حد درجہ متواضع اور سادہ طبیعت تھے۔ ان کی بابت یہ بات مشہور ہے کہ مفتی صاحب اپنے محلے کی بیوہ عورتوں کا سودا سلف بازار سے خود لا کر دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات سامان پسند نہ آتا تو بغیر کسی تامل کے، اسی آن واپس کرنے کے لیے چلے جاتے۔ مگر یہ کم لوگ جانتے ہیں کہ مفتی صاحب محلے کی نالی بھی خود صاف کیا کرتے تھے۔ فرمایا بھائی لئیق صاحب مرحوم نے سنایا کہ میں کوئی ۱۳/۱۴ سال کا تھا۔ میرے والد صاحب کی آٹا پیسنے کی چکی تھی۔ ایک روز مفتی صاحب اپنے سر پر گیہوں کا بڑا سا گٹھر لے کر چکی پر آئے، والد صاحب نے دیکھا تو بڑے پریشان ہوئے اور عرض کیا حضرت! آپ بتا دیں کہ گیہوں کس کے ہیں، ہم خود پہنچا دیں گے، آپ لے جانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ اس پر مفتی صاحب نے فرمایا

میاں! کیا آپ مجھے اس ثواب سے محروم کرنا چاہتے ہیں؟ بالآخر بضد ہو کر مفتی صاحب ہی آٹا واپس بھی لے گئے۔

بخدا رازی وزمخشری کو خبر نہیں

فرمایا یہ تو تھی مفتی صاحب کی سادگی، تواضع اور جذبہ خدمت خلق۔ مگر ان کی علمی صلاحیت کا اندازہ صرف اس سے کیا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ دارالعلوم جو مطبوعہ ہیں، وہ کس قدر مختصر جامع اور تشفی بخش ہیں۔ فرمایا مولانا محمد منظور نعمانیؒ سے احقر نے براہِ راست سنا، مولانا کہتے تھے کہ میری طالب علمی کا زمانہ تھا، مفتی صاحب کے پاس جلالین شریف کا سبق تھا، سبق نہایت اختصار کے ساتھ ہوتا، عموماً طلبہ کو تشفی نہ ہوتی، مگر مفتی صاحب کے صلاح وتقویٰ کے باعث طلبہ کچھ نہ کہتے، ادھر حضرت شاہ صاحب (علامہ انور شاہ کشمیری) کے درس کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک حدیث پر تین تین روز تک بحث فرماتے، ایک بار طلبہ نے طے کرلیا کہ مفتی صاحب سے سوالات کرنے ہیں اور ان کے تشفی بخش جوابات بھی لینا ہیں، آیت زیر بحث تھی: "ما أهلَّ لِغَيْرِ الله(۱)" الآیۃ۔

مفتی صاحب نے حسب عادت نہایت مختصر سی تشریح کی، طلبہ کہاں مطمئن ہوتے، مفتی صاحب کو سوالات کرکے زچ کردیا۔ جب کسی طرح طلبہ نہ مانے تو مفتی صاحبؒ نے آنکھ بند کرکے نہایت فاضلانہ اور معرکۃ الآراء تقریر کی اور ایسی عمدہ نادر تشریحات وتوجیہات بیان کیں کہ خدا کی قسم رازی اور زمخشری دونوں ہی کو

---

(۱) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ. (نحل: ۱۱۵)

ترجمہ: اللہ نے ہی حرام کیا ہے تم پر مردار اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی ناچار ہو جائے نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان کی ہوا تک نہ لگی۔ اس روز اندازہ ہوا کہ مفتی صاحب کا علمی پایہ کتنا بلند ہے۔

پھر تو تمام اصطلاحات بدعت ہوں گی؟

روشن خیال صاحب قلم مولانا وحید الدین خان صاحب کا مضمون بہ عنوان ''دارالاسلام، دارالکفر اور دارالحرب'' قومی آواز مورخہ ۱۰/ مارچ ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ احقر مرتب نے جب بذاتِ خود پڑھ کر اس کا ماحصل عرض کیا کہ خان صاحب نے اس مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ تینوں اصطلاحات بدعت ہیں، عہد نبوی میں اس قسم کی کسی اصطلاح کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، نہ ہی کتاب وسنت میں ان کی تصریح ہے، نیز یہ کہ فقہاء نے اس اصطلاح سازی میں حدودِ جواز سے تجاوز کیا ہے، جس کا انہیں کوئی حق نہیں تھا۔ اس پر فرمایا بھائی! خان صاحب کی تو عادت ہوگئی ہے کہ وہ پُرسکون سمندر میں اضطراب پیدا کرنے کے لیے ڈھیلے پھینکتے ہیں اور جہاں تک اس اصطلاح سازی کے بدعت ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات خان صاحب ہی کہہ اور لکھ سکتے ہیں، ان سے کوئی یہ پوچھے کہ زمانہ کفر میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے لیے تاکیدی و تنبیہی حکم کیوں دیا گیا اور بعض لوگوں نے ہجرت نہ کی تو یہ کیوں فرمایا گیا:

''الم تکن اَرْضُ اللہ واسعَةً فتھَاجِرُوا فیھا''(۱)

---

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ط قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ط قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا ط فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (نساء: ۹۷)

ترجمہ: وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس اس ملک میں کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں سوایسوں کا ٹھکانہ ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے۔

پھر مدینہ منور میں دور دراز کے مسلمان ہونے والے افراد سے کیوں کہا جاتا تھا کہ وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آکر سکونت اختیار کریں؟ احقر نے عرض کیا حضرت! اگر خان صاحب کی بات مان لی جائے تو ایک دار الحرب، دار الکفر اور دار الاسلام ہی کی اصطلاح کا کیا مسئلہ ہے، دیگر اسلامی احکام وفرائض کے تعلق سے فرضیت، وجوب، سنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ، استحباب، اباحت، کراہت، تحریمی وتنزیہی وغیرہ ہی کی تصریح کتاب وسنت میں کس جگہ آئی ہے؟ تو کیا یہ سب بھی بدعت ہیں اور فقہاء وائمہ فقہ کا حدود جواز سے تجاوز ہے؟ اس پر فرمایا آپ کی بات بالکل درست ہے۔

فرمایا حدیث شریف میں جو آتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب بعد والے لوگ اگلوں کو برا بھلا کہیں گے۔ فرمایا اب وہی زمانہ آگیا ہے کہ خان صاحب جیسے خود رو قسم کے لوگ ائمہ فقہ: ابوحنیفہؒ، مالک، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ، زفرؒ، بخاریؒ، مسلمؒ وغیرہ جبال العلوم پر ابتداع کی تہمت لگا رہے ہیں، **فوا اسفاہ!**

انتہائے مبالغہ

فرمایا عربی زبان میں بیان مبالغہ کے اوزان متعین ہیں۔ لیکن علامہ زمخشری نے بڑی عجیب بات لکھی ہے کہ جب انتہائے مبالغہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو "ذو" کی اضافت کی جاتی ہے، جیسے: واللہ عزیز ذو انتقام "یہاں "ذو" لانے کا مقصد انتقام کی انتہائے مبالغہ کو بتانا ہے۔

قاری محمد طیب صاحبؒ پر بے بنیاد الزام

دار العلوم کے اختلافات اور قضیہ نا مرضیہ کے ذیل میں مولانا محمد سالم قاسمی

صاحب کی نیابت اہتمام کے حوالے سے فرمانے لگے کہ قاری محمد طیب صاحبؒ مولانا کی نیابت یا قائم مقامی کے حق میں کبھی نہیں رہے۔ میرے سامنے خود بعض اساتذہ دارالعلوم نے ازراہِ حصول تقرب مولانا سالم صاحب کے بارے میں سفارش کی، مگر ہر بار یہی فرماتے کہ یہ پھولوں کا تاج نہیں، بلکہ کانٹوں کی سیج ہے۔ فرمایا کہ آخری زمانے میں لکھنؤ کے اندر ایک صاحب کی کوٹھی پر بھی اس طرح کی بات آئی، تب بھی قاری صاحبؒ نے یہی فرمایا۔ کہنے لگے کہ اس وقت میرے علاوہ حاجی مستحسن صاحب اور دیوبند کے ایک اور صاحب بھی تھے۔

سالم سلمہ کو تدریس میں رہنے دیا جائے

اسی ذیل میں فرمایا کہ مولانا معراج الحق صاحب نے تو متعدد بار اپنے دورِ نیابت اہتمام میں قاری صاحب سے عرض کیا کہ حضرت سے چوں کہ میں صرف دفتر ہی میں اور دفتر کے اوقات میں مشورہ کرسکتا ہوں، باقی اوقات میں نہیں، جس کے باعث بعض امور میں غیر معمولی تاخیر ہوجایا کرتی ہے، اس لیے مناسب ہوگا کہ مولانا سالم صاحب کو قائم مقام بنادیں، جو آپ سے گھر میں بھی اور دسترخوان پر بھی مشورہ کرسکتے ہیں اور ہمارے لیے مولانا محمد سالم قاسمی سلمہ سے ملاقات زیادہ آسان ہوگی لہٰذا کام کی رفتار تیز ہوسکتی ہے۔ اس پر فرمایا! سالم سلمہ کو تدریس میں رہنے دیا جائے۔

فرمایا یہ کس قدر غلط بات ہے کہ قاری صاحب مولانا سالم صاحب کو اپنا قائم مقام بنانا چاہتے تھے۔ غور تو کیجیے کہ مہتمم صاحبؒ نے اپنے دورِ اہتمام میں بائیس نائب اور قائم مقام منتخب کیے، مگر کبھی مولانا سالم صاحب کو منتخب نہیں کیا۔ کہنے لگے کہ مجھے بھی اپنا قائم مقام بنایا، مگر مولانا محمد سالم صاحب کو نہیں بنایا۔

یہ جملہ حضرت مدنی کا نہیں معلوم ہوتا

مولانا نیاز الدین اصلاحی جونپوری/استاذ شعبۂ کتابت دارالعلوم دیوبند نے کہا کہ مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی کے خلیفہ ہیں مولانا عبدالرحمٰن صاحب حیدرآبادی جو جدہ میں رہتے ہیں، انہوں نے کاروانِ حیات نامی کتاب لکھی ہے، اس میں لکھا ہے کہ سہارن پور کے زمانۂ طالب علمی میں ایک بار دیوبند آیا۔ حضرت مدنی کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس وقت کانگریس پر گفتگو چل رہی تھی۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ ہم نے کانگریس سے عرش کا مطالبہ کیا تھا، مگر اس نے ہمیں فرش دیا، نیز فرمایا اللہ جزائے خیر دے حضرت تھانوی کو کہ انھوں نے کانگریس کو بہت پہلے ہی سمجھ لیا تھا، اصلاحی صاحب نے کہا کہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت مدنی کے تقریباً یہی الفاظ تھے۔

اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کتاب کا حوالہ دے رہے ہیں اس لیے تردید تو کرنا مناسب نہیں ہے، لیکن حضرت مدنی کے ساتھ میرا جو طویل تعلق اور تجربہ ہے، اس کی وجہ سے میرا دل یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ انھوں نے یہ جملہ فرمایا ہوگا۔

نتیجہ تقسیم ملک کی صورت میں ظاہر ہوا

فرمایا کہ اسی طرح مولانا آزاد بھی بس یک سو سے ہو کر رہ گئے، وزیر تعلیم تھے مگر انہی کے زمانہ میں اسکولوں کے نصاب میں زہریلے اور گمراہ کن مواد داخل کیے گئے اور انھوں نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ بس اپنی تکلیف کا اظہار ”انڈیا ونس فریڈم“ کے تیس صفحات میں کیا ہے اور اس کے بارے میں وصیت کی تھی کہ میری وفات کے تیس سال بعد شائع کیے جائیں۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ یوپی

میں اسمبلی تشکیل دینے اور حکومت سازی کے لیے میں نے بہت کہا کہ مسلم لیگ کو موقع دیا جائے کہ وہ مستحق ہے، مگر کانگریس نے میری بات نہیں مانی اور پھر نتیجہ ملک کی تقسیم کی صورت میں ظاہر ہوا۔

حضرت تھانویؒ کا موقف ہی درست تھا

حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ کے تذکرے کے تعلق سے فرمایا کہ مولانا عبدالباری ندوی خلیفہ حضرت تھانویؒ نے، حضرت تھانویؒ پر لکھی گئی اپنی کتاب ''جامع المجد دین'' برائے تبصرہ دفتر رسالہ برہان، ندوۃ المصنّفین دہلی بھیجی۔ بس اسے پڑھتے ہی مولانا سعید احمد اکبر آبادی چراغ پا ہوگئے کہ وہ جنگِ آزادی کے تعلق سے حضرت تھانویؒ کے موقف کے سخت مخالف اور حضرت مدنی کے حامی تھے اور برہان میں سات قسطوں میں حضرت تھانوی کے خلاف مضمون لکھا۔ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب حالاں کہ ندوۃ المصنّفین کے ناظم تھے، انھیں حضرت تھانویؒ سے بے پناہ عقیدت تھی اور اس مضمون سے سخت کبیدگی بھی تھی، مگر خود ایک بار میری موجودگی میں فرمایا کہ چوں کہ رسالے کی ادارت مولانا سعید کے حوالے کر چکا ہوں، اس لیے میں مداخلت نہیں کرتا۔ تاہم مجھے اس سے سخت تکلیف پہنچی ہے۔

فرمایا یہ مضمون کتنا دل آزار تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بھائی مولانا ازہر شاہ قیصرؒ نے ''حیاتِ انور'' کے لیے مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ سے بھی مضمون کی درخواست کی اور انھوں نے لکھ بھی دیا۔ اس میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا بھی مضمون شامل اشاعت ہوا تو مولانا کاندھلوی نے بھائی کو خط لکھا کہ اگر یہ معلوم ہوتا کہ۔ (مولانا) سعید احمد اکبر آبادی۔ بھی مضمون دے گا تو میں ہرگز ہرگز حیات انور کے لیے مضمون نہ لکھتا۔

فرمایا جب ملک آزاد ہو گیا، دلی اجڑ گئی اور مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی جگہ جگہ مسلم کش فسادات بھڑکائے گئے اور کانگریس کی مسلمانوں کے تعلق سے سرد مہری، بلکہ دشمنی خود مولانا سعید اکبر آبادی نے تجربے سے دیکھی تو برہان کے ''نظرات'' میں لکھا ہے کہ ہم غلطی پر تھے اور جنگ آزادی، نیز انگریزوں اور ہندوؤں کے سلسلے میں حضرت تھانویؒ کا ہی نقطہ نظر درست تھا۔

طولِ مزاولت کا اثر

مزید فرمایا کہ ابوالاعلیٰ مودودی نے جو لکھا ہے کہ حدیث سے طولِ اشتغال کے باعث انسان میں ایسی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ فلاں بات، اللہ کے رسول نے فرمائی ہوگی اور فلاں نہیں، تو یہ درست ہے، الحمدللہ خود میں بھی یہ کیفیت محسوس کرنے لگا ہوں۔ اس پر احقر راقم سطور نے عرض کیا کہ یہ بات تو علامہ کشمیریؒ بھی کہتے ہیں اور وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ نہ صرف حدیث کی صحت و کذب بلکہ حسن وضعف کے پرکھنے کا بھی انسان میں ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ فرمانے لگے بالکل یہ درست بات ہے۔

علامہ شبلی کی مؤرخانہ بصیرت

علامہ شبلی نعمانیؒ کی مورخانہ بصیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے بہت سے گوشوں کو اجاگر کیا اور بہت سی غلط باتوں کی تاریخی حوالوں سے تردید کی۔ بالخصوص عالم گیر اورنگ زیب کی شبیہ جیسی ہندوؤں نے بگاڑی ہے، اس پر شبلی نے بڑی مدلل بحث کی ہے اور ان تمام واقعات کو فرضی اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ راقم نے عرض کیا کہ حضرت! عالم گیر پر جیسی معرکۃ الآرا

کتاب اکبر شاہ نجیب آبادی نے لکھی ہے شاید کسی نے لکھی ہو، کہنے لگے ہاں، اکبر شاہ کا تو ہر ہر جملہ تحقیقی ہوتا ہے مگر ظالم نے حوالے نہیں دیے۔ ورنہ ان کی ''آئینہ حقیقت نما''(۱) اور ''تاریخ اسلام'' کا کوئی جواب نہیں۔ کاش کہ کوئی شخص تمام حوالہ جات تخریج کر دیتا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت وہ صفحات وغیرہ کا حوالہ تو نہیں دیتے، مگر مضمون کے ماخذ کی نشان دہی ضرور کر دیتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ سنبھال کر جنت لے گئے

فرمایا ایک بار مولانا احمد رضا صاحب بجنوریؒ اور مولانا یوسف بنوریؒ نے کراچی میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی سے معلوم کیا کہ آپ کو علامہ شبلی نعمانیؒ اور حضرت تھانویؒ میں کیا فرق محسوس ہوا؟ فرمایا کہ علامہ نے ہمیں پل صراط پر لاکر چھوڑ دیا تھا اور حضرت تھانوی سنبھال کر جنت تک لے گئے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ یہ بات مجھ سے مولانا بنوریؒ نے خود بتائی تھی۔

درسِ نظامی اور علامہ شبلیؒ

احقر نے کہا کہ علامہ شبلی دیوبند اور درسِ نظامی کے شدید مخالف تھے۔ اس پر فرمایا حیات شبلی میں سید صاحب نے شبلی کا ایک مقولہ نقل کیا ہے کہ: ''درس نظامی میں سب سے زیادہ خبیث کتاب میبذی ہے'' کہنے لگے کہ مولانا آزاد شبلی ہی کے پروردہ تھے، اس لیے ان کے اندر بھی آزاد مزاجی تھی۔

(۱) اس ضخیم کتاب کی تحقیق وتخریج کی خدمت احقر مرتب نے انجام دی ہے اور یہ کتاب ''آئینہ حقیقت نما'' یعنی ''مسلم سلاطین ہند حقیقت کے آئینے میں'' کے نام سے شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند سے خوب صورت انداز میں شائع ہو چکی ہے (ع ر بستوی)

عالم گیر کے خاندان پر بے بنیاد چھینٹا کشی

فرمایا ہندوؤں کی طرف سے عالم گیر کی تصویر خراب کرنے کی اس حد تک کوشش کی گئی کہ خود ان کے گھر اور گھر کی عورتوں تک کو نہیں بخشا گیا۔ چناں چہ لکھتے ہیں کہ عالمگیر کی لڑکی ''زیب النسار'' کے عالم گیر کے سپہ سالار اعظم سے ناجائز تعلقات تھے۔ ایک بار زیب النسار اپنے کمرے کی دیوار میں سوراخ کررہی تھی تاکہ اس کے ذریعہ سپہ سالار عاقل خاں سے بات چیت کیا کرے۔ ابھی ذرا سا ہی سوراخ ہوا تھا اور اس کی انگلی آدھی سوراخ کے اندر ہی تھی کہ عالم گیر کمرے میں آگیا اور دیکھتے ہی ماجرا سمجھ گیا، لیکن جب پوچھا تو زیب النسار نے شعر میں جواب دیا۔

از ہیبتِ شاہِ جہاں لرزد زمین و آسماں
انگشتِ حیرت در دہاں نیمے دروں، نیمے بروں

بادشاہ کی ہیبت سے زمین و آسمان کانپتے ہیں۔ میری انگلی بھی ڈر سے منھ میں آدھی اندر رہ گئی اور آدھی باہر۔

فرمایا علامہ شبلی نعمانی نے واقعات و دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ سراسر جھوٹا اور من گھڑت واقعہ ہے، فرمایا کہ زیب النسار تو اتنی نیک سیرت اور پاک دامن تھی کہ اس نے شاہِ ایران کی جانب سے اصرار کے باوجود ایران جانے سے یہ کہہ کر معذرت کردی اور لاکھوں کے انعامات واکرامات کو ٹھکرا دیا:

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل
ہر کہ دیدن میل دارد، در سخن بیند مرا

ترجمہ: میں اپنے شعر میں اسی طرح چھپی ہوئی ہوں جیسے پھول میں اس کی

خوشبو۔ جسے مجھے دیکھنے کی خواہش ہو، وہ اشعار میں ہی مجھے دیکھ لے۔

حفاظت گائے کے نام پر ہندوؤں کی غارت گری

جامعۃ الامام انور سے نکلنے والے رسالے ''محدث عصر'' کے تعلق سے فرمایا کہ جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس سے ''ترجمان اسلام'' سہ ماہی نکلتا ہے، اس میں ایک مضمون بڑا تحقیقی ہے، جو اَب سے کوئی ڈیڑھ سو برس پہلے کا ہے جس میں ہندوؤں نے گائے کے تحفظ کے بہانے مئو سے لے کر بمبئی تک مسلمانوں پر حملہ اور قتل وغارت گری کی تھی۔ اسے گورچھنی ''گؤرکھشنی'' کا نام دیا گیا ہے اس وقت کے ایک عالم نے اس واقعے کو ایک مثنوی میں محفوظ کردیا تھا جو اَب تلاشِ بسیار کے بعد ترجمان میں شائع ہوا ہے۔

احقر سے فرمایا کہ مولوی رشید صاحب! معیاری رسالہ نکلنا چاہیے، اس سلسلے میں پاکستان سے نکلنے والے بعض رسائل میں تحقیقی مضامین آتے ہیں انھیں بھی ''محدث عصر'' میں شریک اشاعت کیا جاسکتا ہے۔

مجالس الشیخین

فرمایا کہ رسالہ دارالعلوم کی ادارت جب بھائی (مولانا ازہر شاہ قیصر مرحوم) کے پاس آئی تو ابتداء میں ایک عرصے تک اس میں بڑے تحقیقی اور معیاری مضامین شائع ہوتے رہے۔ ایک سلسلہ وار مضمون ''مجالس الشیخین'' کے عنوان سے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم لکھتے تھے، اس کا انداز یہ ہوتا تھا کہ آج جب مجلس میں حاضر ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت اور ان کے مقام ومرتبے پر بحث چل رہی تھی۔ شیخ اکبر سے سوال ہوا کہ آپ کی نظر میں ان کا مرتبہ کیا اور کہاں ہے؟ تو شیخ خاموش ہوگئے اور فرمایا کہ اس بارے میں کچھ نہیں

کہتا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ اکبر ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتے ہیں، مگر یہاں وہ خاموش رہ گئے۔ کہنے لگے کہ شیخ اکبر کی باتیں جلدی قابو میں نہیں آتیں۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی محنت کی، پاکستان سے ان کی تحریروں کے اردو ترجے منگوائے، مگر قابو میں نہ آئیں۔

جہنم کے دو سانس

فرمایا میں نے اپنے ماہ وار رسالے ''نقش'' کے لیے ایک بار حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سے مضمون لکھنے کی گزارش کی تو انھوں نے فوراً منظور کرلیا اور ''جہنم کے دو سانس'' کے عنوان سے چند اقساط میں مضمون لکھا، جسے بہت پسند کیا گیا تھا۔

بہ شرط صلاحیت

اسی روز کی مجلس میں مولانا محمد سالم صاحب کے اہتمام وقضیہ دارالعلوم کے تعلق سے ہی یہ بھی فرمایا کہ قاری صاحب کی حمایت میں مولانا عبدالرؤف صاحب عالی پیش کار وقف دارالعلوم دیوبند کے نانا مسعود صاحب رکن شوریٰ دارالعلوم نے ایک زوردار تحریر لکھی تھی، جس میں زور دیا گیا تھا کہ دارالعلوم کا اہتمام خاندانِ قاسمی کے ہی کسی نہ کسی فرزند کے پاس ہمیشہ رہنا چاہیے۔ تائید کے لیے یہ تحریر اس وقت شوریٰ کے سرپرست حضرت تھانویؒ کی خدمت میں ارسال کی گئی تو حضرت نے اس پر حاشیے میں یہ نوٹ لکھا ''بہ شرط صلاحیت''

تک بندی کا لطیفہ

فرمایا دیوبند میں ایک برجستہ گو تک بند تھے استاذ خلیل۔ ایک بار ریاست

حیدر آباد کا وفد دار العلوم آیا۔ چوں کہ ریاست کی اس وقت بڑی شان تھی، اس لیے اس کا شان دار استقبال بھی کیا گیا۔ وفد کے ہمراہ بھی ایک تک بند تھا، کھانے کے دستر خوان پر مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نے استاذ خلیل کو بھی بلا لیا۔ وفد کے تک بند نے مصرعہ کہا:

باغ میں پودا، پودے میں پتہ، پتے پہ قطرہ شبنم کا

استاد خلیل نے دوسرا مصرعہ فوراً کہا:

ہاتھ میں ڈلیا، ڈلیا میں روٹی، روٹی پہ قتلہ شلغم کا

تک بندی کا مقابلہ کافی دیر تک چلا۔ لیکن استاد خلیل چھائے رہے۔

مبارک خواب

فرمایا ایک صاحب نے خواب دیکھا، جوانھوں نے یہاں دیوبند کے ایک عالم کے پاس خط میں ذکر کیا، میرے پاس انھوں نے نہیں لکھا۔ ان دوسرے صاحب نے آج ہی بعد نماز مغرب مجھ سے اس کی تفصیل بتلائی اور خط بھی پڑھ کر سنایا۔ خواب کا مضمون، مرسل اور مرسل الیہ کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔ کہ یہ بہت مبارک خواب ہے۔

ارسال کنندہ: مولانا محمد حسیب اللہ دربھنگوی، حال مقیم مدرسہ قاسم العلوم نالی بونجوہ جموں کشمیر (انڈیا)

مرسل الیہ: جناب مولانا غلام نبی صاحب کشمیری، استاذ دار العلوم وقف دیوبند

معرفت: محمد اسلم جاوید دربھنگوی، متعلم دار العلوم دیوبند، روم نمبر ۳۲، دار جدید

تاریخ ارسال: ۱۴۲۲/۱/۲۹ھ

ہدایت برائے مرسل الیہ نوٹ: اس خط کو بغیر کھولے حضرت مولانا غلام نبی

صاحب کو پہنچانا۔ فقط والسلام

مضمون: ''غرض تحریر ایں کہ ناچیز ایک شب خواب میں دیکھا جناب نبی کریم ﷺ کو اس حال میں کہ احقر آپ ﷺ کو اپنے سینے سے لگا کر پکڑ رکھا اور میں کہتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ اپنا چہرہ مبارک دکھائیں۔ میں آپ کو کھینچ کر آپ ﷺ کے حجرہ تک لے گیا تو آپ نے فرمایا یہ میرا حجرہ ہے اور خود حجرہ کھولا تو میں نے اندر دیکھا کہ ایک بہت بڑا ایمپلی فائر رکھا ہوا ہے اس کو آپ نے کھولا۔ اس سے آواز آئی، معلوم نہیں آواز کیا تھی۔ حجرہ میں بہت سارے لوگ بھی تھے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں وضو بنا کر آتا ہوں، میں بھی اور آپ بھی حجرے سے باہر آئے تو میں نے حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کی تقریر سنی۔ آں حضور ﷺ نے مجھ سے معلوم کیا۔ کیا یہ انظر کی تقریر ہے؟ میں نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا تقریر اچھی ہے۔ اس کے بعد علامہ محمد حسن صاحب باندوی پر میری نظر پڑی۔ میں وضو خانہ وضو بنانے گیا۔ اس کے بعد معلوم نہیں کیا ہوا، میری بھی آنکھیں کھل گئی۔ پریشان اس بات سے ہوں کہ آپ ﷺ کوئی اچھے لباس میں نہیں تھے۔ معمولی قسم کا کپڑا تھا اور آپ کچھ ضعیف بھی تھے یعنی کپڑا اور صحت آپ کا درمیانہ درجہ کا تھا۔ اس خواب سے بے حد خوش بھی ہوا اور پریشان بھی کہ آپ کا حلیہ مبارک درمیانہ ہے'' (۱)۔

فرمایا کہ اب سے چند سال پہلے دبئی متحدہ عرب امارات میں ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے پورے وقف دار العلوم کی دعوت کی ہے اور حضور اکرم ﷺ انظر شاہ کو اپنے ہاتھ سے لقمہ کھلا رہے ہیں۔

---

(۱) **نوٹ:** خط کے مضمون میں املا کی کئی اغلاط کے ساتھ اردو زبان بھی درست نہیں ہے، لیکن احقر نے خط نگار کی تحریر جوں کی توں برقرار رکھی ہے۔ {ع ر بستوی}

علامہ عثمانیؒ کی دعوت

خوشی کے موقع پر دعوت کے تعلق سے فرمایا کہ جب حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ ترجمہ شیخ الہندؒ پر اپنے تاریخی و علمی تفسیری فوائد لکھ کر فارغ ہوئے تو انہوں نے دیوبند میں اپنے گھر پر عظیم الشان دعوت کی تھی، جس میں احقر حضرت شاہ صاحب بھی باوجود کم سنی کے اماں جی کے ساتھ شریک ہوا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ کا معمول

اس پر راقم سطور نے عرض کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا معمول تھا کہ جب بھی وہ تلاوت قرآن کریم سے فارغ ہوتے اور ایک قرآن پڑھ چکتے، خواہ رمضان کے علاوہ ایام میں تو دعوت کیا کرتے تھے۔

بخاریؒ کے تراجم ابواب

احقر نے عرض کیا کہ بخاری کے ابواب و تراجم پر لکھی جانے والی کتابوں میں بخاری شریف کے تراجم ابواب اور ربط الباب بالحدیث سے خاطر خواہ اعتنا نہیں کیا گیا ہے، حدیث کی تشریح اور فقہی نقطہ نظر اور استدلالات سے زیادہ تعرض، نظر آیا ہے۔ اس کی بہ نسبت علامہ عینیؒ نے اس پہلو پر زیادہ روشنی ڈالی ہے۔

فرمایا امام بخاریؒ کی شان بڑی عجیب و غریب ہے ہر چند کہ علماء مفسرین کا قرآنی آیات میں باہمی ربط کی بابت اختلاف ہے، مگر ایک ایسا عبقری عالم جو نکتہ سنج بھی ہو، دقیقہ رس بھی ہو، بالغ نظر بھی اور تصنیف و تالیف کا اعلیٰ ذوق بھی رکھتا ہو، جیسے امام بخاری تو یہ بات قطعی طور پر قرین قیاس نہیں کہ کتاب کیف ما اتفق جمع

کردے اور اس میں کسی ترتیب اور ربط کا خیال ملحوظ نہ رہے، پھر جب صحیح بخاری کی احادیث کئی لاکھ احادیث میں سے انتخاب کے بعد امام نے ذکر کی ہیں۔ تو ربط کا التزام کیوں کر نہ کیا ہوگا؟ ہاں اتنا ضرور ہے کہ امام ہمامؒ چوں کہ بہت عبقری بصیر اور بالغ نظر محدث وعالم ہیں، اس لیے ابواب کی ترتیب نیز ابواب اور احادیث کے مابین ربط بھی بڑا دقیق رکھا ہے، جس کے لیے دیدہ وری اور بالغ نظری کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ اسی لیے اباجی فرمایا کرتے تھے کہ کاش ابن تیمیہ بخاری کے تراجم ابواب کی عقدہ کشائی کرتے تو ایک نادر چیز سامنے آتی۔

حضور اکرم ﷺ امت کے لیے سہولت پسند کرتے تھے

فرمایا متقدمین کے یہاں کس قدر اتباع سنت کا جذبہ تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بابت آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے حق میں تو سخت اور شاق اعمال پسند کرتے، مگر امت کے لیے سہولت پسند فرماتے تھے۔ حضرت امام مالکؒ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ وہ اپنی ذات کی حد تک تو پُرمشقت اعمال اختیار کرتے اور تقوائے محض نیز خالص عزیمت پر عمل کرتے، مگر عوام کے لیے سہولت پیدا کرتے تھے۔

اسی ذیل میں فرمایا کہ امام مالکؒ کے ملفوظات ان کے ایک شاگرد نے ایک کتاب میں جمع کیے تھے، مگر بعد میں یہ نایاب ہوگئی۔ علامہ سیوطیؒ نے "تنویر الحوالک" کے دیباچہ میں امام صاحب کے چند ملفوظات اس سے نقل کر کے ذکر کیے ہیں۔

دشمن افواج پر جادو کرنا درست ہے

فلسطینی نوجوان، عورتوں اور مردوں کے خودکش حملوں کے سلسلے میں ایک

شریک مجلس جناب مولانا عبدالرؤف صاحب عالی پیش کار دارالعلوم وقف دیوبند کے معلوم کرنے پر کہ آیا یہ حرام ہے، یا اس کے جواز کی کوئی دلیل ہے؟ فرمایا مولوی صاحب! حرمت کی بات کیسے کہی جاسکتی ہے، جب کہ اس طرح کے حالات میں گنجائش کی صورتیں موجود ہیں۔ چناں چہ امام احمد بن حنبلؒ جیسے عامل بالشریعۃ فرماتے ہیں کہ اگر کفار کی جانب سے مسلم افواج پر جادو کر کے انہیں مغلوب کیا جائے تو اس کے جواب میں کفار کی افواج پر جادو کرنا جائز ہے۔ جب کہ سحر اور جادو کفر صریح ہے اور اس کے تعلّم و تعلیم دونوں کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔

مولانا موصوف نے کہا کہ میرے ذہن میں تو اس کی ایک دوسری دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام کی بابت آتا ہے کہ وہ تن تنہا دشمن کی بھیڑ میں گھس گئے اور دس بیس کو مار کر خود بھی شہید ہوگئے۔ جب انہیں دوسرے لوگوں نے ایسا کرنے سے روکا کہ تم ایسا کیوں کرنے جا رہے ہو، معلوم ہے کہ تم اکیلے اور دشمن سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں؟ تو ان صحابہ کا جواب ہوتا تھا کہ مجھے تو جنت نظر آرہی ہے۔ کہا کہ بعینہٖ یہی صورتِ خودکش حملہ آوروں کی ہوتی ہے لہٰذا اسے بغیر کسی تفصیل کے حرام کیوں کر کہا جاسکتا ہے۔

حضرت تھانویؒ کی غایتِ احتیاط

احقر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مولوی عبدالرشید! دور اخیر میں اگر اتباع سنت اور تقوی کو دیکھنا چاہتے ہو تو اکابر دیوبند کو دیکھ لو، ڈھونڈنے سے بھی ان کی نظیر نہیں ملے گی۔ حضرت تھانویؒ کو لے لیجیے! جب حضرت کی ڈاڑھ میں شدید درد رہنے لگا تو اطبا نے تجویز کیا کہ اس کا واحد علاج یہ ہے کہ سونے کے دانت لگوا لیے جائیں، اس پر حضرت نے دارالعلوم میں باضابطہ اس سلسلے میں استفتاء بھیجا۔ حضرت

مہتمم صاحبؒ نے خود مجھ سے بتایا کہ جب حضرت کا استفتاء آیا تو اسے لے کر میں اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ تھانہ بھون حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! آپ کے سامنے ہم کیا ہیں اور ہمارا علم کیا ہے؟ آپ کو تو خود ہی تمام مسائل کا بہ خوبی علم ہے، یہ استفتاء دیوبند کیوں ارسال فرمایا؟ جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ میں خود مبتلا ہوں، اس لیے اندیشہ ہے کہ کہیں اپنی تکلیف کے باعث کوئی گنجائش غیر واقعی نکال لوں، لہٰذا مجھے خود اپنی بابت فتوی دینا درست نہیں۔

اس لیے میرا جواب لکھنا مناسب نہیں ہے

فرمایا حضرت شیخ الہندؒ کے سامنے انگریزوں اور ہندوستان کی انگریز حکومت میں ملازمت اور تعلقات کی بابت ایک استفتاء آیا تو اسے یہ کہہ کر اباجی کو جواب لکھنے کے لیے دے دیا کہ انگریزوں سے مجھے قلبی نفرت ہے اور میں اس سلسلے میں مبتلا بہ کے درجے میں ہوں، اس لیے میرا جواب لکھنا مناسب نہیں ہے۔

سارے روپئے مسجد چھتہ میں دے دیے

فرمایا یہاں ایک قاری عبدالکریم صاحب تھے۔ اباجی کی تحریک میں اباجی کے ہم نوا تھے۔ بعد میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے پاس چلے گئے۔ تقسیم ملک کے بعد دیوبند واپس آ گئے۔ اس تعلق کے سبب بندہ کی ان کے یہاں بہ کثرت آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ ایک روز کہنے لگے کہ جب کھانا کھاتا ہوں تو رونے لگتا ہوں، میں نے معلوم کیا حضرت کیوں؟ کہنے لگے بات یہ ہے کہ خرچ کے اندیشے سے ایک ہی خوراک کھلوا رکھی ہے اور اس سے پیٹ بھرتا نہیں، شاہ صاحب نے فرمایا کہ آخر میں سارے جمع کردہ روپئے شکم پر ایک لنگوٹی میں

باندھے رکھتے تھے۔ مگر چوں کہ بزرگوں کی صحبت پائی تھی، اس لیے ان پیسوں کا یہ کیا کہ سارا پیسہ مسجد چھتہ کی تعمیر کے لیے دے دیا۔ چناں چہ مسجد کی جو دوبارہ تعمیر ہوئی، اس میں صرف قاری صاحب اور خورجہ کے میجر سعید صاحب کا پیسہ لگا تھا۔

محرم کے ساتھ سفر کرنے کا حکم فتنے کے سبب

فرمایا حضرت مولانا مفتی محمد سہول صاحب بھاگل پوریؒ حالاں کہ خود بھی بڑے باصلاحیت مفتی تھے، ایک روز ابا جی کے پاس آئے اور معلوم کیا کہ شاہ صاحب! عورت محرم کے بغیر بھی سفر حج پر جاسکتی ہے یا نہیں؟ ابا جی نے پوچھا مسئلہ معلوم کرنا ہے یا رگڑا کرنے کی نیت ہے؟ فرمایا نہیں مسئلہ معلوم کرنے آیا ہوں۔ پھر پوچھا عمل کرنا ہے یا فتویٰ دینا ہے اور دوسروں سے ذکر کرنا ہے؟ کہا نہیں شاہ صاحب! خود عمل کرنے کے لیے پوچھ رہا ہوں۔ اہلیہ کو ایک شاگرد کے ساتھ حج پر بھیجنے کا ارادہ ہے تو فرمایا کہ محرم کی قید فتنے کے اندیشے کے سبب ہے اور فتنے کی بہت سی اقسام ہیں۔ اگر اس سے امن اور اطمینان ہو تو اجازت ہے۔

مفتی محمد سہول صاحبؒ نے جاکر حضرت شیخ الہندؒ سے ذکر کردیا۔ حضرت نے ابا جی کو بلا کر پوچھا کہ آپ نے عورت کو بغیر محرم سفر حج کی اجازت دی ہے، تو اس کی دلیل کیا ہے اور کہاں ہے؟ ابا جی نے بتادی، چناں چہ حضرت شیخ الہندؒ فوراً خاموش ہوگئے اور کچھ نہ فرمایا۔

اس پر مفتی محمد احسان صاحب، مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نے کہا کہ فتاویٰ دارالعلوم میں یہ فتویٰ چھپا ہوا ہے اور اس پر حضرت شاہ صاحبؒ ہی کا نام ہے، جب کہ دیگر حضرات کے فتاویٰ عدم جواز کے ہیں۔

طالب علم کو پڑھاتے رہے ہیں، مدرسین کو نہیں، اس لیے نہ آپ پڑھ سکتے ہیں اور نہ وہ آپ کو پڑھا سکتے ہیں۔

تذکرہ حضرت مولانا بہاری صاحبؒ

فرمایا جناب مولانا محمد حسین صاحب بہاریؒ میرے استاذ تھے۔ جب میں مسجد فتح پوری دہلی میں زیر تعلیم تھا، اس وقت مولانا بہاریؒ اور حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندیؒ دونوں وہاں استاذ تھے۔ وہاں میں نے حضرت مولانا عبدالسمیع صاحبؒ سے اخلاق محسنی پڑھی، مگر مولانا بہاری سے کوئی کتاب پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ پھر جب مولانا بہاری کا تقرر دارالعلوم میں ہو گیا تو حضرت شیخ نے مجھ سے کہا کہ مولانا محمد حسین صاحب سے شرح تہذیب پڑھ لو، چناں چہ یہ کتاب میں نے مولانا بہاری سے خارج میں پڑھی۔ پھر سلم وغیرہ انہی سے درس میں بھی پڑھی۔ فرمایا کہ مولانا بہاری کی صلاحیت بہت ٹھوس تھی، ہر سبق کی مکمل تیاری کرتے تھے اور تقریر مختصر مگر مدلل اور جامع ہوتی تھی۔

تذکرہ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب پشاوریؒ

فرمایا حضرت مولانا عبدالخالق صاحب پشاوریؒ دارالعلوم میں اس زمانے میں مدرس تھے۔ بلا کے ذہین اور غضب کی صلاحیت کے حامل تھے، وہ کسی بھی کتاب کو کھول کر پڑھانا جیسے ناجائز سمجھتے تھے۔ بس طلبہ نے عبارت پڑھی اور انہوں نے مسئلے سے متعلق تشریح و تقریر شروع کر دی۔ وہ امتحان بھی اسی انداز سے لیتے تھے۔

عہدہ و منصب سے کنارہ کشی بہ ہر صورت بہتر نہیں

فرمایا یمن سے تعلق رکھنے والے ایک صحابیٔ رسول کی وفات ہو گئی، کچھ دنوں

بعد ان کے صاحب زادگان معاشی تنگی سے دو چار ہو گئے۔ وہ تین بھائی تھے۔ انہوں نے سوچا کہ شام چل کر حضرت امیر معاویہؓ سے اپنا حال بیان کریں اور تعاون کی درخواست پیش کریں۔ راستے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مشورہ کی غرض سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کے سامنے صورت حال رکھی اور اپنے اس خدشے کا اظہار بھی کیا کہ کہیں امیر معاویہ ہمیں کسی عہدے کی پیش کش نہ کریں۔ اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا اس میں کیا حرج ہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے اگر کوئی نعمت آرہی ہو تو تمہیں اس کے قبول کرنے میں کیوں تامل ہو رہا ہے؟

فرمایا حضرت عائشہ کے اس اثر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ بعض اوقات بعض افراد کے لیے عہدہ و منصب قبول کرنا مستحسن اور بہتر ہوتا ہے اور یہ کہ عہدے سے کنارہ کشی اور ذمے داری سے پہلو تہی ہر حال میں پسندیدہ نہیں ہے۔

اسلام پر جماؤ، تعلیم اور تجارت اور ترقی

فرمایا ہندوستان کے مسلمان آج جس قسم کی ہشت جہتی پس ماندگی میں مبتلا ہیں، اس سے نجات کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہم اسی طرز کو مضبوطی سے اختیار کریں، جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنانے کی قولی و عملی تعلیم و تربیت دی ہے۔ یعنی مذہب پر مضبوطی کے ساتھ جماؤ، حصول علم میں انہماک اور تجارت پر توجہ۔ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنیادی طور پر انہی تین باتوں کی تلقین و تاکید فرمائی۔ مذہب پر اتنی سختی کے ساتھ حضرات صحابہ کو ثابت قدم بنا دیا کہ انہوں نے شدید ترین تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کیں مگر اسلام سے سر مو انحراف گوارا نہ کیا۔ جب کہ علم کی اہمیت اس طرح دلوں میں جاگزیں کی کہ مکہ مکرمہ کی بے بسی و بے کسی اور مظلومیت کی حالت میں بھی تعلیم و تعلّم کا سلسلہ ''دار ارقم'' میں جاری

رکھا۔ پھر جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی ایک چبوترہ ''صفہ'' کو تعلیم کے لیے مخصوص فرما کر سلسلہ تعلیم جاری کر دیا۔ تجارت کے تعلق سے اس طرح حوصلہ افزائی فرمائی کہ فرمایا ''التاجر الصدوق الأمین مع النبیین و الصدیقین و الشهداءِ (۱)'' نیز فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بدر جہا بہتر ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ سوال کرنا روز قیامت چہرے پر داغ اور نشان کا باعث ہوگا۔ عملی طور پر اس طرح تلقین فرمائی کہ ایک صحابی اپنی تنگی کا تذکرہ رسول اکرم ﷺ سے کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں؟ فرمایا ہاں، مگر بہت معمولی، فرمایا جاؤ اس سے کلہاڑی خرید لاؤ، میرے پاس لے کر آنا، میں دستہ خود اس میں لگاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا، پھر ان صحابی سے فرمایا اب جنگل میں جا کر کلہاڑی سے لکڑیاں کاٹو اور انھیں بازار میں فروخت کرو اور دیکھو اب مجھ سے اتنے دن بعد ہی ملاقات کرنا۔ وہ صحابی گئے اس مدت کے ختم ہونے کے بعد جب ملے تو اب ان کے پاس گزر بسر کی تنگی ختم ہو چکی تھی۔ ان سے آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام تمہارے لیے کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بدر جہا بہتر ہے۔

مسلمانوں پر بے جا الزام

ذبیحہ گاؤ کا مسئلہ ایک بار پھر چھیڑے جانے اور قومی پریس میں اسے منفی

(۱) عن أبي سعيد عن النبي ﷺ قال التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء (ترمذی: فی البیوع: باب ماجاء فی التجار: ۱/۲۲۹)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سچا اور امانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ رہے گا۔

رخ دیے جانے کی بابت فرمایا کہ میں ابھی سات ذی الحجہ کو بنگلہ دیش کے دس بارہ روزہ سفر سے واپس آیا ہوں۔ اس وقت تک وہاں ہندوستان سے گیارہ لاکھ سے زیادہ گائیں قربانی کے لیے پہنچ چکی تھیں۔ فرمایا اسی طرح گوشت برآمد کرنے کی انیس بڑی فیکٹریاں ہندوستان میں ہیں اور حکومت سے اجازت یافتہ۔ ان سب میں گائے ذبح کی جاتی ہے اور گوشت بیرون ممالک بھیجا جاتا ہے، مگر ان میں سے صرف دو فیکٹریاں مسلمانوں کی ہیں، باقی سترہ غیر مسلموں کی۔ ایک کمپنی خود مسٹر اڈوانی کے ایک قریبی عزیز کی ہے۔ فرمایا اس کے باوجود واویلا مچایا جاتا ہے کہ مسلمان گائے ذبح کرتے اور ہندوؤں کے جذبات کو مشتعل کرتے ہیں۔

بخل اور سخاوت

فرمایا علامہ کشمیریؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ بخل ایک درخت ہے جس کی جڑ جہنم میں ہے اور شاخیں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں، جب کہ سخاوت ایک درخت ہے جس کی جڑ جنت میں ہے اور شاخیں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں، جس سے تم لوگ پلچتے رہتے ہو یعنی چپکتے رہتے ہو کہ جس کی بابت معلوم ہوا کہ وہ دریا دل اور فیاض ہے، اس کے پاس ہزاروں افراد کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔

مطبوعاتِ جامعہ

امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں، علم حدیث، تفسیر اور تمام دینی علوم میں آپ کی بلند شخصیت کو پورے عالم اسلام نے تسلیم کیا، بلکہ بقول علامہ زاہد الکوثری مصریؒ، ''سابق نائب شیخ الاسلام خلافت عثمانیہ ترکی'' اور بقول شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ ''گزشتہ پانچ سو سال کے بعد ابن حجر عسقلانیؒ اور حافظ ابن دقیق العید جیسا کوئی متبحر عالم پیدا ہوا ہے۔'' علامہ کی پوری زندگی علم دین کی خدمت میں گزری، آپ نے کثیر تعداد میں اپنی یادگار کے طور پر علمی تصانیف و افادات چھوڑے، جو اکثر عربی یا فارسی زبان میں ہیں۔

جامعہ امام محمد انور شاہ میں تعلیم و تربیت کی سرگرمیوں کے ساتھ علامہ کی تصانیف کے ترجمے اور ترتیب و تحقیق نیز شرح اردو صحیح البخاری کا کام بھی جاری ہے۔ جس کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے:

✵ تکملہ انوار الباری

افادات : حضرت علامہ کشمیری علیہ الرحمہ

ترتیب : حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ

تکملہ : جناب مولانا عبد الرشید بستوی، استاذ حدیث جامعہ ہٰذا

✵ ترجمہ مشکلات القرآن

✵ تکملہ انوار الباری (زیر طبع)

تالیف عربی : حضرت علامہ کشمیری علیہ الرحمہ

ترجمہ اردو : جناب مولانا عبد الرشید بستوی (مکمل)

✵ نوادرات امام کشمیریؒ (اردو مطبوع)

ترتیب : فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

تعریب : جناب مولانا عبد الرشید بستوی (غیر مطبوع)

✵ العرف الذکی (عربی) شرح سنن ترمذی شریف

افادات : حضرت علامہ کشمیری علیہ الرحمہ (جلد اوّل و ثانی مکمل مطبوع)

ترتیب : جناب مولانا مفتی عبد اللہ صاحب معروفی

استاذ شعبۂ تخصص دار العلوم دیوبند (جاری)

✱ ترجمة الامام الكشميری (تراجم ستة من فقهاء العالم الاسلامی)

تالیف عربی : حضرت علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شامی رحمہ اللہ

ترجمہ اردو : جناب مولانا محمد سلمان صاحب بستوی

استاذ مدرسہ خادم العلوم باغوں والی، ضلع مظفر نگر (مکمل)

✱ ملفوظات محدث کشمیریؒ (اردو مطبوع)

جمع وترتیب : حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوریؒ

تعریب : جناب مولانا عبدالرشید بستوی (جاری)

✱ حیاتِ ابن مریم (ترجمہ عقیدۃ الاسلام)

تصنیف : حضرت علامہ کشمیریؒ

ترجمہ اردو : جناب مولانا صغیر احمد پرتاپ گڑھی، استاذ حدیث جامعہ ہذا

✱ خاتم النبیین (مطبوع)

تصنیف فارسی : حضرت علامہ کشمیریؒ

ترجمہ اردو : جناب مولانا حکیم عزیز الرحمن صاحب

✱ خاتم النبیین (مطبوع)

تصنیف فارسی : حضرت علامہ کشمیریؒ

تعریب : جناب مولانا عبدالرشید بستوی

✱ خطبۂ صدارت (مطبوع)

تحریر : حضرت علامہ کشمیریؒ

ترتیب جدید : مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

✱ خطبات کشمیریؒ (مطبوع)

مواعظ : فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

ترتیب : مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

✱ گنجینۂ اسرار (مطبوع)

مجموعہ اوراد و وظائف حضرت علامہ کشمیریؒ

ترتیب : جناب مولانا ڈاکٹر مظفر الحسن صاحب قاسمی، دہلی

✸ تصویرانور (مطبوع)

حالات وافادات : حضرت علامہ کشمیریؒ

ترتیب : فخرالمحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

✸ نقش دوام

امام العصر حضرت علامہ کشمیریؒ کی زندگی کا مکمل تعارف

تالیف : فخرالمحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

✸ نفحة العنبر (مطبوع)

تالیف عربی : حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوریؒ

✸ علامہ انورشاہ کشمیریؒ اپنی ہشت پہلو شخصیت............(مطبوع)

تالیف : جناب مولانا عبدالرشید بستوی

✸ لالہ وگل (مطبوع)

ہندوستان کی ممتاز علمی، دینی سیاسی وسماجی شخصیات کا بھرپور خاکہ

تحریر : فخرالمحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

ترتیب : مولانا سید احمد خضر شاہ کشمیری

✸ ازہر شاہ قیصر ایک ادیب ایک صحافی (مطبوع)

ترتیب : جناب مولانا نسیم اختر شاہ قیصر

✸ دعائیں (مطبوع)

ترتیب : مولانا سید احمد خضر شاہ کشمیری

✸ اسمائے حسنیٰ کی برکات (مطبوع)

تالیف : فخرالمحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

✸ افکار انظرؒ

فخرالمحدثین کی ادارتی تحریروں ومضامین کا مجموعہ

مرتب : شاہ عالم بارہ بنکوی (زیر طبع)

✸ The Pride of Kashmir (فخر کشمیر)

مرتب : Proff. Nazeer Ahmad Qadri

✸✸✸
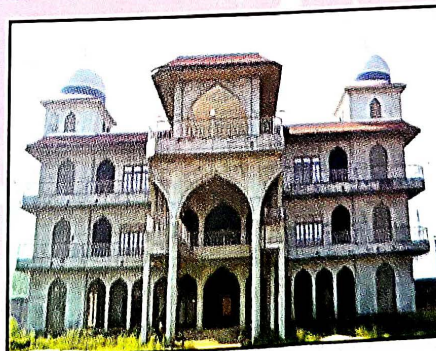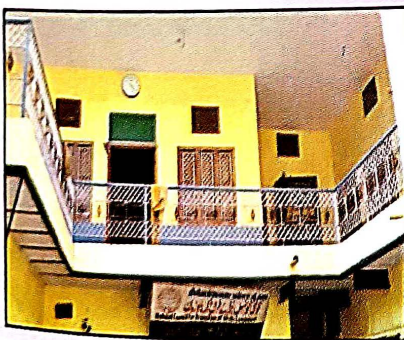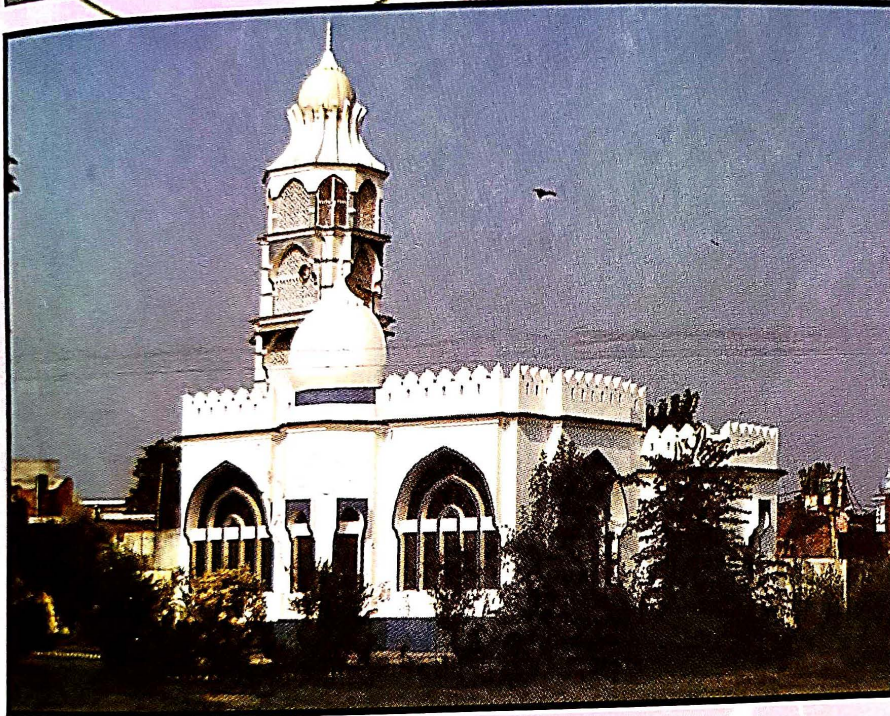
JAMIA IMAM MUHAMMAD ANWAR SHAH

(For Islamic & Modern Education)

Behind Eidgah, Deoband 247554 (U.P.) INDIA
Phone (O) : 01336-220471 Ph & Fax: 01336-222471, 223371
Mobile : 09412496763, 08006075484
E-Mail : jimask94@gmail.com, ahmadanzarshah@gmail.com

Computers Crescent
9058627878